دل اور دنیا
حمیدہ جبیں

قیمت : ——— دس روپے

ناشر : — چمن بُک ڈپو۔ اُردو بازار۔ دہلی

مطبوعہ : ——— یونین پریس۔ دہلی

کلکتہ کے لئے سول ایجنٹ

نفیس احمد عزیزی۔ ۱۰۔ کولوٹولہ اسٹریٹ

(پہلی منزل) کلکتہ ۱

۳

پہاڑ کی چاندنی میں ڈوبی ہوئی رات تھی۔
سلمان تنہا جھیل کی طرف چل دیا ـــــــ جھیل کے کنارے سیاحوں کا جمگھٹا تھا ـــــــ رات بہت سہانی تھی ـــــــ نیلی جھیل میں نیلے بلبوں کی روشنی اس طرح غوطے کھا رہی تھی جیسے نیلے کپڑے پہنے کوئی کافر ادا نہا رہی ہو ـــــــ اور اس کے کپڑے اس کے جسم سے چپک گئے ہوں۔
دیکھنے والوں کے یہی تاثر تھے۔
لیکن سلمان کا کچھ اور ہی تاثر تھا ـــــــ اس کی نگاہوں میں پہاڑ کے حُسن کا جنازہ نکل رہا تھا۔
وہ سوچ رہا تھا ـــــــ!
پہاڑ کا یہ خوبصورت سا شہر بدصورت ہوتا ـــــــ ویران اور خشک ہوتا ـــــــ یہاں نیلے پانی کی جھیل نہ ہوتی ـــــــ یہاں کے پہاڑ اور وادیاں حسین نہ ہوتیں ـــــــ تو کیسا اچھا ہوتا۔

تب اُسے وہ واقعہ یاد آگیا وہ پہلی بار جنگلات کے محکمہ میں تعینات ہو کر یہاں آیا تھا۔

اس کا سامان ایک قلی لڑکی نے اٹھایا ہوا تھا ـــــ اور اسے ندامت محسوس ہو رہی تھی۔

گھر پہنچنے پر اس نے لڑکی کو پانچ روپے کا نوٹ دینا چاہا تو اس نے حقارت سے صرف آٹھ آنے اٹھا لئے تھے۔

" بابو مزدوری کر رہی ہوں ـــ"

اور اسے یوں لگا تھا جیسے وہ لڑکی اس کے منہ پر تھپڑ مار گئی ہو۔

تب وہ اکثر سوچا کرتا۔

میرا ملک کتنا غریب اور کتنا سنگدل ہے ـــــ جس نے پہاڑوں کو حُسن دیا ہے اور مزدور لڑکی کو غربت اور افلاس ـــ!

اس نے دیکھا ـــ

اس کے دفتر کا ایک کلرک چلا آرہا ہے۔

" کل آپ دفتر نہیں آئے سلمان صاحب۔!"

" کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی ـــ!

" آپ کا کام اب ہلکا ہو جائے گا ـ" کلرک، جس کا نام چراغ تھا۔ بولا۔

" کیوں ـــــ؟

" آپ کا ایک اور ساتھی بھی آرہا ہے ـ"

"اچھا وہ جگہ جو خالی تھی کسی کا تقرر ہوگیا ہے"
سلمان کے سر سے بوجھ سا ٹل گیا تھا ـــــ وہ چین کی سانس لیتے ہوئے وہیں چراغ کے ساتھ بنچ پر بیٹھ گیا۔
"آرڈر تو پہنچ گئے ہیں وہ صاحب، جانے کیا نام ہے اُن کا ـــ کل ڈیوٹی پر آئیں گے ـــ"
ـــ چراغ نے کہا۔
"یہ تو بہت اچھی خبر سُنائی ـــ"
"رونق بڑھ گئی ہے ـــ"
ـــ چراغ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا۔
"ہاں خاصی ـــ"
"آپ بھی شادی کر ڈالیئے اب ـــ" چراغ ہنستے ہوئے کہنے لگا۔
"کیوں ـــ؟"
"تنہا گھومتے ہیں نا ـــ"
"اس کی کوئی ضرورت نہیں"
ـــ سلمان مسکرا کر بولا
چراغ تو ادھر ادھر کی ہانکنے کے بعد چلا گیا ـــ اور سلمان کو اداس کر گیا ـــ اس نے آج تک شادی کے لئے نہ سوچا تھا ـــ!
کالج کے زمانے میں ایک لڑکی کو اس نے پسند ضرور کیا تھا مگر۔ وہ لڑکی اسے چھوڑ کر اس کے ہی عزیز دوست سے پینگیں بڑھا بیٹھی ـــ

اور اسی لڑکی پر انس کا عزیز ترین دوست بھی اس سے بچھڑ گیا تھا۔

وہ دوست

— جسے اس نے اپنے ہی جسم کا ایک حصّہ سمجھا تھا۔

وہ دوست

— جسے ملے بغیر اسے چین نہ آتا تھا۔

وہ دوست

— جو اس کے بغیر کہیں نہ جاتا تھا۔

وہ ہی دوست صرف ایک لڑکی کے لئے اس سے تمام ناطے توڑ بیٹھا تھا —!

اب بھی کبھی کبھی ظفر اُسے بیحد یاد آتا —

اس کے بعد اس نے نوکری کرلی —

ظفر اور وہ ایک دوسرے سے نہ مل سکے — اسے پتہ نہ تھا کہ ظفر کہاں ہے — کیا کر رہا ہے —

اس نے گولڈ فلیک کا سگریٹ سلگایا اور دھوئیں کے مرغولے بناتا ہوا بیتے ہوئے دنوں کی یاد میں کھو گیا — رات زیادہ ہوگئی تو پھر وہی چھوٹا سا سفید بنگلہ تھا —

اور وہ — اکیلا — تنہا

٭

۷

بہت ساری فائلیں دیکھنے کے بعد وہ تھک سا گیا تھا۔
اس نے گھنٹی بجائی اور چپڑاسی سے چائے لانے کو کہا۔

" چائے میں بھی پیئوں گا ـــــ "

ـــــ ایک جانی پہچانی آواز سن کر وہ چونکا
اس نے دیکھا ـــــ ظفر اس کے سامنے تھا۔

" ظفر ـــــ تم ـــــ ؟ "

ـــــ وہ اٹھ کر اس سے بغلگیر ہو گیا

" مجھے یقین نہیں آ رہا ظفر ـــــ "

ـــــ سلمان دوبارہ اس سے چمٹ گیا۔

" یقین کرو ڈیئر ـــــ تمہارا وہی نا اہل ظفر ہوں ـــــ " ظفر کی آواز میں ندامت تھی۔

" مگر ـــــ مگر ـــــ تم یہاں کیسے ـــــ ؟ "

" مجھے علم نہ تھا کہ تم یہاں پر ہو ـــــ اس لئے میں نے یہیں ٹرانسفر کروالی سوچا ایک دم چلوں گا ـــــ اور ـــ اور ـــــ تم سے ساری خطائیں بخشوا لوں گا ـــ!"

" چھوڑ و یار ایسا ہوتا ہی رہتا ہے ـــ سناؤ کیسی گذری ـــ؟"

" سب سے پہلے تو تمہیں اتنا بتا دوں کہ رخشی کو میں چھوڑ آیا ہوں ـ"

" وہ کیوں ـــ؟

سلمان ہنستے ہوئے ایکدم رنجیدہ ہو گیا

" یار اس کمبخت کی وجہ سے تم چھوٹے ـــــ پھر بھی وہ میری نہ رہی. ایسی کی تیسی ان لڑکیوں کی ـــ اب تو میں نے عہد کر لیا ہے کہ کوئی لڑکی کبھی میری زندگی میں نہیں آئے گی ـ"

" تم کیا باتیں لے بیٹھے ـ"

سلمان نے کہا ـ

" فساد کی جڑ اکھاڑ پھینکی ـــ تب ہی تو دل صاف ہوا ہے ـ"

" اچھا یہ باتیں پھر ہوں گی ـــ چلو گھر چلیں ـــــ سامان کہاں ہے تمہارا ـ"

" ہوٹل میں ـــ" ظفر بولا

" تو چلو سامان لے لیں پہلے ـ"

" چلو ـ"

دونوں خوشی خوشی ہوٹل پہنچے ـــــ سامان اُتروایا ـ

" بابوجی قلی ___ !"
سلمان نے دیکھا وہی لڑکی تھی ___ !
" یہ ___ یہ سامان اُٹھائے گی ___ ؟"
___ ظفر حیرت بولا
لڑکی کھلکھلا کر ہنس پڑی ___ کہنے لگی
" پہلی بار پہاڑ آئے ہو ___ ؟
ظفر گھبرا رہا تھا
" اپنے پہاڑ پر آنے والوں کا سامان ہم ہی ڈھوتے ہیں بابو ___ " وہ ہنستے ہوئے سامان اٹھانے لگی۔
سر پر بوجھ اٹھانے سے اس کی کمان نُما کمر لچک گئی۔
اونچائی پر جاتے ہوئے لڑکی کی کمر دوہری ہو رہی تھی۔
جب وہ اُوپر پہنچے تو سلمان نے لڑکی کو آٹھ آنے نکال کر دیئے۔
لڑکی مسکرائی اور للچا کر بولی
" اور بابو بخشیش ___ "
سلمان چونک گیا۔
" تم ___ تم تو ___ "
" وہ کل تھا بابو ___ اور یہ آج "
اس نے سلمان کا ہاتھ پکڑ لیا۔
" اب تو بخشیش دے دو "

سلمان کے کان سنسنانے لگے اُس نے پانچ روپے کا نوٹ نکال کر

اُسے تھما دیا ـــــ

"تو کیا ـــــ تم بھی بک گئی ہو ـــــ ؟"

ـــــ اُس کا ذہن اُلجھ گیا۔

وہ مسکراہٹ کے پھول بکھیرتی ہوئی مڑ مڑ کر دیکھتی جا رہی تھی۔

"کتنا ظلم ہے یار ـــــ"

ـــــ ظفر بولا

سلمان کا کشمیری نوکر ہاتو اپنی بتیسی نکالتے ہوئے باہر نکل آیا۔

"سلام صاب ـــــ !"

" سلام ہاتو ـــــ میرا بھائی آیا ہے ـــــ"

" اچھا ہے صاحب ـــــ !"

ـــــ ہاتو ہنستے ہوئے بولا

" بہت بیوقوف ہو تم ـــــ" سلمان ہنسا

ہاتو چائے بنا کر لے آیا

دونوں دوست پرانے قصّوں میں کھو گئے ـ ـــــ ایک دوسرے

سے معافی مانگتے رہے۔

دونوں ہی خوش تھے ـــــ سلمان کی تنہائی کٹ گئی تھی ـــــ اور ظفر

کو بچھڑا ہوا دوست مل گیا تھا۔

⁂

۱۱

کلب کی رنگین سی رات تھی۔

خوبصورت ہال کے مدھم سے نورانی غبار میں مرمر کے سفید چمکتے ہوئے ٹیبلوں پر شراب کے ارغوانی جام چھلک رہے تھے۔

شراب میں نہلائے ہوئے ہونٹ آتش برسا رہے تھے چہرے سُرخ بیروں کی طرح لَو دے رہے تھے اور آنکھوں میں سیّال نشے کے سمندر لہرا رہے تھے۔

کاؤنٹر کے سامنے خوبصورت ڈائس پر سیاہ سوٹوں میں ملبوس دراز قد انگریزی ساز ندے اب جرک کی ایک اور ملی جلی سحر کار دُھن پیش کر رہے تھے۔ اور رنگ بستہ چکنے فرش پر ایک نازک سی رقاصہ رقص کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی چمک ـــــ نم آلود ہونٹوں کی آگ ـــــ اور عریاں باہوں کی حرکت مرتعش سی ـــــ ٹھنڈی سی ـــــ اور پُراسرار روشنی میں یوں اُبھر رہی تھی ـــــ جیسے کہر آلود سمندر کی دھندلی سطح پر بجلیاں تیر رہی ہوں ـــ

سلمان اور ظفر ہال سے ملحق خوبصورت سے تکونے لان میں بہت آسودگی اور طمانیت کے عالم میں کافی سے دل بہلا رہے تھے۔
گلاب کے بڑے بڑے سُرخ اور سفید پھول ہوا کے مہکتے ہوئے نرم نرم جھونکوں سے ہل رہے تھے۔
چاندنی بہکی ہوئی تھی ــــ اور نشے میں ہلکورے لے رہی تھی۔
" سلمان میں نے تو عہد کر لیا ہے ــ"
ــــ ظفر آہستہ سے بولا
" کیا ــ؟"
" یہی کہ اب کوئی عورت میری زندگی میں نہیں آئے گی ــ"
" کچھ جچا نہیں ــــ"
ــــ سلمان ہنسا
" لکھوا لو ــــ!"
" مجھے کیا ضرورت ــــ!"
" یار ویسے بھی ــــ یہ عورت ذات ہے ہی ایسی ــــ کہ بڑے بڑوں کو چکر میں ڈال دے ــــ تم خود غور کر و نا ــــ تخت و تاج اس کے پیچھے چھٹ گئے ــــ دنیا تباہ و برباد ہو گئی ــــ یونان اور روما کی اُن صندلی شہزادیوں کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ جنہوں نے مصری شہزادوں کو اپنی سُنبل سے مہکی زلفوں میں اسیر کر کے نیلگوں آنکھوں کے زندان میں ڈال دیا تھا اور پھر اپنے شہابی رخساروں کی شراب پلا پلا کر اس قدر بیخود

کر دیا تھا کہ وہ بے چارے سب کچھ فراموش کر بیٹھے اور اتنا ہوش بھی نہ رہا کہ وہ رودِ نیل کے اُس پار سے یُونان کو فتح کرنے آئے ہیں۔

"بڑے چلے بیٹھے ہو ۔!"

ـــــ سلمان ہنس کر بولا

"ٹھیک کہتا ہوں ـــــ دیکھو نا ـــــ اپنی آزاد زندگی ـــ نہ غم نہ فکر۔ یہ عورت جس وقت گھر میں آتی ہے ساری بیماریاں لے آتی ہے ـــــ پھر کوئی بھی زندگی نہیں ہوتی ـــ"

"یہ تم کہہ رہے ہو ـــ؟"

ـــــ سلمان نے بھنوؤں کو جنبش دی۔

"تم بار بار مجھ پر طنز کرتے ہو بجا ہے ـــــ چلو رخشی کی مثال لے لو ـــ ہم دونوں میں کتنی دوستی تھی ـــــ ایک دوسرے کے دیوانے تھے ـــ رخشی کمبخت درمیان میں آ ٹپکی ـــــ ہم دونوں یوں جُدا ہو گئے ـــ جیسے ایک ندی کے دو کنارے ـــــ اس سلسلے میں میں تم سے الگ شرمندہ ہوں ـــ" ظفر بولا

"شرمندہ تو میں بھی ہوں تم سے ـــ" سلمان بولا

"وہ کیوں ـــ؟" ظفر حیرت سے بولا

"وہ اس طرح کہ جب رخشی تمہاری طرف آمادہ نظر آئی تو میں اسے تمہارے خلاف ورغلانے لگا ـــــ خواہ مخواہ جھوٹی باتیں ـــــ اب تو سوچ کر دُکھ ہوتا ہے۔ سلمان نے چھپی ہوئی حقیقت بے نقاب کر دی۔

"پھر اب تو مان جاؤ ـــــ اور اس ذات سے نفرت کرنا سیکھو"

"نفرت تو اسی دن سے تھی مجھے ـــــ"

"سچ ـــــ"

ـــــ ظفر خوش ہو گیا

"بالکل ـــــ!"

"تو آؤ آج عہد کریں کہ آئندہ ہم دونوں کی زندگی میں کوئی عورت نہیں آئے گی ـــــ!"

"میں تیار ہوں ـــــ بلکہ میں تو اس وقت سے عہد کئے بیٹھا ہوں۔"

سلمان نے ظفر کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"بس جی دھندہ ختم ـــــ ساری زندگی یوں ہی آزادی سے گزریگی۔"

ظفر نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

"اگر کوئی اس عہد سے پھرا تو ـــــ؟"

ـــــ سلمان نے خدشہ ظاہر کیا۔

"جو چور کی سزا اس کی ـــــ"

ـــــ ظفر کے لہجے میں عزم تھا

"تو ٹھیک ہے ـــــ مگر بیٹا کبھی گڑبڑ کی تو منہ کالا کر کے سارے شہر میں پھراؤں گا"

ـــــ سلمان نے کہا

"تم اتنا کہتے ہو ـــــ اس سے بھی زیادہ سزا ـــــ!"

" سوچ لو " سلمان نے کہا

" سوچ لیا اور اچھی طرح سوچ لیا ــــ "

" میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں ــــ "

ــــ کندن کی طرح دمکتی ہوئی ایک لڑکی ان کے قریب کھڑی تھی۔
دونوں کی نظریں ایک دم ملیں ــــ دونوں نے ایکسا تھ کہا۔

" نہیں ــــ ! "

" ایڈیٹ ــــ "

ــــ کہتی ہوئی وہ دوسری طرف چلی گئی۔

" اوہ ــــ "

ــــ سلمان نے چین کا سانس لیا

" شاباش لڑکے۔ اسی طرح امتحان میں پورے اُترنا ــــ "

" تم اطمینان رکھو ــــ "

" آؤ فلم کا وقت ہو رہا ہے ــــ "!

ــــ سلمان اٹھا

" ہاں چلو ــــ "

دونوں اپنے فیصلہ پر شاد سینما چلے آئے ــــ شو ابھی ابھی ختم ہوا تھا۔ دُور دراز سے آتے ہوئے لوگ یہاں پریمیئر پر یوں جھپٹے تھے جیسے کبھی دیکھا نہ ہو

" ٹکٹ مل جائے گا ــــ ؟ "

ــــ سلمان نے رش دیکھ کر کہا

"قسمت آزمائی کرتے ہیں ـ"

وہ ٹکٹ کی کھڑکی کے پاس ہی کھڑے تھے ۔

"پلیز ہمیں بھی ٹکٹ لے دیجئے ـ"

دونوں نے ایک ساتھ دیکھا

ایک حسین لڑکی تھی ۔

دونوں نے ہی نظریں جھکا لیں۔

"میں نے آپ سے کہا ہے مسٹر ـ" لڑکی پھر بولی

"آپ خود لے لیں نا ــ!"

ــــ ظفر ہمت کر کے بولا

"آپ لے کر دیں گے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا ــ" لڑکی بڑی تیز تھی۔

"دیکھئے محترمہ ــ آپ اپنا وقت خراب کر رہی ہیں ـ"

ــ سلمان بولا

"کیوں ان بے وقوفوں سے اُلجھتی ہو ــ"

ــــ ایک دوسری لڑکی بولی ۔

"ویسے مجھے پوچھ تو لینے دو ــــ کیوں جی کیا بیچتے ہیں آپ ـ"

لڑکی اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے بولی۔

"خدا کی قسم کچھ بھی نہیں ــ"

"سلمان پریشان ہو کر بولا

"آپ کس دنیا کی مخلوق ہیں ـــــ؟ لڑکی ظفر کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔

"آپ کے یہ دار ہم پر نہیں چل سکتے محترمہ ـــــ"

ـــــ ظفر غصے سے بولا

لڑکی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا ـــــ تلملائی ہوئی آواز میں بولی

"بد تمیز ـــــ"

سلمان خفت مٹانے کے لئے ہنس پڑا۔

اور ظفر کھو کھلی ہنسی ہنستے ہوئے بولا

"یار خطرہ ایک دم بڑھ گیا تھا ـــــ"

"ہاں لڑکی حسین تھی ـــــ!"

"تم نے کیسے دیکھا ـــــ" ظفر ایک دم بولا

"دیکھا تو نہیں ـــــ البتہ آواز سے اندازہ لگایا کہ حسین ہو گی ـــــ میں نے تو نظریں نیچی ہی رکھی تھیں ـــــ!"

ـــــ سلمان گھبرا گیا

"میں نے اچھا کیا نا ـــــ؟ ظفر ہنستے ہوئے بولا

"ہاں ہاں بہت اچھا کیا ـــــ ایسے موقعوں پر تو محبت ہونے کا خطرہ ہوتا ہے ـــــ"

ـــــ سلمان بولا

"دیکھو نا بات بڑھ سکتی تھی ـــــ" اور پھر یوں ہی اور ملاقاتیں ہونے

کا امکان تھا ـــــ اور پھر عہد ٹوٹ جاتا ۔

" چلو یار پیچھے نہیں دیکھتے ـــ "

ـــ سلمان نے کہا

" کیوں ـــــ ؟

" ان کمبختوں سے پھر ملاقات ہونے کا خطرہ ہے ـــــ بڑی تیز ہیں

کیا پتہ ہمیں متاثر کر ہی لیں ۔ "

" اتنے کچے ارادے ہیں ـ ـ " ظفر بولا

" نہیں یار جہاں تک ہو ہمیں ایسے اتفاقات سے بچنا ہی چاہیے ۔ "

" تم سچ کہتے ہو ـــ چلو گھر چلیں ۔ "

کئی دن بیت گئے۔

زندگی بڑی اچھی گزر رہی تھی ـــ

سلمان اور ظفر ایک ہی گھر میں رہنے لگے تھے ـــ کشمیری نوکر کھانا پکاتا کام کرتا ـــ کبھی تاش کبھی کیرم ـــ اور کبھی باہر گھومنا ـــ گرمی کی وجہ سے بڑی رونق تھی ہر طرح کے لوگ موجود تھے۔ سرِ شام ہی دلفریب مسکراہٹیں اور رنگ برنگے آنچل سڑکوں پر نظر آنے لگتے۔

دونوں ہی اپنے عہد پر قائم تھے ـــ کبھی کوئی لڑکی دکھائی دیتی تو نظریں جھکا لیتے۔

جس طرف لڑکیاں ہوتیں کترا کر نکل جاتے ـــ اور پھر ایک دوسرے کو یوں دیکھتے جیسے معرکہ فتح کر لیا ہو۔

اتوار ہونے کی وجہ سے دونوں گھر پر تھے۔

" صاب آج کیا پکاندی ـــ ؟ ہاتو اپنے گنجے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے

بولا

"کیا کھاؤ گے ظفر — "

— سلمان نے پوچھا

"جو کھلاؤ — "

"جو تمہارا جی چاہے ہاتو — "

— سلمان نے ہاتو سے کہا

"مرغی پکا ندی صاحب — !"

"مرغی نہیں مرغا — !"

— ظفر ہنس کر بولا

"ایک ہی بات ہے صاب — !"

— ہاتو بھی کھی ہنسنے لگا —

"اس گھر میں عورت ذات کا داخلہ ممنوع ہے پتہ ہے نا — ؟"

— سلمان بولا

"میں اندر آسکتی ہوں — !"

نسوانی آواز سُن کر دونوں ہی بُری طرح چونکے

سامنے آسمانی کپڑوں میں لپٹی ہوئی دبلی پتلی لڑکی تھی — !

"کیا کام ہے — ؟

— سلمان ہکلاتے ہوئے بولا

"جی — جی — وہ — میرا مطلب ہے آپ اس گھر میں اکیلے

ہیں کیا ـــ؟

"ہاں ـــ آپ کو مطلب ـــ؟"

ـــ ظفر سختی سے بولا

"معاف کیجئے گا ـــ ہم نے ساتھ والی کوٹھی کرایہ پر لی ہے. میں نے سمجھا شائد میری ہم عمر کوئی لڑکی ہو گی اس گھر میں ـــ مگر ـــ مگر ـــ"

لڑکی پریشان نظر آنے لگی ـــ

"جی نہیں ـــ یہاں کوئی لڑکی تو در کنار لڑکی کا تصور بھی گناہ سمجھا جاتا ہے ـــ سمجھیں آپ ـــ؟"

ـــ ظفر گھر والے لہجے میں بولا

لڑکی روہانسی ہو گئی ـــ

"آئندہ تکلیف نہ کیجئے گا ـــ!"

سلمان آہستہ سے بولا

"جی ـــ جی ـــ!"

ـــ لڑکی سہمی سہمی واپس چلی گئی ـــ

"ہونہہ ـــ یہ سب ملاقات کے بہانے ہیں ـــ"

ـــ ظفر بولا

"ہاں ہاں ـــ بالکل ـــ تم جاؤ ماتو مرغا پکانا ـــ مرغی نہیں

ـــ سلمان بولا

اور ماتو عجیب و غریب مالک پر حیران ہوتا ہوا کمرے سے باہر نکل

گیا۔

"ان لڑکیوں نے تو زندگی گزارنا مشکل کر دیا ہے۔"

— سلمان جھلا گیا

"ہر موڑ پر بکھری پڑی ہیں —"

— ظفر فکرمند ہو گیا

"بس بچ بچ کر گزرتے رہو —"

سلمان نے شیو بنانے کا سامان نکال لیا — تولیہ پھیلا کر کہنے لگا —

"آج کہیں چلنے کا ارادہ ہے —"

"شام کو چلیں گے —"

— ظفر سوچ میں کھویا ہوا بولا

"کیا سوچ رہے ہو —؟"

"وہ یار — وہ سامنے والے بنگلہ میں جو لڑکی رہتی ہے گونگی ہے کیا؟"

"دیکھو مسٹر — گونگی ہو یا بہری ہمیں کیا مطلب —؟"

— سلمان جھلا کر بولا

"ہاں واقعی ہم تو عہد کر چکے ہیں کہ اب ہم کسی لڑکی کے بارے میں سوچیں گے تک نہیں —"

— ظفر جھینپ گیا۔

"یار مجھے تو شک ہے تم عہد توڑ دوگے"

—— سلمان چہرے پر صابن لگاتے ہوئے بولا

"نہیں سلمان —— یوں ہی پوچھ لیا تھا —— اصل میں تم سے بولتے جو نہیں دیکھا ——!"

—— ظفر خفت چھپانے کی کوشش کرتا ہوا بولا

"خیر چھوڑو —— بس میں تو کہتا ہوں گولی مارو ان سب کو ——"

"ماردی گولی ——!"

—— ظفر ہنس پڑا

"ایک خطرہ اور ہے ——"

" سلمان ہنسا

"وہ کیا —— ؟

"یہ —— کہ تم سج بن کر نہ نکلا کرو ——"

"یار یہ تو ہونے سے رہا —— اس میں کیا حرج ہے ——؟"

"دیکھو بیٹا —— تم دو گھنٹے تک شیشے کے سامنے کھڑے ہوکر بال بناؤ گے تو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا ——"

"اس سے کیا ہوتا ہے یار ——"

—— ظفر جھلا کر بولا

"کیوں نہیں ہوتا —— لڑکیاں سب سے پہلے ہیر اسٹائل سے متاثر ہوتی ہیں ——"

" میں تو کہتا ہوں کہ ثابت قدم رہنا چاہیئے ـــــ بس ....."

" اچھا دیکھ لیں گے ـــــ!"

باہر بارش کے آثار تھے ـــــ بادل گرجا تو ظفر کہنے لگا۔

" میں اس پہاڑ کے موسم سے بہت تنگ ہوں ـــــ"

" موسم تو خیر جو ہے ـــــ یہاں سکون بہت ہے ـــــ اب تو سیزن شروع ہوا ہے نا ـــــ سردیوں میں آتو بولیں گے ـــــ!

" یعنی میں اور تم ـــــ!"

ـــــ ظفر ہنستے ہوئے بولا

" یہی سمجھ لو ـــــ"

ـــــ سلمان نے قہقہہ لگایا

کالی گھٹا اُمڈ آئی تھی ـــــ فضا کچھ تاریک ہو گئی تھی ـــــ!

ظفر اور سلمان اپنی باتوں میں مگن تھے۔

٭

سلمان لان میں بیٹھا اخبار دیکھ رہا تھا کہ ظفر بھاگتا ہوا آیا۔ اُس کے ہاتھ میں خط تھا۔!

"سلمان مصیبت ۔۔۔ مصیبت آنے والی ہے ۔"

۔۔۔ وہ گھبرایا ہوا بولا

"کیوں کیا ہوا۔۔۔؟

۔۔۔ سلمان نے جلدی سے پوچھا

"یہ خط دیکھو۔۔۔ تباہی کا سامان ۔۔۔!"

۔۔۔ ظفر نے خط آگے بڑھا دیا

"کچھ بتاؤ گے بھی ۔۔۔!"

"یہ خط پڑھ لو۔۔۔"

۔۔۔ ظفر سہمی ہوئی آواز میں بولا

"لاؤ ۔۔۔ اِدھر ۔۔۔ ارے یہ تو اختر کا خط ہے ۔۔۔ اس میں

گھبرانے کی کیا بات ہے ـــ"

ـــ سلمان حیرت سے بولا

" تم پڑھو تو سہی یار ـــ"

ـــ ظفر آہستہ سے بولا

سلمان خط پڑھنے لگا ـــ جوں جوں وہ خط پڑھتا جا رہا تھا اس کا چہرہ زرد پڑتا جا رہا تھا ـــ بھنویں سکڑتی جا رہی تھیں۔

لکھا تھا ـــ!

پیارے ظفر و سلمان ـــ!

یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ تم دونوں اکٹھے ہو گئے ہو۔ میرا بڑا دل چاہتا تھا کہ تم لوگوں کے پاس آتا ـــ مگر چھٹی نہیں مل سکی ـــ تم دونوں کو یہ تو علم تھا نا کہ میری چھوٹی بہن لندن میں پڑھتی ہے۔ وہ حال ہی میں واپس لوٹی ہے ـــ آج کل وہ ناول لکھ رہی ہے ـــ یہاں کی گرمی سے پریشان ہے۔ اس کا پروگرام پہاڑ کا بن گیا ہے۔ جمعرات کو خالہ کے ساتھ اسے بھیج رہا ہوں۔

اس کا خیال رکھنا ـــ اور سیر کرانے کا بھی تم دونوں کا ذمہ ـــــ امید ہے اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دو گے ـــ چھٹی ملی تو خود بھی آؤں گا ـــ

والسّلام ـ تم دونوں کا دوست

"اختر"

"اب کیا ہوگا ــــ ؟
ــــ سلمان گھبرا کر بولا
"ظاہر ہے وہ ٹھہریں گی بھی یہیں ــــ اور ہم دونوں تو پہلے ہی گھبراتے ہیں ــــ !"
ظفر پریشان ہو کر بولا
"اب سوچ کیا رہے ہو ــــ بانو سے کہو اس طرف والے دو کمرے اس کے لئے ٹھیک کر دے ــــ عجیب مصیبت ہے ــ"
ــــ سلمان کہنے لگا۔
" اور ٹائم بھی نہیں لکھا ــــ کہ کون سی بس سے پہنچیں گی ــــ پہلے سارا دن بس کے اڈے پر انتظار کرو نا ــــ !"
ــــ سلمان بولا
"خطرہ ایک دم بڑھ گیا ہے ــ"
"ہوشیار رہنا ــ"
" بالکل ہوشیار ــــ خبردار ــ"
" مخزمہ آئی بھی لندن سے ہیں ــ"
"خطرہ بہت زیادہ ــ"
" اُسے سیر کروانا بھی ہمارا ذمہ ــ"
" دفعہ ۱۴۴ لگا لو اپنے اُوپر ــ"
" بالکل ــــ مگر ــــ فکر کی بات ہے ــ"

"یار مرد ہو کر حوصلہ ہار بیٹھے ہو ۔۔۔؟
۔۔۔ سلمان نے تسلی آمیز لہجے میں کہا ۔
"حالات انسان سے بہت کچھ چھین سکتے ہیں ۔۔۔"
"مگر حالات کے پنجے تو مروڑے جا سکتے ہیں ۔۔۔"
"اللہ کرے وہ کالی ہو ۔۔۔ بدصورت ہو ۔۔۔"

۔۔۔ ظفر بولا
"اس سے کیا ہوگا ۔۔۔؟"
"میں تو مذاق کر رہا ہوں یار ۔۔۔۔ دُنیا کی کوئی طاقت ہمیں اپنے عہد سے نہیں پھرا سکتی ۔۔۔"
"زندہ باد ۔۔۔"
"چلو آؤ آج ذرا آزادی سے گھوم لیں ۔۔۔"
۔۔۔ سلمان بولا
"آزادی ۔۔۔"
"ہاں جب تک وہ محترمہ رہیں گی ان کی قید میں بجو رہیں گے ۔"
"چلو آؤ ۔۔۔!"
دونوں ہنستے ہوئے باہر نکل آئے ۔

٭

بس کے اڈے پر بیٹھے بیٹھے دونوں تنگ آ گئے تھے۔
کئی بسیں آئیں مگر ان میں سے کوئی بھی صورت ایسی نہ نکلی جو
اختر کی بہن ہو سکتی تھی۔
"چلو یار بھوک لگ گئی اب تو —"
— ظفر تنگ آ کر بولا
"انتظار کرو بیٹا —!"
"میں جا رہا ہوں —!"
— ظفر کہنے لگا۔
"تم مجھے مصیبتوں کے طوفان میں اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتے —!"
"تو پھر —"
"ایک دو بسیں اور دیکھ لیں —"
"مگر ہم اسے پہچانتے بھی تو نہیں —"

___ سلمان بولا

" اس کے ساتھ اس کی خالہ بھی ہوگی ___"

" ابھی تک تو ایسی کوئی لڑکی نہیں اُتری جس کے ساتھ خالہ نما قسم کی چیز ہو ___"

" بیٹھو نا ___!"

" بابو کوئی آرہا ہے کیا ___؟

سلمان نے دیکھا ___ وہی تتلی لڑکی تھی

" ہاں ___"

" سامان میں اٹھاؤں گی ___"

" تم ہی اٹھا لینا ___"

" بخشیش ملے گی نا ___؟"

لڑکی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

" تم لوگوں کی بھی عجیب عادتیں ہیں ___"

___ سلمان تلخی سے بولا

" کیا عادتیں بابو ___"

" تم سمجھتی ہو ___؟"

لڑکی کی آنکھیں بھر آئیں ___ پلّو سے آنکھیں پونچھتے ہوئے بولی۔

" مہنگائی زیادہ ہے نا بابو ___"

سلمان کو لگا جیسے ایک بار پھر وہ اُسے تھپڑ مار گئی ہو۔

"زیادہ منہ نہ لگاؤ سلمان ۔"

ظفر جو اتنی دیر سے خاموش کھڑا تھا نہ رہ سکا ۔۔۔!

بس آ گئی ۔۔۔!

سلمان اور ظفر نے دیکھا ۔۔۔ ایک بوڑھی عورت کے ساتھ سڈول سے جسم والی ۔۔۔ سنہری سنہری بالوں والی ایک لڑکی ہے۔ لڑکی نے کوٹ پہن رکھا تھا ۔۔۔ اور اس کے سیدھے سیدھے سنہرے بال ہوا میں لہرا رہے تھے۔

"سلمان ۔۔۔ شائد یہی اختر کی بہن ہے ۔"

۔۔۔ ظفر بولا

دونوں آگے بڑھے

"بیٹا ۔۔۔ تم سلمان ۔۔۔!"

بوڑھی عورت کہنے لگی ۔

"جی ہاں ۔۔۔ آداب ۔۔۔!"

"جیتے رہو ۔۔۔"

۔۔۔ خالہ نے دعائیں دیں ۔۔۔

"ہیلو ۔۔۔"

۔۔۔ لڑکی کہنے لگی

فلمی لڑکی کو کوئی اور زیادہ دلچسپ سامان مل گیا تھا ۔۔۔ اس

لئے سلمان نے دوسرا قلی لے لیا ـــــ

خالہ بار بار چھینک رہی تھیں ـــــ

" آؤ چاند بیٹی ـــــ "

ـــــ خالہ نے اسے پکارا ـــــ جو آس پاس کے مناظر میں کھوئی ہوئی تھی۔ حسن و جمال کے اعتبار سے بھی وہ منفرد تھی۔ ستواں ناک نقشہ ـــــ گورا چٹا رنگ پھول سے رخسار ـــــ اور پھول کی طرح نرم و نازک پتیوں جیسے ہونٹ خوبصورت لانبی لانبی آنکھیں

سلمان اور ظفر آنکھیں جھکائے ہوئے تھے ـــــ مگر ایک دوسرے سے چوری نظریں اٹھا لیتے ـــــ

" چلئے ـــــ ! "

ظفر بولا

وہ ان دونوں کے ساتھ ساتھ چلنے لگی ـــــ خالہ بار بار پیچھے رہ جاتیں ـــــ

" ہائے اللہ ـــــ کتنا جان لیوا منظر ہے ـــــ خالہ اماں دیکھ رہی ہیں آپ ـــــ ؟ "

ـــــ چاند گہرا سانس لیتے ہوئے بولی

" توبہ ـــــ توبہ ـــــ میں تو تھک گئی ہوں ـــــ "

خالہ اونچے اونچے راستوں پہ چلتے ہوئے ہانپ رہی تھیں۔

ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ـــــ پہاڑ ہی پہاڑ ـــــ قدرت

کا بے پایاں حسن ۔۔۔ !

" ہے نا سلمان صاحب ۔۔۔"

۔۔۔ وہ ایک دم سلمان کی طرف مڑکر بولی

" جی ۔۔۔ جی ہاں ۔۔۔ !"

۔۔۔ سلمان بُری طرح گھبرایا ہوا تھا ۔۔۔ !

سورج غروب ہو رہا تھا ۔۔۔ اُفق سرخی سے لالہ زار بنا ہوا تھا سڑکوں پر ۔۔۔ ڈھلوانوں پر ۔۔۔ بلندیوں پر ۔۔۔ رنگ برنگے جاذب نظر لباس یوں لبھا رہے تھے جیسے بہار کے موسم میں کسی خوبصورت پارک میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوں ۔۔۔

" کتنی دور جانا ہے بیٹا ۔۔۔"

۔۔۔ خانم بُری طرح تھک گئی تھیں ۔۔۔

" بس وہ سامنے سفید بنگلہ ہے نا ۔۔۔"

۔۔۔ سلمان نے اشارہ کیا

" اوہ گڈ ۔۔۔ آئیڈیل پلیس ۔۔۔"

لڑکی اچھل پڑی

" کتنی پیاری جگہ رہتے ہیں آپ ۔۔۔ آپ کو تو کچھ بن جانا چاہیئے۔"

وہ ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے کہنے لگی

" کیا بن جانا چاہیئے ۔۔۔ ؟"

۔۔۔ ظفر نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا

" ادیب ـــــ یا مصوّر ـــ "

ـــــ وہ بے پرواہی سے بولی

" جی ـــ "

ـــ سلمان بھونڈی سی ہنسی ہنس دیا

" جی کیا ـــــ ؟

ـــ لڑکی نے یوں کہا جیسے کہہ رہی ہو ـــــ تم بہت بیوقوف ہو۔"

" کچھ نہیں جی ـــ ! "

ـــ سلمان کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔ خالہ ہانپ رہی تھیں ـ

ظفران کا بازو پکڑتے ہوئے کہنے لگا۔

" آپ تھک گئی ہیں ـــ کوئی ڈانڈی والا بھی تو نظر نہیں آتا ـ

" آپ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں ـــــ میں نے تو زندگی میں پہلی بار اپنے آپ کو اتنی اونچائی پر پایا ہے ـــ "

ـــــ اوپر چڑھتے ہوئے وہ چپاخ پٹاخ باتیں کرتی جا رہی تھی۔ خالہ ہانپتی کانپتی چل رہی تھیں ـــــ اور وہ دونوں ہونقوں کی طرح ساتھ تھے۔

" آپ کو تسکار سے دلچسپی ہے ـــ ؟"

ـــــ لڑکی نے مڑ کر پوچھا

" جی ہاں تھوڑی بہت ـــــ "

۔۔۔ سلمان نے جواب دیا

" ونڈرفل ۔۔۔ مزے ہو گئے ۔۔۔ ایک روز شکار کا پروگرام بھی بنائینگے"

۔۔۔ وہ بچوں کی طرح تالی پیٹتے ہوئے بولی

" آ ۔ آپ ۔۔۔ شکار پر جائیں گے ۔۔۔

ظفر ہکلا کر پوچھنے لگا۔

" ہاں ۔۔۔"

دروازے پر ہی ماتو اپنی پوری بتیسی نکالے کھڑا تھا

جلدی جلدی قلی سے سامان لے کر رکھنے لگا۔

" اب جلدی سے چائے مل جائے ۔۔۔"

۔۔۔ لڑکی بے تکلفی سے صوفے پر دراز ہو گئی۔

" جی ہاں ضرور ۔۔۔"

۔۔۔ ظفر کہتے ہوئے باہر نکل گیا

خالہ پلنگ پر نیم دراز بے حساب چھینکیں لے رہی تھیں۔

سلمان بو نگا بنا کھڑا تھا۔

" آپ دفتر کس وقت جاتے ہیں سلمان صاحب ۔۔۔"

۔۔۔ لڑکی نے پوچھا

" جی ۔۔۔ صبح ۔۔۔ !"

" اور ظفر صاحب ۔۔۔"

" وہ شام کو ۔۔۔"

"کیوں ـــ؟"

"میری اور اس کی ڈیوٹی میں فرق ہے ـــ!"

"کیسا فرق ـــ اختر بھائی نے بتایا تھا کہ آپ دونوں ایک ہی محکمہ میں کام کرتے ہیں ـــ"

ـــ وہ بالوں کو ربن باندھتے ہوئے بولی

"یہ صحیح ہے ـــ مگر مجھے صبح کام کرنا پڑتا ہے اور اُسے شام کو۔"

"اوہ ـــ یہ تو مصیبت ہو گئی ـــ"

"کیوں ـــ؟"

"مجھے کون گھمائے گا ـــ!"

"یہ ـــ تو ـــ واقعی پرابلم ہے ـــ"

ـــ سلمان سر کھجاتے ہوئے بولا

"پرابلم کیسی ـــ ٹھیک ہے ـــ میں نے سوچ لیا ـــ"

"کیا ـــ؟"

"آپ دونوں چھٹیاں لے لیں ـــ"

"جی ـــ!"

ـــ سلمان حیرت سے بولا

"ہاں چھٹیاں لے لیں ـــ لے لیں گے نا ـــ؟" وہ بھولپن سے کہنے لگی ـــ

"جیسا آپ چاہیں گی ـــ"

___ سلمان گھبرا سا گیا

" ہے نا پگلی ___ نا بیٹا نا ___ تم چھٹیاں نہ لینا ___ گھوم لیں گے ___ تھکن تو اُترے "

___ خالہ بولیں

" نہیں خالہ ___ اس طرح میں خاک ابخوائے کروں گی ___ اور پھر مجھے اپنا ناول بھی تو مکمل کرنا ہے "

ہاتو چائے لے آیا ___ کچھ پھل اور بسکٹ بھی تھے ۔

چائے پی کر سلمان اور ظفر تو اپنا اپنا سر پکڑے کمرے سے باہر نکل آئے خالہ خراٹے لینے لگیں اور چاند وہیں صوفے پر بیٹھی بیٹھی پروگرام بنانے لگی ۔

❖

بارش ہونے سے صبح خوب نکھری ہوئی تھی ـــــ چونکہ اتوار تھا
اس لئے ظفر اور سلمان دونوں ہی گھر پر تھے۔
چاند کھڑکی میں کھڑی پہاڑی مناظر میں کھوئی ہوئی تھی سفید رنگ
کے چست پائجامے پر سڈول بدن سے چپکا ہوا سُرخ کرتا اور سُرخ ہی باریک
ریشمی دوپٹہ اس کے سینے میں لہرا رہا تھا۔
ـــــ کنول جیسی آنکھوں میں عمر خیام کی رباعیوں جیسی مستی جھلک
رہی تھی۔ غنچہ دہن شبنم سے دُھلے ہوئے گلاب کی طرح نکھرا ہوا چاندنی
جیسا چہرہ ـــــ گداز مرمریں بانہیں ـــــ بھرے بھرے شانوں پر
بکھری ہوئی مشکبار زلفیں کانوں میں جھلملاتی ہوئی سنہری بالیاں۔
" باہر جانے کا موڈ ہے ـــــ ؟"
ـــــ ظفر نئی نویلی دلہن کی طرح شرماتے ہوئے بولا
" جی ـــــ "

۔۔۔ اس کے گلابی ہونٹوں کی پنکھڑیاں کھل اٹھیں ۔۔۔ اور بادامی آنکھوں میں سرمئی پلکوں کے غلاف پڑ گئے ۔

" میرا مطلب ہے ۔۔۔ کہیں باہر ۔۔۔"

۔۔۔ وہ بوکھلا گیا

" ہاں ہاں کیوں نہیں ۔۔۔"

۔۔۔ جھکی ہوئی بادامی آنکھوں پر سے سرمئی جھالر اٹھ گئی ۔۔۔ ہونٹوں کے گلاب کھل سے گئے ۔

" تو ۔۔۔ پھر ۔۔۔"

" آپ بھی کہتے ہوں گے میں کہاں کھوئی ہوئی تھی ۔۔۔ اصل میں میں سوچ رہی تھی ۔۔۔ کہ کیوں نا میری ہیروئن ایک پہاڑی لڑکی ہو ۔۔۔ جس کا محبوب بچھڑ گیا ہو ۔۔۔ اور وہ برہا کی ماری اس کے غم میں پاگل ہو گئی ہے ۔۔۔ ہے نا ۔۔۔"

۔۔۔ وہ ہتھیلیوں پر چہرہ جمائے بڑی بھلی لگ رہی تھی ۔

" جی ۔۔۔ جی ہاں ۔۔۔ اسے پاگل ہو جانا چاہیئے ۔۔۔"

ظفر نے بے تکی ہانک دی ۔

" مگر کیوں ۔۔۔ ؟

۔۔۔ چاند نے پوچھا

" جی ۔۔۔ وہ ۔۔۔ وہ اس لئے کہ آپ کہتی ہیں ۔۔۔"

۔۔۔ وہ بری طرح گھبرا گیا ۔

" پاگل ہونے کا کوئی جواز بھی تو ہو "

— چاند بولی

" میرے خیال میں ہمیں چلنا چاہیئے — سلمان تیار ہو گیا ہے "

— ظفر پریشان ہو کر بولا

" اچھا چلئے "

— اپنا بیگ پکڑ کر وہ بولی

سلمان بھی آ گیا — کہنے لگا

" خالہ نہیں چلیں گی "

" نہیں — انہیں نزلہ ہو گیا ہے — آرام کر رہی ہیں "

" اچھا "

— سلمان بے بسی سے بولا

" چلئے — مگر ٹھہریئے — میرے کھانے کے لئے کچھ ساتھ لیا یا نہیں۔

چاند ایک دم مڑ کر بولی

" جی — ! "

— دونوں ایک ساتھ مڑ کر بولے

" مجھے بھوک بہت لگتی ہے — اور پھر ذرا بھی برداشت نہیں ہوتی " ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں — ذرا بھی ہمت نہیں رہتی "

" تو پھر — میرے خیال میں "

ــــ سلمان آہستہ سے بولا

" چلئے کچن میں دیکھتے ہیں کچھ ــــ "

وہ دونوں بدھو بنے اس کے ساتھ کچن میں آگئے۔

وہ کھڑی ہاتو کو آرڈر دے رہی تھی ــــ

" دیکھو ٹوکری میں پھل رکھ دو ــــ اور تھرموس میں کافی بنا کر ڈال دو ــــ "

ــــ پھر سلمان کی طرف دیکھکر بولی

" کافی میری کمزوری ہے۔ جب تک کافی یا چائے نہ پیوں ــــ دماغ میں خوبصورت باتیں نہیں آتیں ــــ "

وہ دونوں خاموش ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ہاتو نے کافی بنا کر تھرموس میں ڈال دی ــــ ٹوکری میں پھل رکھدیئے۔

" یہ لیجئے سلمان صاحب ــــ یہ تھرموس اور میری لوشن ٹب آپ پکڑ لیجئے اور ظفر صاحب یہ باسکٹ آپ لے لیجئے ــــ چلئے اب ــــ "

اور اگلے لمحے وہ اپنے دودھیا بدن کی مہکاروں سے جادو جگاتی ہوئی اونچی ہیل کی سینڈلوں کی آواز کا طلسم بکھیرتی ہوئی اُن کے ساتھ چلی جارہی تھی ــــ

وہ دونوں لدے پھندے ساتھ تھے ــــ

سلمان کے ہاتھ میں تھرموس اور چاند کی لوشن ٹب تھی ــــ ظفر نے پھل کی باسکٹ پکڑی ہوئی تھی۔

اُونچے نیچے راستے ــــ خوبصورت راستے ــــ مہکے ہوئے راستے ــــ

"یوں تو پہاڑ کی ہر چیز حسین اور رومان انگیز ہوتی ہے وہ آس پاس نظریں دَوڑاتے ہوئے بولی۔

"مگر ــــ نیلے نیلے پہاڑوں کے نشیب و فراز اور ان پر بنے ہوئے خوبصورت مکان اس طرح نظر آتے ہیں جیسے بگلوں کی ایک بہت بڑی قطار زمین سے آسمان کی طرف محوِ پرواز ہو ــــ ہے نا سلمان صاحب "

"جی ــــ جی ہاں بالکل ــــ"

ــــ سلمان بات کا مطلب سمجھے بغیر بولا

"اور ظفر صاحب وہ دیکھئے ــــ تارکول کی بل کھاتی ہوئی سڑکیں۔ ان پر چلتے ہوئے کتنا اچھا لگتا ہوگا ناں ــــ"

"جی ہاں ــــ!"

ــــ ظفر بے خیالی میں بولا

"بالکل یوں جیسے عمر خیام کی کوئی حسین رباعی ــــ اوہو ــــ یہ مثال کچھ غلط ہوگئی ــــ"

وہ ہنس پڑی

"کوئی بات نہیں جی ــــ"

وہ دونوں بھی بے وقوفوں کی طرح ہنس دیئے

" میرے خیال میں ان سڑکوں پر چلنے والوں کو یوں لگتا ہوگا جیسے —
جیسے وہ کسی رومانی شاعر کا حسین تخیل بن کر بلندیوں پر پرواز کر رہے
ہوں۔

چاند کے وجود میں لطیف سی تڑپ تھی —— وہ تو تھی آرٹسٹ
اور فنکار ایسے ماحول میں جذباتی ہو جایا کرتا ہے — کچھ ایسی ہی کیفیت
تھی اس کی —"

" ارے آپ دونوں تو بالکل صُم "بکم" ہیں —"
وہ ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی

" کچھ بولئے ناں —"
—— وہ ہنس دی۔

" بولو ظفر —"
—— سلمان نے اسے ٹھوکا دیا

" تم بولو نا —"
—— ظفر کی نظروں میں بے بسی تھی

" ہاں تو پھر بسم اللہ ——"
—— وہ ہنستے ہوئے دوہری ہوئی جا رہی تھی

" آپ —— آپ کہانیاں لکھتی ہیں —"
—— ظفر کھنکارتے ہوئے بولا

" جی ہاں ——!"

—— وہ ہنسی چھپاتے ہوئے بولی

" کیسے لکھ لیتی ہیں ——"

—— سلمان نے ظفر کی مدد کی۔

" سلمان کا مطلب ہے کہ آپ —— وہ —— وہ پلاٹ کیسے منتخب کرتی ہیں ——"

ظفر یوں خوش ہو گیا جیسے اس نے اپنا نام عقلمندوں کی لسٹ میں دیکھ لیا ہو ——

" مجھے الف لیلوی پلاٹ بالکل پسند نہیں ——"

پہاڑی پر چڑھنے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا —— سانس پھول رہا تھا۔

کہنے لگی۔ !

" الف لیلوی خاکوں میں محض خیالی پلاؤ دم کئے جاتے ہیں —— جنہیں پڑھ کر انسان کھو جاتا ہے —— لیکن پاتا کچھ بھی نہیں —— ایسی کہانیوں میں حقیقت کا گمان ہونے لگے۔ ہے ناں ——"

" جی ہاں بالکل صحیح فرماتی ہیں آپ ——"

—— سلمان سنجیدگی سے بولا

" اس لئے میں اپنی کہانی کے لئے ایسا پلاٹ منتخب کرتی ہوں جو صحیح معنوں میں زندگی کی عکاسی کرے —— اور میں تو ان لوگوں کی زندگی سے پلاٹ منتخب کرتی ہوں —— جنہیں قریب سے دیکھا ہو ——"

"جی ۔۔۔!؟
۔۔۔ ظفر گھبرا کر بولا
"جی ہاں ۔۔۔"
۔۔۔ وہ لاپرواہی سے بولی
پھر ایک دم ہی ظفر کی طرف مڑ کر بولی
"ظفر صاحب ۔ آپ کی زندگی میں کبھی کوئی لڑکی آئی ہے ۔۔۔"
"جی ۔۔۔ جی ۔۔۔ میں ۔۔۔ بالکل نہیں ۔۔۔ بالکل نہیں جی"
۔۔۔ ظفر بوکھلا گیا
"سلمان صاحب آپ کہیئے ۔۔۔"
۔۔۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی
"میں تو ۔۔۔ میں بہت شریفانہ طبیعت ہوں جی ۔۔۔"
۔۔۔ سلمان پریشان ہو کر بولا
"یہ لو ۔۔۔ شریف آدمی کو محبت نہیں ہو سکتی ۔۔۔"
۔۔۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی
"ہوتی تو ہو گی ۔۔۔ مگر میں نے قسم ہے کبھی نہیں کی ۔۔۔"
۔۔۔ سلمان جھینپ گیا ۔
"پہلے مجھے یہ بتایئے کہ محبت کی جاتی ہے یا ہو جاتی ہے ۔۔۔؟"
۔۔۔ وہ اس کی طرف غور سے دیکھتی ہوئی بولی
"ہوتی ہو گی جی ۔۔۔ ضرور ہوتی ہو گی ۔۔۔"

ـــــ سلمان کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا

"آپ دونوں ہیں کیا شئے ـــــ!"

ـــــ وہ ہنستے ہوئے لوٹ رہی تھی۔

"جی ـــــ"

ـــــ دونوں ایک ساتھ بولے

"خیر جانے دیجئے ـــــ ٹھہریئے میں ایک تصویر لے لوں ـــــ کتنا خوبصورت منظر ہے ـــــ"

وہ ہنستے ہنستے رک گئی اور کیمرہ ٹھیک کرنے لگی۔

"کس مصیبت میں پھنس گئے یار ـــــ"

ـــــ سلمان آہستہ سے بولا

"مجھے دیکھو نا ـــــ محترمہ نے اپنا پرس بھی مجھے پکڑا دیا ہے ـــــ"

ظفر سرگوشی کے لہجے میں بولا

"ارے آپ لوگ رک کیوں گئے ـــــ آیئے نا ـــــ"

ـــــ وہ کیمرہ بند کرتے ہوئے کہنے لگی

"یہ آپ کا پرس ـــــ"

ـــــ ظفر روہانسا ہو رہا تھا

"اوہ تھینکیو ـــــ مجھے تصویریں اتارنے کا بھی بڑا شوق ہے۔ میرے البم میں لندن ـــــ پیرس ـــــ سوئٹزرلینڈ ـــــ روم کے تقریباً سارے خوبصورت مناظر قید ہیں ـــــ"

" اچھا ـــ !"

ـــ سلمان حیرت سے بولا

" ہاں ـــ آپ کبھی کراچی آئیں گے نا تو دکھاؤں گی ـــ"

" شکریہ ـــ !"

ـــ سلمان کھی کھی ہنستے ہوئے بولا

" میں بھی دیکھوں گا ـــ"

ـــ ظفر جل گیا

" ہاں ہاں آپ دونوں کو دکھاؤں گی ـــ"

ـــ وہ یوں بولی ـــ جیسے تصویریں دکھا کر ان دونوں پر بڑا احسان کرے گی ـــ

" مس ـــ !"

ـــ ظفر اس کا نام نہ لے سکا ـــ !

" آپ میرا نام کیوں نہیں لیتے ـــ"

" آپ کا نام ـــ"

ـــ سلمان کا حلق خشک ہونے لگا۔

" ہاں ـــ پانڈ کہا کیجئے نا ـــ"

" حیا ـــ نہ ـــ"

ظفر بمشکل کہہ سکا۔

" پہلے پہل ذرا عجیب لگتا ہے ـــ دو چار بار پکاریں گے تو عادت

ہو جائے گی۔"

—— وہ ہنستے ہوئے بولی

"یہ —— جھیل آ گئی ——!"

—— سلمان جلدی سے بولا

"اوہ —— کتنی پیاری جھیل ہے —— بالکل میرے ناول کے ہیرو کی آنکھوں کی مانند گہری ——!"

"آپ کے ہیرو کی آنکھیں نیلی ہیں ——!"

—— سلمان نے پوچھا

"میرے خیال میں نیلی ہی ٹھیک رہیں گی —— کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نیلی آنکھیں بیوفا لوگوں کی ہوتی ہیں —— مگر میرا ہیرو تو وفادار ہے ——

وہ سوچتے ہوئے بڑی معصوم لگ رہی تھی ——!

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے —— نیلی ہوں یا کالی —— جس نے بے وفائی کرنی ہے وہ تو کرے گا ہی —— ہے نا سلمان ——!"

ظفر بولا

"ہاں ٹھیک ہی کہتے ہیں آپ ——"

چاند پتھر پہ بیٹھتے ہوئے کہنے لگی ——!

"ویسے آنکھیں آپ کی بھی بری نہیں —— مگر ایسی آنکھوں کو کیا کہا جاتا ہے ——!"

وہ پھر سوچنے لگی ——

"کیا کہا جاتا ہے ــــ ؟"

ظفر جلدی سے بولا

"غلافی آنکھیں ہے نا سلمان صاحب ــ"

"کہا جاتا ہوگا ــــ"

ــــ سلمان ناگواری سے بولا

"آپ لوگ بیٹھ جائیں نا ــــ مجھے تو بھوک لگی ہے ــ"

ــــ وہ باسکٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی

"سلمان صاحب ــــ یہ سیب ذرا چھیل دیجئے ــــ اور ظفر صاحب میرے لئے کپ میں کافی توڑ ڈالئے ــــ اور ہاں یہ بسکٹ بھی دیجئے ۔"

"لیجئے ــــ !"

ظفر نے کافی کپ میں انڈیل کر سامنے کر دی ــــ !

سلمان اس کے لئے سیب چھیل رہا تھا ــــ ظفر بسکٹ کا ڈبہ کھول کر بسکٹ سامنے رکھ رہا تھا ــ ! اور وہ مزے سے کھاتی جا رہی تھی ــــ اس نے کسی کو بھی تو نہ پوچھا ــــ کبھی سلمان کے ہاتھ سے سیب لیتی ــــ اور کبھی ظفر کے ہاتھ سے بسکٹ ــ !

کھاتے کھاتے ٹھنڈا سانس لیکر کہنے لگی ــــ کوئی چیز نہ بدلے گی ــــ صرف انسان بدل جائے گا ــــ اس کے چہرے کی چمک دمک ماند پڑ جائے گی ۔

"اُف میں کتنی خوبصورت باتیں سوچتی ہوں ــــ ہے ناں ــ"

"جی ہاں ــــ اس میں کیا شک ہے ــ"

ــــ سلمان آہستہ سے بولا

"یہ خوبانی لیجئے ــــ"

ــــ ظفر اس کو کھلانے پر لگا ہوا تھا ــــ اور اسے بھی انکار کسی چیز سے نہیں تھا ــــ کھائے جا رہی تھی ــــ بغیر انہیں پوچھے ہوئے کہنے لگی ــــ!

"ہاں تو میں کہہ رہی تھی ــــ!

"انسان بدل جائے گا ــــ اس کے بالوں میں چاندی کے تار گھل مل جائیں گے ــــ اور وہ چند گزرے ہوئے لمحوں کو ہتھیلی پر لئے لئے دُنیا کی بھول بھلیوں میں کھویا کھویا پھرے گا ــــ روح کی تلاش میں ــــ بغیر کسی آسرے کے ــــ بغیر کسی اُمید کے ــــ ہائے ــــ میں کتنے خوبصورت الفاظ کہتی ہوں ــ"

"جی ہاں بالکل ــ"

ــــ سلمان آہستہ سے بولا

"یہ چیزیں بند کر لیجئے ــــ! اور چلئے نیچے چلتے ہیں ــ"

وہ اُٹھ کھڑی ہوئی ــــ!

"چلئے ــــ!

دونوں کپڑے جھاڑ کر بھوکے پیاسے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

" ٹھہریئے ——!
—— چلتے چلتے وہ رُک گئی ——!
" کیوں ——"
" قلم ہے آپ کے پاس ——"
دونوں نے اپنے قلم ایک ساتھ نکال لیئے ——
" میرے ذہن میں ایک خوبصورت فقرہ آیا ہے ——!" ذرا نوٹ کر لیجئے ——!"
" جی ——!"
" لکھئے —— لمحے دھواں بن کر اُڑتے ہیں —— اُڑتے ہیں نا —— وہ پوچھنے لگی ——!
" ہاں ہاں بالکل اُڑتے ہیں ——"
ظفر یقین سے بولا
" چلئے پھر ——"
تب وہ ان کے ساتھ تیز رو آبشاروں کی نزاکت بنی چلتی رہی۔ وہ دونوں اس کا سامان اُٹھائے ہونقوں کی طرح ساتھ تھے ——!

٭

دوپہر کا وقت تھا ۔۔۔!

آسمان کی نیلاہٹوں پر اُمڈی ہوئی گھٹاؤں کے پہرے لگے تھے۔
یوکلپٹس کے بلند پیکر درخت چپ چاپ کھڑے تھے ۔۔۔ فضا میں سُرمئی
تاریکی پھیل رہی تھی ۔۔۔ برسات کی آمد کی خوشبو اُمڈ رہی تھی ۔۔۔
ظفر اور سلمان ابھی دفتر سے نہیں لوٹے تھے ۔۔۔!

چاند کھڑکی میں کھڑی ۔۔۔ اُونچے اُونچے کہساروں سے دبے
پاؤں اُترتے ہوئے جھینپئی اُجالے بکھیر رہی تھی ۔۔۔!

" چاند بیٹی ۔۔۔ مجھے ذرا وہ اسپرو دے دینا ۔۔۔ خالہ اپنے
سُرخ ناک پر رومال رکھے بولیں "

" اچھّا خالہ ۔۔۔ "

" اگر ایسا رہا تو میں نہیں رہوں گی ۔۔۔ "

۔۔۔ خالہ بولیں

"نہیں خالہ ابھی تو ہم آئے ہیں ـــــ گھومے بھی نہیں ـــ"

"بیٹی میں اپنی طبیعت کا کیا کروں ـــــ"

"موسم کی تبدیلی کا اثر ہے ـــــ اچھی ہو جائیں گی آپ ـــ" چاند انہیں بخار کی ٹکیہ دیتے ہوئے بولی

"بی بی ـــــ چائے بنا دوں ـــــ"

ـــ ہاتو اپنے سر کو کھجاتا ہوا بولا

"نہیں ـــ اب کھانے کے بعد پیوں گی ـــــ سنو ـــ"

ہاتو قریب آگیا ـــ!

"یہ سلمان صاحب اور ظفر صاحب کس وقت آتے ہیں ـــ"

"بس ابھی آنے ہی والے ہیں ـــ"

"سلمان صاحب تو کہتے تھے کہ ان کی ڈیوٹی شام کو ہوتی ہے ـــ"

"ہفتے میں دو دن ـــ!"

ہاتو نے بتایا ـــ!

"اچھا اچھا ـــــ!

اسی لمحے وہ دونوں آگئے ـــ!

"ہیلو ـــ"

ـــــ چاند ہنس کر بولی

"ہیلو ـــ"

ـــــ دونوں نے ایک ساتھ کہا

" چلئے پہلے کھانا کھائیں بڑی بھوک لگی ہے ۔"

ـــــ چاند کہنے لگی ـــ !

" ہاں ہاں چلئے ـــ !"

ظفر ہاتھ دھونے لگا ـــ تو چاند بولی

" مجھ سے انتظار نہیں ہوتا ـــ"

" جی ـــ !"

سلمان گھبرا سا گیا ـــ !

" آئندہ آپ نے دیر کی تو میں کھا لوں گی ہاں ـــ اُسے واقعی بڑی بھوک لگی تھی ـــ !

ظفر بھی آگیا ـــ !

تینوں کھانا کھانے لگے ـــ !

" ظفر ـــ !"

سلمان کہنے لگا ـــ !

" ہوں ـــ"

" دیر سے نہ آیا کرو ـــ"

سلمان ڈرتے ڈرتے چاند کی طرف دیکھتے ہوئے بولا

" کیوں ـــ ؟"

ـــ ظفر نے پوچھا ۔

" بس چاند کو بھوک لگتی ہے ـــ"

— سلمان بے وقوفوں کی طرح ہنس دیا

" بھوک تو سب کو لگتی ہے بھائی —"

— ظفر بولا

" مس چاند کو زیادہ بھوک لگتی ہے نا —"

— سلمان پانی پیتے ہوئے بولا

" مگر — مگر —!

" مس چاند آپ کھانا کھالیا کیجئے —!"

— ظفر بولا

چاند دونوں کی باتوں سے بے خبر کھانے میں مصروف تھی۔

" ہاں مس چاند انتظار نہیں کیا کرتیں —"

سلمان بولا

" تو ہم جلدی آجایا کریں گے —"

— ظفر بولا

" کوئی بات نہیں آئندہ میں کھانا کھالیا کروں گی —"

— چاند بولی

" آں —"

ظفر اُداس ہوگیا

" ہاں ناں — مجھے بھوک بھی لگتی ہے اور انتظار بھی نہیں ہوتا۔"

— چاند بولی۔

"جیسا آپ چاہیں ــــ"
ــــ ظفر نے کہا ۔
"آپ کو کچھ پکانا آتا ہے ــــ"
ــــ چاند نے پوچھا
"جی ــــ !"
"ہاں کوئی خاص ڈش ــــ !"
"مجھے مرغ روسٹ کرنا آتا ہے ــــ"
سلمان فخر سے بولا
"اور آپ ظفر صاحب ــــ !"
"مجھے پڈنگ بنانی آتی ہے ــــ"
ــــ ظفر بولا
"بس تو پھر ٹھیک ہے ــــ کل سلمان صاحب مرغ روسٹ کریں گے ــــ اور ظفر صاحب پڈنگ بنائیں گے ــــ"
چاند خوش ہو کر بولی
"اور آپ ــــ !"
ــــ سلمان ہنسا
"میں ــــ میں کھاؤں گی ــــ"
وہ ہنس پڑی
"ہاں بالکل ــــ"

"تو پھر پکّی رہی ___"
چاند نیپکن سے منہ صاف کرتے ہوئے بولی
"پکّی جی ___!"

⁘

ہاتو نے سلمان اور ظفر کو دیکھ کر دانت نکالے ـــــــ اور کھی کھی ہنسنے لگا ـــــ!

"کیوں ہنس کیوں رہے ہو ـــــــ!"

ـــــــ ظفر بولا ـ

صاب آپ ـــــ آپ باورچی خانے میں آندی ـــــ"

"تو کیا ہوا ـــــ؟

سلمان بولا

صاب دیکھو تو سہی ـــــــ"

"کیا دیکھوں بے ـــــ!"

سلمان بولا

"صاحب شیشہ ـــــ وہ آئینہ ـــــ

دونوں کی نظر ایک ساتھ اپنے جسموں پر پڑی ـــــ عجیب

حلیہ تھا دونوں نے ایپرن باندھے ہوئے تھے ـــــ ہاتھ بھرے ہوئے ـــــ ظفر کے چہرے پر انڈے کی زردی چمٹی ہوئی تھی ـــ اور سلمان کے سر پر میدے نے سفیدی بکھیر دی تھی ـــ !

" صاب تم پکاندی ـــ "

دونوں کھسیانے ہو گئے ـــ !

" جاتو اپنا کام کر ـــ "

ـــــ ظفر بولا

" جاندی صاب جاندی ـــــ ! "

ہاتو ہنسی ضبط کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

" سلمان ـــــ ! "

ـــــ ظفر بولا

" کیا ہے یار ـــ "

" اپنا حلیہ دیکھ رہے ہو ـــ "

" تم ہی نے تو کہا تھا یار کہ مجھے پڈنگ بنانی آتی ہے ـــــ نہ تم ڈینگ مارتے ـــــ اور نہ یہ حال ہوتا ـــ "

ـــــ سلمان جھلا کر کہنے لگا۔

" میں نے اکیلے نہیں کہا تھا ـــــ بات تم نے شروع کی تھی ـــ "

ظفر نے جواب دیا

" تو ـــــ تو پھر ـــ "

دونوں ہنسنے لگے — !
ایکدوسرے کو دیکھ دیکھ کر — !
"یار اور تو سب کچھ ٹھیک ہے — وہ مرغ میں نمک تیز ہو گیا
ذرا —"
— سلمان سر کھجاتا ہوا بولا
"یہاں بھی کوئی زیادہ حوصلہ افزا نتائج نہیں ہیں —"
ظفر کی پڈنگ کے ذائقے میں مٹی کے تیل کی خوشبو آ رہی تھی۔!
"یہ عورت ذات واقعی مصیبت ہے —"
"اپنے عہد کا خیال ہے نا —"
— سلمان ڈرتے ڈرتے پوچھ بیٹھا
"عہد — کونسا عہد —"
— ظفر نے پوچھا
"اچھا — تو اب بھول ہی گئے جناب"
"اوہ — وہ والا عہد —" وہ بالکل پکا یار —"
"اچھا چلو اب اپنی ہنڈیا کی خبر لو"
"ظفر — یہ ذرا نمک چکھو —"
— سلمان نے چمچہ اس کے سامنے کر دیا
"ارے بہت تیز ہے"
— ظفر منہ بناتے ہوئے بولا

" یار میں کیا کروں ___ بھاڑ میں جائیے ___ " سلمان جھلا گیا
" کیا حال ہے آپ صاحبان کا ___ تیار ہوگئیں آپ کی ڈشز "
___ چاند بوئے گل کی طرح مہکتی باورچی خانے میں آکر بولی
" جی ہاں ___ ! "
___ دونوں ڈرے ڈرے سے تھے ___ !
" کیوں کوئی گھپلا ہوگیا کیا ___ ؟ "
___ چاند مسکراتے ہوئے کہنے لگی
" کوئی خاص گھپلا تو نہیں ہوا ___ وہ ذرا نمک تیز ہوگیا ہے "
سلمان آہستہ سے کہنے لگا
" اچھا ___ کوئی بات نہیں ہم دہی ملا کر کھالیں گے "
ظفر بھیگی بلی بنے کھڑا تھا "
" آپ نے کیا کمال کیا "
___ چاند نے پوچھا
" وہ جی ___ یہ ___ یہ پڈنگ بھی سینٹ ملا کر کھانا پڑے گی "
___ وہ آہستہ سے بولا
" کیا مطلب ___ ؟
___ چاند نے پوچھا
" جی ___ وہ معلوم نہیں ___ مٹی کے تیل کی بو اس میں کس
طرح چلی گئی ___ ! "

چاند کھلکھلا کر ہنس پڑی ــــ کہنے لگی

" دیکھ لیا آپ کا سُگھڑ پن ــــ"

" اے یہ لڑکے کیوں ایپرن باندھے ہوئے ہیں ــــ"

خالہ بھی وہیں آگئیں ــــ!

" خالہ ــــ یہ آج پکانے کے موڈ میں تھے ــــ"

" انہوں نے خود ہی تو کہا تھا جی ــــ!"

سلمان نے چاند کی شکایت کی ــــ

" تو بالکل پاگل ہے چاند ــــ خواہ مخواہ بے چارے لڑکوں کو مصیبت میں ڈال دیا ــــ چلو بیٹا منہ ہاتھ دھو لو ــــ یہ ہانڈی چولہا عورتوں کو زیب دیتا ہے ــــ"

" جی ــــ!"

ــــ ظفر اور سلمان نے ندامت بھری نظروں سے ایکدوسرے کو دیکھا اور کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے باہر نکل گئے ــــ!

٭

" میں مونگ پھلی کھاؤں گی "

—— وہ مچل گئی

" اچھّا —— "

" ہاں بڑا دل چاہ رہا ہے —— "

" تو پھر چلو سلمان مونگ پھلی تو نیچے ہی ملے گی —— "

—— ظفر بولا

" تم لے آؤ نا —— "

—— سلمان بولا

" ہائے آپ دونوں میرے لئے مونگ پھلی بھی نہیں لا سکتے —— "

—— چاند بے چارگی سے بولی

" ابھی لاتے ہیں جی —— "

—— دونوں ایک ساتھ اُٹھے اور نیچے ڈھلوانوں میں غائب ہو گئے ۔

وہ ہنس دی ——!

" کتنے سیدھے ہیں یہ دونوں —— مگر ان دونوں کا شرمانا —— آنکھیں جھکا لینا —— اُسے سمجھ نہ آیا تھا ——!

حالانکہ جب وہ دفتر جاتے اور کبھی اچانک وہ بھی دفتر چلی جاتی تو وہ دونوں کتنے شاندار لگتے تھے —— افسرانہ شان میں —— اپنے ماتحتوں کے ساتھ کتنے سخت تھے —— مگر خود چاند کے ساتھ ایسا رویہ اسے سمجھ

نہ آیا تھا ــــ!

کتنے عجیب ہیں دونوں ــــ"

ــــ وہ ہنس دی ــــ

ڈوبتے سورج کی کرنیں اُس پر پڑ رہی تھیں ــــ اس کی نارنجی ساڑھی اور نارنجی سلیولیس بلاوز شفق آلود ہو رہا تھا ــــ خوبصورت گردن کو چومتا ہوا موتیوں کا ہار ستاروں کی طرح چمک رہا تھا ــــ غازے کی ہلکی ہلکی تہوں کے پیچھے رخساروں کی سُرخی یوں نظر آ رہی تھی جیسے بلوریں جام میں شراب ارغوانی لرزاں ہو ــــ"

اس کے قریب ہی پھول اپنی خوشبو بکھیر رہے تھے ــــ!

شام کے سُرمئی آنچل پھیل رہے تھے ــــ اور اس آنچل میں منہ چھُپائے غنچوں کی مہکاریں ــــ کلیوں کی حیا باز نگاہیں ــــ نوشگفتہ پھولوں کی شرمیلی ادائیں ــــ! ایک عجیب سا حُسن بکھیر رہی تھیں۔

ان شرمیلے پھُولوں کو دیکھ کر اُس کا خیال سلمان اور ظفر کے گرد گھومنے لگا ــــ

اور اسی لمحے وہ دونوں ہانپتے کانپتے پسینے سے شرابور تھکن سے چُور اُوپر چڑھتے آ رہے تھے ــــ

دونوں کے ہاتھ میں لفافے تھے ــــ!

اُس کی ہنسی چھُپائے نہ چھُپ سکی

"یہ لیجئے مونگ پھلی ــــ!

دونوں نے لفافے آگے کر دیئے — !

" اوہ شکریہ — !"

دونوں چپ چاپ بیٹھے تھے — اور وہ مونگ پھلی کھا رہی تھی — !

" آپ دونوں خاموش کیوں ہیں — !"

ہنسی چھپاتے ہوئے وہ بڑی پیاری لگ رہی تھی — !

" چلئے آگے چلتے ہیں —"

— چاند کہنے لگی ۔

" چلئے —"

— دونوں سعادتمندی میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے — !

باتیں کرتے ہوئے دونوں نیچے آ گئے — !

سڑکوں پر خاصی رونق تھی — لوگ ٹہل رہے تھے

" بابو —"

— قلی لڑکی نے انہیں آواز دی ۔

" کیا ہے — ؟"

— سلمان نے ناگواری سے پوچھا

" بابو — یہ تمہاری کون ہے —"

— لڑکی اداسی سے بولی

" تم کیوں پوچھتی ہو — !"

— چاند بولی

" یوں ہی ـــــ تم کون ہو ـــ"

" میں ـــــ میں چاند ہوں ـــ"

چاند ہنس کر بولی

" تم واقعی چاند ہو ـــ"

ـــ لڑکی حسرت سے بولی

" اور تم کون ہو ـــ؟

ـــ چاند نے پوچھا۔

" میں ـــ"

ـــ لڑکی ہنسی ـــ پھر بولی

" میں کچھ بھی نہیں ـــ"

تینوں نے ایک ساتھ دیکھا ـــ لڑکی بس کے اڈے کی طرف چلی گئی ـــ!

اور سلمان کو لگا جیسے وہ پھر ایک بہت بڑی بات کہہ گئی ہو ـــ

" ارے تم ـــ؟

ـــ چاند ایک لڑکی کو دیکھ کر اس کی طرف بھاگی

" اوہ ـــ چاند ـــ تم ـــ ہاؤ آر یو ـــ"

ـــ دوسری لڑکی بھی چاند سے لپٹ گئی۔

" کہاں جناب ـــ تم تو یوں غائب ہوئیں کہ ـــ

" اور تم محترمہ ـــ"

لڑکی نے درمیان سے ہی اس کی بات کو اُچک لیا ۔

" اچھا سُناؤ ــــ کہاں ٹھہری ہو ــــ؟"

ــــ چاند نے پوچھا

" انکل کی کوٹھی ہے یہاں پر ــــ"

" سلمان صاحب ــــ!"

" چاندان دونوں کی طرف مڑ کر بولی

" یہ میری بہت پیاری دوست ہے ــــ زرّی ــــ اور زرّی ڈیئر

یہ سلمان اور ظفر ــــ"

" بڑی خوشی ہوئی جی آپ سے مل کر ــــ!"

ــــ زرّی لاپرواہی سے بولی

" سچ مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے تمہیں یہاں دیکھکر ــــ!"

ــــ چاند بولی ۔

" اور وہاں تو گھاس بھی نہیں ڈالتی ــــ"

ــــ زرّی نے جواب دیا ۔

" بکو مَت ــــ!"

" اب تم روز ہمارے ساتھ رہو گی ــــ!"

" میں بھی خاصی بور تھی ــــ!"

زرّی بولی

" اگر ناگوار نہ ہو تو چائے پی لی جائے ــــ"

— سلمان ہمت کر کے بولا

" جی ہاں بالکل —"

چاروں ہوٹل میں آ گئے

" ہال میں زیادہ لوگ نہیں تھے

چاند اور زرّی تو اپنی باتوں میں کھوئی ہوئی تھیں — اور سلمان اور ظفر ہونقوں کی طرح منہ کھولے دیکھے جا رہے تھے۔

چائے آئی — چاند نے چائے بنائی

رات کافی ہو گئی تھی — چاند نے زرّی کو بنگلے کا پتہ بتا دیا پھر گھر کی طرف لوٹ آئے —!

راستے میں چاند کہنے لگی۔

" زرّی اور میں کالج میں ملے تھے — اس کے بعد ہماری پکی دوستی ہو گئی بڑی اچھی لڑکی ہے — مجھے تو اُسے یہاں دیکھ کر بے انتہا خوشی ہو رہی ہے۔ کم از کم بور تو نہیں رہوں گی —"

" کیا آپ ہمارے ساتھ بور ہوتی ہیں — ؟

سلمان آہستہ سے بولا

" سچ پوچھتے ہیں —؟"

" ہاں —!"

" تو میں واقعی بور ہوتی ہوں — آپ دونوں میری سمجھ میں نہیں آتا کیا ہیں — کیا لڑکے ایسے ہوتے ہیں —!"

چاند رہ نہ سکی ـــــ !

" کیسے ہوتے ہیں ـــــ "

ـــــ ظفر نے پوچھا

" بس آپ کو کیا بتاؤں ـــــ "؟

ـــــ چاند جھنجھلا گئی

" بتا ہی دیں تو اچھا ہے ـــــ "

ـــــ ظفر آہستہ سے کہنے لگا۔

" اب اختر بھائی کو ہی لے لیجئے ـــــ گھر میں آتے ہی وہ اُودھم مچاتا ہے کہ توبہ ـــــ نوکر اس کے ہاتھ سے تنگ ہیں ـــــ میری سہیلیاں اس کی شرارتوں سے عاجز ہیں ـــــ میں خود کسی وقت لڑ پڑتی ہوں میری چیزیں جو خراب کر دیتے ہیں ـــــ بچوں کے چاکلیٹ چُرا کر کھا جاتے ہیں۔

" تو پھر ـــــ وہ اچھا کیسے ہوا ـــــ ؟

ـــــ سلمان بولا

" ان باتوں کے باوجود ہم انجوائے کرتے ہیں ـــــ میری سہیلیوں میں وہ مقبول ہے ـــــ میں دو دن اس کی شرارتوں سے دُور ہو جاؤں تو یوں لگتا ہے جیسے میری زندگی میں کوئی زبردست کمی ہے ـــــ مطلب یہ کہ یاد تو دل میں چھوڑ دیتا ہے نا ـــــ ! اور آپ دونوں ـــــ بالکل ڈل۔ ہاں میں ہاں ملانے والے ـــــ بس ـــــ آپ کی عمر کے نوجوان یوں ہوتے ہیں کیا ـ؟"

چاند بڑی بوڑھیوں کی طرح ناک پر ہاتھ رکھ کر بولی

"جی ـــ وہ ـــ وہ ـــ"

ـــ سلمان بُری طرح گھبرا گیا

اور ظفر تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا ـــ اس کا دل چاہا کہ وہ چاند سے کہہ دے

"کہ میں بھی ایسی صفات رکھتا ہوں ـــ مگر بُرا ہو اس کمبخت عہد کا جس نے سب کچھ مجھ سے چھین لیا ہے"

چلتے چلتے چاند نے چیخ ماری

"کیا ہوا ـــ؟

ـــ دونوں گھبرا گئے

"پیر اُلٹ گیا ـــ ہائے"

وہ بچّوں کی طرح رونے لگی ـــ!

"اب کیا ہوگا ظفر ـــ!"

ـــ سلمان گھبرایا ہوا تھا

"گھر تھوڑی دُور رہ گیا ہے ـــ بس چاند ـــ"

ـــ ظفر اس کی ہمّت بندھانے لگا۔

"میں بالکل نہیں چل سکتی ـــ پیر میں سخت تکلیف ہے۔

ہائے اللہ ـــ!"

وہ روتے روتے بولی

"کوئی ڈانڈی والا بھی کمبخت دکھائی نہیں دیتا"

سلمان بولا

"آپ کو ڈانڈی کی پڑی ہے — مجھے اُٹھا کر لے چلیے — ہائے میں مری — میں بالکل نہیں چل سکتی"

وہ بین کرنے والے انداز میں بولی

"حوصلہ رکھیے نا —!"

— سلمان بولا

"مجھے سہارا دیجیے اور لے چلیے —"

وہ روتے ہوئے بولی

"یار سہارا دو —!"

— ظفر سلمان سے کہنے لگا

"تم دونا یار —!"

— سلمان کے ماتھے پر پسینے کے قطرے اُبھر آئے —

دونوں نے چاند کو سہارا دیا —

ایک طرف سے سلمان نے بازو تھام رکھا تھا — دوسری طرف ظفر نے اور وہ ہچکیاں بھرتی ہوئی آہستہ آہستہ چل رہی تھی

راستے میں ظفر اور سلمان کے دفتر کے کئی لوگوں نے انھیں دیکھا

ان کا باس BOSS اپنی بیوی کے ہمراہ ٹہل رہا تھا —

دیکھ کر بولا

"کیا ہوا سلمان ــــ"

"جی موچ آگئی ہے ــ"

ــــ سلمان نظریں جھکائے بولا

"اچھا اچھا ــــ" وہ پائپ پیتے ہوئے مسکراتے چلا جا رہا تھا۔!

"ذرا رومال دیجئے ــ"!

ــــ چاند بولی

"لیجئے ــ"

ــــ ظفر نے فوراً رومال نکال کر دیا ۔

"ذرا میرے آنسو پونچھ دیجئے نا ــــ"

وہ ہچکیاں لیتے لیتے بولی

"جی ــــ"

ظفر بری طرح گھبرا گیا ــ پھر بولا ــــ "لو سلمان تم پونچھ دونا ــــ !" "آنسو ــ!"

"اوہ ــــ آپ دونوں تکرار ہی کرتے رہیں گے ــــ لائیے مجھے دیجئے ــــ!"

چاند نے ایک جھٹکے سے رومال چھین لیا ــ اور چہرہ صاف کرنے لگی ــــ رومال ظفر کو واپس کر دیا ــ !

گھر آگیا ــــ خالہ چاند کو اس حالت میں دیکھ کر پریشان ہو گئیں ــــ !

کہنے لگیں ــــ
" جانے ابھی بچی کے پاؤں کو ٹھیک ہونے میں کتنے دن لگ جائیں گے "
" میں ابھی ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں "
ــــ سلمان بولا
چاند بستر پر لیٹ گئی ــ!
ظفر نے ماٹو کو چائے بنانے کو کہا ــــ سلمان ڈاکٹر کے ہاں گیا تھا ــــ
چاند آنکھیں بند کئے لیٹی تھی ــ
تھوڑی دیر میں ڈاکٹر آگیا ــ!
سلمان جس پریشانی میں ڈاکٹر کے پاس گیا تھا ــ ڈاکٹر یہ سمجھا کہ شائد کوئی موت زندگی کی کشمکش میں ہے ــــ وہ نہایت گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا تھا ــ!
لیکن پاؤں کی معمولی سی موچ دیکھ کر ڈاکٹر کو بے اختیار ہنسی آگئی ــ
" ڈاکٹر آپ ہنس کیوں رہے ہیں ــ ! "
ــــ خالہ بولیں
" محترمہ یہ صاحب اس طرح گھبرائے ہوئے گئے ہیں ــــ کہ میں کھانا چھوڑ کر اٹھا ہوں ــــ مگر ــــ یہ تو ــــ معمولی بات ہے
" آپ معمولی بات کہہ رہے ہیں ــــ مجھے اتنی تکلیف ہے "

چپاند منہ بناکر بولی ۔

"آپ کا علاج یہی ہے کہ اب آپ ایک ہفتہ آرام کریں ۔"

ڈاکٹر ہنستے ہوئے بولا

ظفر اور سلمان ابھی تک پریشان صورتیں لئے کھڑے تھے ۔!

ڈاکٹر نے دوا دی ۔ مالش کا تیل ۔ اور ٹیبلٹس وغیرہ۔

ڈاکٹر تو چلا گیا ۔!

اور چاند کو دونوں کی صورتیں دیکھکر ہنسی آگئی ۔!

خالہ بھی مسکرادیں ۔!

٭

پوری رات بارش

پوری رات بارش ہوئی تھی ــــ اس لئے صبح بڑی نکھری ہوئی تھی ہر چیز دھل کر صاف ہوگئی تھی ــــ پتّوں کی گرد دھل چکی تھی اور وہ روئی ہوئی آنکھوں کی مانند دلکش نظر آنے لگے تھے ــــ ٹھنڈی اور معطّر ہوا بے خود کئے دے رہی تھی ــ

چاند اپنی سفید کشمیری شال کندھوں پر پھیلائے پلنگ پر ہی بیٹھی تھی ــ پاؤں بندھا ہوا تھا ــ!

خالہ ہاتو کو پکانے کی ہدایت کرنے کچن گئی ہوئی تھیں

سلمان اور ظفر دفتر تھے

چاند نے سرہانے پڑا ہوا رسالہ اُٹھایا اور یوں ہی ورق گردانی کرنے لگی ــــ

"میں آسکتی ہوں حضور ــ"؟

دروازے میں کھڑی زری بولی ــ

"ارے زرّی — آؤ — آؤ — !"

"یہ بستر کس خوشی میں ستم کا نشانہ بنا ہے — !"

— زرّی پلنگ پر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی

"ارے تمہیں تو علم ہی نہیں رات تم سے مل کر آ رہے تھے کہ پاؤں میں موچ آ گئی — !"

— چاند پاؤں کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی

"پھر —؟"

"پھر یہ کہ سلمان اور ظفر بڑی مشکل سے گھر تک لائے —"

"یہ سلمان اور ظفر ہیں کیا شئے — ؟"

— زرّی مسکرائی

"یہ تو میں بھی نہیں سمجھ سکی —"

"سمجھنے کی کوشش کرو —!"

" زرّی ہنسی

"نہ بابا نہ — !"

— چاند نے کان پکڑ لئے

"ویسے ہیں خاصے سمارٹ — !"

زرّی معنی خیز لہجے میں بولی —

"ہوں گے —"

— چاند نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات ہوئی کبھی ——؟"

"باتیں تو روز ہی ہوتی ہیں ——"

"ایسی باتیں نہیں —— مطلب کی بات ——"

—— زرّی ہنستے ہوئے بولی

"بڑی کمینی ہو —— میں ایسی باتیں کرنے تھوڑی آئی ہوں ——!"

"تو کیا حرج ہے —— ہو سکتا ہے کہ تمہیں اسی غرض سے یہاں بھیجا گیا ہو کہ زندگی کا ساتھی چن لو ——"

"ہونہہ ——!"

"ویسے دونوں کے لئے کیا جذبات و احساسات و خیالات ہیں تمہارے؟"

"دونوں نہایت فرمانبردار آدمی ہیں ——"

—— چاند ہنس دی

"تو پھر ——؟"

"پھر یہ کہ تم پسند کر لو ——" چاند نے زرّی پر حملہ کر دیا۔

"میں پسند کروں —— دماغ تو ٹھکانے ہے تمہارا ——"

"جب سے آئی ہو یہی باتیں کر رہی ہو —— پھر میں تو تمہیں پتہ ہے —— ادیب ہوں —— بقول شخصے —— دھڑکنوں کا کاروبار کرتی ہوں —— پھر کیسے نہ سمجھ لوں گی —— سوچو تو سہی ——!"

چاند ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اچھا اپنی بکواس بند کرو ——"

—— زرّی بولی

"چائے پیوگی کہ کافی —— !"

—— چاند بولی

"کافی —— !"

—— زرّی روٹھے سے انداز میں بولی

"ہاتو —— ہاتو —— !"

—— چاند نے آواز دی

"جی بی بی جی —— !"

—— ہاتو دُور سے ہی نعرہ لگاتے ہوئے بولا

"کافی بنا کر لاؤ —— !"

"اچھا بی بی جی ——"

وہ جانے کے لئے دروازہ کی طرف بڑھا پھر مڑکر بولا

"بی بی جی —— وہ بڑی بی بی کہندی —— تم کو کھانا پکانا نہیں آندی —— !"

"جاؤ —— کافی بنا لاؤ پہلے ——"

"اچھّا —— جاندی —— جاندی ——"

—— کہتے ہوئے وہ باہر نکل گیا —— !

"اچھّا اب سُناؤ —— !"

—— چاند زرّی کی طرف مڑکر بولی

"کیا سناؤں —"

"کہاں رہیں — کیا کیا کیا —؟ وغیرہ وغیرہ —"

"چاند — بس کیا بتاؤں — بڑی بور رہی — کتابیں پڑھنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا —"

"منگنی تو نہیں ہوئی تمہاری —"

— چاند نے پوچھا

"نہیں —!"

"کیوں —؟"

"وہ لوگ بنتے بہت ہیں — ہیں کچھ بھی نہیں —"

زرّی آہستہ سے بولی۔

"تو یوں کہو دولت مند لوگ نہیں —"

"نہیں دولت مند کا سوال نہیں — نہیں ہیں — ٹھیک ہے — جو صحیح حالت ہے وہ ہی بتائیں — خواہ مخواہ جھوٹ کیوں بولتے ہیں —"

"اس لئے کہ انہیں پتہ ہے کہ دُنیا چڑھتے سورج کو سلام کرتی ہے۔"

"ایسی بات نہیں — وہ صاحب جو اس سلسلے میں پیش پیش تھے اچھے خاصے تھے اگر سچائی سے سب کچھ بتا دیتے تو شاید سلسلہ طے ہو جاتا — مگر انہوں نے جھوٹ بولا — لہٰذا نہ ہو سکا —"

— زرّی صاف گو سی لڑکی تھی — اس نے جو کچھ جانا کہہ دیا۔

" اچھا دفعان کرو ___ تم سلمان یا ظفر میں سے کسی کو پسند کر لو دونوں ہی نہایت سعادت مند ہیں ___ جو بھی تم پسند کرو گی ___ تمہاری ہاں میں ہاں ملائے گا ___ جو تم کہو گی بلا چوں چرا مانے گا ___"

چاند ہنستے ہنستے دُہری ہوئی جا رہی تھی ___

" دفعان دُور ___ مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتے ایسے مرد ___

" وہ مرد ہی کہاں ہوئے ___ میں تو اپنے ذہن میں جو نقشہ بنائے بیٹھی ہوں وہ کچھ اور ہی ہے ___"

" کیا ___ ؟"

" دن میں کم از کم دو بار تو وہ مجھ سے روٹھا کرے ___"

___ اور پھر بڑبڑائی

" ہفتے میں ایک لڑائی ضرور ہونی چاہیئے ___ مہینہ میں ایک مرتبہ ہلکی سی مار پیٹ ___ !"

___ زہری اپنے آئیڈیل کے بارے میں گوشوارے کے مطابق بتا رہی تھی۔

" توبہ توبہ ___"

" ایسی زندگی مزے کی ہوتی ہے جناب ___"

" یعنی مار دھاڑ سے بھرپور شاہکار ___"

___ چاند ہنسی

" ہاں ___"

" اور پھر سال میں ایک مرتبہ طلاق تک نوبت آجائے گی ۔ ہے نا ۔
" نہیں میرے گوشوارے کے مطابق سال میں ایک مرتبہ روٹھ کر
میکے جا بیٹھنا ہے "
۔ زری نے بتایا
ہاتو کافی اور خشک میوہ لے آیا
اور پھر ۔!
کافی کے دوران بڑی باتیں ہوئیں ۔!
زری جانے لگی تو چاند نے اُسے کھانے تک روکنا چاہا ۔
لیکن وہ دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی ۔ !

۞

چار روز بعد کہیں وہ چلنے کے قابل ہوئی ـــــ اس بیماری کے دوران ظفر اور سلمان نے اس کی بڑی خدمت کی ـــ !

ظفر اس کے لئے دوائیں لاتا ـــــ

ـــــ تو سلمان پھل لے آتا ـــ

دونوں کا التفات جب حد کو پہنچ جاتا تو دونوں چُپکے چُپکے عہد دُہرا لیتے اور اس پر پُورا اُترنے کی قسمیں کھاتے ـــــ لیکن علیٰحدگی میں دونوں ایک دُوسرے کو ملامت کرتے ـــ !

اس روز موسم ہمیشہ کی طرح خوشگوار تھا ـــــ چاند اپنے کمرے میں تھی ـــ !

ظفر اور سلمان باہر لان میں کُرسیوں پر بیٹھے تھے ـــــ !

"ظفر ـــ"

سلمان شاکی نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے بولا

"ہوں —"

"یار مجھے ڈر ہے کہ تم اپنے عہد پر پورے نہیں اترو گے —"

"اور مجھے تمہاری طرف سے خدشہ ہے —"

— ظفر کہنے لگا

"تم کبھی کبھی اوور ہو جاتے ہو نا — !"

— سلمان بولا

"کیا — ؟"

"ہاں بھلا — سوچ تو آئی تھی مس چاند کے پیریڈ میں قیامت تو نہیں آئی تم نے اپنے آپ کو یوں پریشان کر لیا جیسے مر ہی تو جاؤ گے — یہ سب کیا ہے آخر — !"

— سلمان نے برا سا منہ بنا لیا — !

"واہ واہ — کیا کہنے — ساری اپنی باتیں مجھ پہ کس خوبصورتی سے چھپاں کر دیں — ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالو سلمان — اور میرے سوالوں کا جواب دو — کیا تم پریشان نہیں تھے — کیا تم دوڑ دوڑ کر اس کے لئے چیزیں نہیں لاتے تھے — کیا تم گھنٹوں اس کے پاس نہیں منڈلاتے تھے — بولو جواب دو —"

— ظفر غصہ سے بولا

"یار — دونوں برابر ہی تھے —"

— سلمان آہستہ سے بولا

"ہاں ___ تو یوں کہو نا ___ مجھ پر الزام کیوں لگاتے ہو"
"پھر کیا کیا جائے ___؟"
سلمان بے بسی سے بولا
"کیا کیا جائے ___ اپنے آپ کو کنٹرول کرو"
"اور تم ___"
"میں بھی کنٹرول کروں گا ___ بلکہ مجھے تو اپنے آپ پر پورا کنٹرول
ہے"
___ ظفر بڑے زعم سے بولا
"وہ تو مجھے بھی ہے"
"یار یہ کب واپس جائے گی ___؟"
___ ظفر عاجزی سے بولا
"کیا معلوم ___؟"
"چین سکون لٹ گیا ہے ___ ہر وقت یہی خدشہ لگا رہتا ہے
کہ کوئی چوک نہ ہو جائے ___ دیکھو نا آخر انسان خطا کا پتلا ہے۔ ہے نا"
"ہاں یار ___"
"اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ"
___ ظفر بڑی رازداری سے بولا
"یار تنگ نہ کرو ___ تم سنبھل جاؤ ___ میں تو سنبھلا ہوا ہوں"۔
"بالکل ___ بالکل ___ دونوں ہی اپنے رویے سے ظاہر کردیں کہ

ہمیں عورت ذات سے کوئی دلچسپی نہیں —!"

— دونوں نے ایک بار پھر ہاتھ سختی سے ملایا —!

"کیا ہو رہا ہے بیٹا —!"

— خالہ قریب آ گئیں

"کچھ نہیں جی —!"

— سلمان گھبرا گیا

"خالہ آپ تو گھومنے بالکل نہیں جاتیں —!"

— ظفر کہنے لگا

"بیٹے میں بلڈ پریشر کی مریضہ ہوں — یہیں سے سب نظارے کر لیتی ہوں —!"

"کبھی تو چلا کیجئے نا —"

"چلوں گی کبھی — چاند کا دل ہی نہیں بھرتا — کہتی ہے ابھی ایک ماہ اور رہوں گی —!"

"جی — جی —!"

— دونوں نے شکستہ آواز میں کہا

"گھر بھر کی لاڈلی ہے چاند —"

— خالہ چاند کی تعریفیں کرنے لگیں

دونوں سر جھکائے سنتے رہے —!"

خالہ دونوں کو نہائت فرمانبردار — سعادتمند سمجھتی تھیں —!

دعائیں دیتی ہوئی واپس کمرے میں چلی گئی ــــ !"

" پھر کیا سوچا ظفر ــــ !"

ــــ سلمان آہستہ سے بولا

" کس بارے میں "

" اپنے عہد کے بارے میں اور کس کے بارے میں ــــ !"

" یار تم کمال کرتے ہو ــــ تم اس معاملے کو مذاق میں لے رہے

ہو شاید ــــ !

" لیکن میں سنجیدہ ہوں ــــ !"

ــــ ظفر سلمان کو سمجھانے لگا

" کیا کہا ــــ مذاق "

ــــ سلمان چونکا

" اور کیا ــــ ؟

" نہیں یار میں بڑا سنجیدہ ہوں ــــ خود سوچو ــــ رنجش کے لئے

ــــ ہم دونوں دوست کس طرح جدا ہو گئے تھے ــــ ایسا نہ ہو کہ

تاریخ اپنے آپ کو دہرانے لگے ــــ !

" نہیں میری جان ایسا نہیں ہو گا "

ظفر سلمان کے رنجیدہ لہجے کی تاب نہ لا سکا

" بس تو پھر ٹھیک ہے ــــ !"

ــــ سلمان کو اطمینان ہو گیا

" ہم دونوں چٹان کی مانند ہیں ——— ہے نا "
——— ظفر ہنس کر بولا
" ہاں اس چٹان کی مانند جو سمندر کے درمیان ہو ——— !"
——— سلمان کہنے لگا ——— !
" لہریں سر ٹکرا کر لوٹ جائیں گی ——— !"
——— دونوں نے پھر بڑے زور سے ہاتھ ملایا
عین اسی وقت چاند کمرے سے نکلی ——— !
اس نے ہلکا گلابی چُست پائجامہ اور کُرتہ پہن رکھا تھا ——— گلابی باریک شیفون کا دوپٹہ اس کے چہرے کا ہم رنگ تھا
" مجھے گلابی رنگ کا پھول چاہیئے ——— !"
وہ قریب آگئی
" یعنی گلاب ——— "
——— ظفر بولا
" ہاں مگر پوری طرح کھِلا ہوا نہیں ——— ادھ کھِلا ———
دونوں جلدی سے اُٹھ کر پودوں کے گرد منڈلانے لگے۔
دونوں کی یہی کوشش تھی کہ وہ پہلے چاند کو اس کی پسند کا گلاب ڈھونڈ دیں ۔ وہ بے نیازی سے کھڑی کوئی پیاری سی دُھن گنگنا رہی تھی ——— !
اُدھر چوٹی پر لال پیلے آنچل لہرا رہے تھے ——— شاید کوئی ٹولی سیر کے لئے بلندیوں پر پہنچی ہوئی تھی ———

تھوڑی دیر میں وہ دونوں ہی حاضر ہو گئے

ظفر کے ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا — !

— اور سلمان کی شرٹ کا کف پھٹ چکا تھا

لیکن دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک پھول تھا

" ارے — یہ کیا — ؟"

چاند انہیں دیکھکر ہنسی ضبط نہ کر سکی

" یہ — یہ گلاب — !"

— دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا

" مگر — آپ کا حلیہ — "

— وہ شگفتہ پھول کی مانند تر و تازہ نظر آرہی تھی۔

" وہ — وہ کانٹے تھے نا — "

— ظفر تھوک نگلتے ہوئے بولا

" ہاں ہاں ظفر سچ کہتا ہے — "

سلمان نے جلدی سے اس کا ساتھ دیا

" مجھے بھی معلوم ہے کہ پھول کے ساتھ کانٹے تو ہوتے ہیں —

یہ کوئی نئی بات تو آپ مجھے بتا نہیں رہے — "

— چاند ہنستی ہوئی بڑی پیاری لگ رہی تھی — !

دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھکر کھسیانی سی ہنسی ہنس

دیئے —

" میں تو یہ کہہ رہی تھی ــــ اتنی سخت محنت کی ضرورت کیا تھی ــــ پھول ہی تھا نا ــــ !

" جی ہاں پھول تو تھا ــــ مگر آپ نے مانگا تھا نا ــــ !

سلمان بولا

" تو پھر کیا ہوا ــــ ؟

وہ مسکرائی

وہ خاموش خاموش سی فضاؤں میں دیکھنے لگے ــــ !

" چلئے باہر چلیں ــــ !

ــــ چاند بولی

" کہاں ــــ !"

" کہیں بھی ــــ آج زرّی کے ہاں بھی جانا ہے مجھے ــــ !"

" ٹھیک ہے ــــ"

ظفر بولا

" آپ دونوں بھی چلیں گے ناں ــــ !

" جی ــــ جی ــــ ہم ــــ"

سلمان نے ظفر کو حیرت سے دیکھا

" ہاں ــــ !

ــــ وہ لاپرواہی سے بولی

" میرا مطلب ہے ہمارا جانا ضروری ہے کیا ــــ ؟

ــــ سلمان ہمت کر کے بولا

" ضروری تو نہیں ــــ یونہی ذرا تفریح ہو جاتی ـ "

چاند کہنے لگی ــ !

" آپ کہتے ہیں تو چلے جائیں گے ـ "

ــــ ظفر دبی زبان میں کہنے لگا ــــ !

" اچھا اب جایئے کپڑے بدل آیئے ــــ "

ــــ چاند یوں کہنے لگی جیسے وہ دونوں بہت چھوٹے بچے ہوں ـ "

اور وہ دونوں بھی اس کا کہا مان کر چلے گئے ــــ

چاند گنگناتے ہوئے جالی دار جنگلے کی طرف بڑھی

نیچے ڈھلوانوں پر لوگ کیڑیوں کی طرح ہر طرف بکھرے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ آج رونق زیادہ تھی ــــ !

گرمی سے گھبرائے ہوئے لوگ جی بھر کر ٹھنڈی ہواؤں کو لوٹ رہے تھے

سڑکیں یوں نظر آ رہی تھیں ــــ جیسے پہاڑوں کے درمیان سفید سفید لکیریں "

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں فریش اَپ ہو کر آ گئے ــ !

ظفر نے گرے پتلون اور سفید بوشرٹ پہنی ہوئی تھی ــ اور سلمان براؤن پتلون اور بوسکی کی قمیص میں شاندار لگ رہا تھا ــــ !

دیکھنے میں وہ دونوں کتنے سمارٹ تھے ــــ

دونوں کے ساتھ چلتی وہ کتنی اچھی لگتی تھی ــ !

ہنستے مسکراتے ــــ وہ تینوں ڈھلوانوں پر آ گئے ــ !

چاند کی ہنسی جاندار تھی ـــ!

"اُن دونوں کی ہنسی دبی دبی سی تھی ـــ جب بھی وہ ہنستے ـــ ایک دوسرے کی طرف یوں دیکھتے جیسے چوری کر رہے ہوں ـــ"

ایک ٹولی اُن کے قریب سے گزری ـــ پیارے پیارے گول مٹول صحت مند بچے ـــ خوبصورت لڑکیاں ـــ سمارٹ لڑکے ـ اور زندہ دل زن و مرد ۔

چاند نے ایک بچے کو پکڑ لیا ـــ"

وہ سب ہی ہنس دیئے تھے ـــ!

"کیا نام ہے تمہارا ـــ؟"

ـــ چاند نے پیار سے بچے سے پوچھا

"چُوچُو ـــ" بچے کی آنکھوں میں شرارت تھی ۔

"یہ کیسا نام ہے بھئی ـــ

ـــ چاند بولی

"اور آپ کا نام کیا ہے ـــ؟"

ـــ بچے نے پوچھا

"چاند ـــ!"

چاند نے مسکرا کر اس کے گالوں پر چپت لگائی ۔

"چاند ـــ وہ جو آسمان پر ہوتا ہے ـــ"

"ہاں ـــ"

"وہ جس میں بڑھیا چرخہ کاتتی ہے"

——— بچہ حیرت سے بولا

"شریر ——— وہ ساری کہانیاں مرگئیں ——— چاند آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی ———!"

"کیوں مرگئیں آنٹی ———!"

——— بچے نے معصومیت سے پوچھا

"اپالو جو آگیا ———!"

"اپالو ———"

——— بچہ بولا

"ہاں ———!"

"اچھا ——— اچھا ——— میں سمجھ گیا ——— یہ جو آپ کے ساتھ کھڑے ہیں یہ اپالو ہیں نا ———!"

——— بچہ سلمان اور ظفر کی طرف اشارہ کرکے بولا ———

——— جو بالکل صمٌ بکمٌ کھڑے تھے ———!

"شریر ———"

چاند نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے کہا

بچہ بھاگ کر اپنوں سے جا ملا

اور چاند کہنے لگی ———!

"چلئے اپالو صاحبان ———"

وہ دونوں بھی کھسیانی سی ہنسی ہنس دیئے۔

تھوڑی سی تلاش کے بعد زری کا گھر مل گیا ـــ یوکلپٹس کے درختوں میں گھری ہوئی سُرخ سی کوٹھی تھی وہ ـــ لیکن زری گھر پر نہ تھی ـــ وہ کہیں چائے پر گئی تھی ـــ!

اس لیے وہ تینوں گھومتے ہوئے واپس آ گئے۔

چاندا اپنے اُلجھے ہوئے ناول کے پلاٹ کے بارے میں سوچ رہی تھی ـــ!

اور وہ دونوں چپ چپ تھے ـــ!

؁

نیلے آسمان پر امڈی ہوئی گھٹائیں بسیرا کر رہی تھیں ـــــ بلند و بالا درخت چپ چاپ کھڑے تھے ـــ!

فضا میں تاریکی پھیل رہی تھی ـــ!

چاند لان میں کھڑی پر بتوں کے پیڑوں پر دبے پاؤں اترتی ہوئی سیاہی میں کھوئی ہوئی تھی ـــ!

ہلکی ہلکی بوندیں گرنے لگیں تو وہ کمرے میں چلی آئی ـــ!

کمرے میں پھیلی ہوئی تاریکی اسے بھلی لگی ـــ اس لئے اس نے لائیٹ نہ جلائی۔

سفید ریشمی لباس اس کے متناسب جسم پر خوب پھب رہا تھا ـــ سفید دوپٹہ اس کی گردن سے یوں لپٹا ہوا تھا جیسے سرو سے لپٹی ہوئی شاداب بیل ـــ!

ہونٹوں پر ہلکی ہلکی لپ اسٹک کی تہیں یوں نظر آ رہی تھیں ـــ

جیسے آگ کی دو لکیریں ۔۔۔!"

"مس چاند ۔۔۔!"

۔۔۔ سلمان نے بتی جلا دی ۔۔۔ سلمان کی آواز نے سکوت کا دبیز پردہ بکھیر دیا ۔۔۔ کمرہ بُقعۂ نور بن گیا

چاند نے گھنی پلکوں کی اوٹ سے مُڑ کر دیکھا

"آیئے سلمان صاحب ۔۔۔"

فضا کے دوش پر ترنم ریز موجیں بہنے لگیں ۔

"آپ ۔۔۔ آپ ۔۔۔"

۔۔۔ وہ مُسکرائی ۔۔۔ اُس کے عارضوں کے گلاب کھِل اُٹھے ۔۔۔!

"جی ۔۔۔ میرا مطلب ہے ۔۔۔ میں نے کافی بنوائی تھی ۔۔۔ سوچا پوچھ لوں ۔۔۔"

"کیا ۔۔۔؟

مُسکرانے سے اس کے رخساروں میں دو ننھے ننھے گڑھے پڑ جاتے تھے ۔

"یہی کہ آپ ۔۔۔ کافی پیئیں گی ۔۔۔"

وہ نظریں جھکائے بولا

"ضرور پیئوں گی ۔۔۔!"

اس کی آنکھوں میں شوخ کنول تیر گئے

سلمان باہر نکل گیا ۔۔۔ یوں جیسے جان چھڑا کر بھاگ رہا ہو ۔

تھوڑی دیر میں وہ پھر آگیا ــــ! ساتھ ماتو تھا ــ ٹرے اُٹھائے۔

"رکھ دو یہاں ــ"!

ــ سلمان بولا

"صاب ــ"

"ہوں ــ"

"دوسرے صاحب کدھر جاندی ــ؟"

ــــ ماتو بولا

"کہیں کام سے گیا ہے ــــ جاؤ تم اپنا کام کرو ــ"

"بی بی جی ــ"

ــــ ماتو بولا

"میں تیرے نال شہر جاندی ــــ!"

ــــ ماتو روہانسی صورت بنا کر بولا

"ہم سے کوئی خطا ہو گئی ہے جناب ــ!"

ــ سلمان ہنس کر بولا

"نہیں صاب تم کو میں چھوڑ نہیں سکدی ــــ میں تو سیر کرنے جاندی صاب ــــ"

"اچھا اچھا لے چلیں گے ماتو ــ!"

ــــ چاند ہنس کر بولی

"بی بی جی ــــ اور بڑی بی بی کا ناک بیمار ہے ــ"

ہاتو بولا

" ناک بیمار ہے ——!"

—— چاند نے حیرت سے پوچھا

" ہاں بی بی جی —— سارا دن اچھیں —— اچھیں ——!"

—— ہاتو چھینکنے لگا ——

چاند ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئی ——!

" جاؤ بدتمیز کہیں کے ——"

—— سلمان نے اسے ڈانٹا

" کوئی خطا ہو گئی صاحب ——"

" جاؤ دفعان ہو جاؤ ——"

—— سلمان غصے سے بولا

" چاند یس ہباب، گھسّہ نہیں کر صاب تیری جان خراب ہوندیس "

ہاتو منہ لٹکا کر چلا گیا

" یہ ہاتو بھی خوب ہے ——"

چاند ہنستے ہوئے کہنے لگی ——!

" ہاں جی —— بالکل ——"

—— سلمان نے فوراً اس کی ہاں میں ہاں ملائی حالانکہ چند لمحے وہ اُسے ڈانٹ رہا تھا ——

سلمان نے کافی کی پیالی اس کی طرف بڑھا دی

" بارش تھم جائے، تو زری کے ہاں ہو آؤں ۔"

۔۔۔ چاند بولی

" جی ۔۔۔!"

" ظفر صاحب کہاں گئے ہیں ۔"

۔۔۔ چاند نے پوچھا

" اس کا کوئی دوست آیا ہے ۔۔۔ ہوٹل میں ٹھہرا ہے اسے ملنے گیا ہے ۔۔۔ اسی لمحے خالہ چھینکتی ہوئی آگئیں ۔۔۔

" توبہ توبہ ۔۔۔ طبیعت بیزار ہو گئی اس پہاڑ کے موسم سے ۔۔۔!

اُن کی ناک سُرخ ہو رہی تھی ۔۔۔

اور یہ سُرخ ناک دیکھ کر چاند کو ہاتو کی بات یاد آگئی ۔۔۔!

" چلئے ۔۔۔ آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے چلوں ۔"

۔۔۔ سلمان بولا

" جیتے رہو بیٹا ۔۔۔ میرے پاس دوائیں بہت ہیں ۔۔۔!"

نگوڑی یہی دوائیں تو رہ گئی ہیں میرے لئے ۔۔۔ اتنا کھانا نہیں کھاتی جتنی دوائیں استعمال کرتی ہوں ۔"

" میرا مطلب تھا ۔۔۔ شاید یہاں کے ڈاکٹر سے آپ کو فائدہ نہیں ہوتا ۔۔۔ مُوا پُرانا نزلہ ہے ۔"

بارش تھم گئی تھی

چاند وہاں سے اُٹھتے ہوئے کہنے لگی

"میں تو زری کے ہاں جاؤں گی ۔۔"

"اکیلی ۔۔"

۔۔۔ خالہ نے پوچھا

"نہیں سلمان صاحب کے ساتھ چلی جاؤں گی ۔۔۔ چلئے سلمان صاحب"

"جی ۔۔۔ میں ۔۔"

۔۔۔ وہ گھبرا گیا

"ہاں ۔۔۔ !"

۔۔۔ چاند نے جیسے حکم دیا

"اچھا ۔۔ !"

دونوں باہر نکل آئے

سارا شہر دُھلا دُھلایا لگ رہا تھا ۔۔۔ پتوں سے ابھی پانی ٹپک رہا تھا نیچے والے پہاڑی نالے کا شور بڑھ گیا تھا ۔۔ گدلا پانی شور مچاتا ہوا بہہ رہا تھا ۔۔ فضا میں خنکی آگئی تھی ۔۔ !

۔۔۔ جھرنے کے قریب وہ رک گئے

لال پیلے کپڑوں والی دو لڑکیاں سر پر گھڑے اُٹھائے کھڑی تھیں ایک کے مہندی رچے پاؤں میں پازیب چمک رہی تھی ۔۔ !

حنائی ہاتھوں کی لمبی لمبی خوبصورت انگلیوں نے پانی سے لبریز گھڑے کو جکڑ رکھا تھا ۔۔ !

ایسی لڑکی کو دیکھکر یہ احساس جاگنے لگتا کہ مغل بادشاہوں نے

نہ صرف اپنے زمانے میں کشمیر کے رہنے والوں کو لباس دیا بلکہ ان کا لباس آج بھی وہی ہے۔ جو جہانگیر نے اپنی فیاضی سے انہیں عطا کیا ـــ لیکن یہ لباس کشمیر کے ننگے جسم پر کیوں دکھائی دیتا ہے ـــ ؟
شائد اس لئے کہ مغل شہنشاہوں نے کشمیر کو ہمیشہ اس کی خوبصورتی کی وجہ سے پسند کیا ـــ کشمیر کا حق ـــ اس کی وادیوں ـــ جھرنوں ـــ جھیلوں اور آبشاروں تک محدود نہیں تھا بلکہ مغلوں کی نظر یہاں کے رہنے والوں پر بھی کافی گہری تھی ـــ !
نجانے کیوں آج بھی ہمیں کشمیر کے حسن میں مغل بادشاہوں کی جھلک دکھائی دیتی ہے ـــ وہی ناک ـــ وہی نقشہ ـــ وہی رنگ ـــ وہی روپ۔

اچانک چاند نے سوچا ـــ !
"کوئی دلہن معلوم ہوتی ہے ـــ"
ـــ مگر فوراً اسے خیال آیا ـــ یہ وادی کبھی دُلہن نہیں بن سکتی۔ !
اس کا سہاگ ہمیشہ سے لٹیروں کی ملکیت رہا ہے جن کی نشانیاں اب بھی روزِ روشن کی طرف عیاں ہیں ـ
"کوئی دلہن معلوم ہوتی ہے ـــ !"
ـــ چاند بیساختہ بول پڑی
"جی کون ـــ ؟"
ـــ سلمان جو سر جھکائے مجرم کی طرح ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

چونک کر بولا

"وہ لڑکی ـــــ!"

ـــــ چاند ہنس کر بولی

"ہو گی ـــــ!"

"کیوں آپ نے کبھی کوئی دُلہن نہیں دیکھی ـــــ"

"نہیں ـــــ!"

ـــــ سلمان کا چہرہ آپ ہی آپ سُرخ ہو گیا۔

"کمال ہے ـــ!"

چاند حیرت سے اس کا منہ تکنے لگی۔

"میں سچ ہی تو کہہ رہا ہوں ـــــ"

ـــــ وہ بمشکل بولا

"آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے ـــــ؟"

ـــــ چاند نے معصومیت سے پوچھا

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں ـــ؟"

ـــــ وہ بوکھلا گیا ـــ!

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں ـــ"

"نہیں ـــ"

ـــــ وہ گھبرایا گھبرایا بڑا اچھا لگ رہا تھا

"اُن دونوں نے گھبرا کر ایک دوسرے کی طرف یوں دیکھا جیسے ـــ

دو بلوریں جام ٹکرا گئے ہوں ــــ

خیر ہو گئی کہ زرّی کا گھر آ گیا۔

سرخ کوٹھی کی مثالی اینٹیں ڈھل کر سُرخ ہو گئیں تھیں ــــ!

وسیع دالان کی شفق آلود آغوش نے انہیں سمیٹ لیا ــــ

زرّی برآمدے میں ہی مِل گئی

وہ چاند سے لپٹ گئی ــــ!

سلمان ساتھ کھڑا تھا ــــ زرّی نے سلمان کی مزاج پُرسی بھی کی اور اسے ساتھ لئے ڈرائینگ روم میں آ گئی ــــ

مخملیں قالین ــــ صوفہ سیٹ ــــ روغنی دیواریں ــــ برقی قمقمے ــــ کھڑکیوں اور دروازوں پر ریشمی پردے ــــ سب چیزوں سے مغربیت ٹپک رہی تھی

"بڑا خوبصورت گھر ہے تمہارے انکل کا ــــ"

ــــ چاند بولی

"انکل کو خوبصورت چیزیں لانے کا خبط ہے ــــ"

ــــ زرّی مسکرائی ــــ اس نے ہلکے سبز رنگ کا بیل باٹم لباس پہن رکھا تھا ــــ!

منقش گلدان میں مہکتے ہوئے پھول سے ایک پھول نکال کر اس نے چاند کے بالوں میں اٹکا دیا ــــ اور سلمان کی آنکھیں جھک گئیں۔

"آپ لوگ چائے پئیں گے نا ــــ؟"

ــــ زرّی اُٹھتے ہوئے بولی

"یہ پوچھنے کی بات ہے کیا ــــ؟

ــــ چاند مسکرائی

"تم بیٹھو میں ملازم سے چائے کہہ آؤں ــــ؟"

وہ لہراتی ہوئی کمرے سے باہر نکل آئی

"پسند آئی میری سہیلی ــــ؟"

ــــ چاند نے سلمان سے پوچھا

"جی ــــ!"

"میں پوچھتی ہوں پسند آئی میری سہیلی ــــ"

ــــ وہ زور سے بولی جیسے سلمان بہرہ ہو

"آپ کیسی باتیں پوچھ لیتی ہیں ــــ!"

ــــ وہ روہانسا ہوگیا

"آپ تو بالکل عجیب ہیں ــــ!"

زرّی آگئی

ــــ!

ــــ آتے ہی اس نے اپنی سرگذشت سنانا شروع کردی ــــ میں نتھیا گلی گئی ــــ وہاں یہ دیکھا ــــ وہ دیکھا جانے کیا کیا ــــ!

سلمان کو یہی لگ رہا تھا کہ تیز تیز آوازیں اسکے کانوں کو چیر رہی ہیں۔

نوکر چائے لے آیا ــــ!

زرّی نے چائے بنائی ــــ ساتھ شامی کباب تھے ــــ

بجھنے ہوئے مڑ تھے ـــــ آلو کے چپس تھے ـــــ!

"سلمان صاحب بڑے خاموش ہیں ـــــ!"

زری آنکھ میچ کر مسکرائی

"عادت ہے ان کی ـــــ؟"

ـــــ چاندلا پرواہی سے بولی

"یوں بیٹھے ہیں جیسے تم زبردستی پکڑ لائی ہو ـــــ!"

"یہ ہی سمجھ لو ـــــ"

"جی نہیں ـــــ ایسی تو کوئی بات نہیں ـــــ"

ـــــ سلمان بولا

"تو پھر آپ اتنے گم سم کیوں ہیں ـــــ؟"

"میں زیادہ باتونی نہیں ہوں ـــــ!"

ـــــ سلمان جل کر بولا

دونوں کھلکھلا کر ہنس دیں

"بولے ـــــ بولے ـــــ کچھ تو بولے ـــــ"

زری نے کہا

سلمان کی رُوح فنا ہو رہی تھی ـــــ اس کا جی تو بہت چاہتا تھا کہ وہ بھی ہنسے بولے

"وہ کوئی بدھو تو نہیں ـــــ ان ساری باتوں کا وہ اچھی طرح جواب دے سکتا ہے ـــــ اگر کوئی مرد ہوتا تو وہ مزہ چکھا دیتا ـــــ مگر تم

دونوں تو لڑکیاں ہو۔"

لڑکیاں ___ !

جن کے ساتھ سختی کی میں نے قسم کھا رکھی ہے ___ !"

" چاند ___ تم کلب نہیں آتیں ___"

___ زری نے پوچھا

" دل تو چاہتا ہے ___ مگر میں اکیلی کیسے آسکتی ہوں ___"

" آپ کہیں گی تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے ___"

___ سلمان جلدی سے بولا

" ہفتے کی شام کو مصری رقاصہ کا پروگرام ہے ضرور آنا ___"

___ زری بولی

" اچھا آؤں گی ___ !"

کچھ دیر بعد زری کے انکل آگئے ___ بڑے دلچسپ انسان تھے۔ انہوں نے اپنی لائبریری اپنے البم اور کئی اقسام کے گلاب کے پودے انہیں دکھائے انکل کسی زمانے میں فٹ بال کے کھلاڑی تھے اور فٹ بال کی باتیں کرتے ہوئے وہ دوسروں کو بہت بور کرتے تھے ___ !

زری پیچ رہی تھی کہ فٹ بال کی باتیں نہ شروع ہوں مگر تمہید کیئے بغیر ہی انکل نے فٹ بال کی باتیں شروع کر دیں بس پھر تو رات تک کس کا چھٹکارا تھا ___ ؟

رات کھانا بھی اکٹھے کھایا گیا ___ !

جب وہ گھر لوٹے تو ظفر انہیں باہر ہی مِل گیا
اس کی نظروں میں بلا کا طنز تھا ——— جسے صرف
سلمان ہی جان سکا ———!"

❖

" یار مس چاند میک اپ کیوں کرتی ہے ۔۔۔ "

۔۔۔ بستر پر لیٹے لیٹے ظفر بولا

" ہوں ۔۔۔ میں بھی تم سے یہی کہنے والا تھا ۔۔۔ !"

۔۔۔ سلمان نے کروٹ لے کر منہ ظفر کی طرف پھیر لیا ۔۔۔ "!

" میرا مطلب ہے اگر سادہ رہے تب بھی خوبصورت ہے ۔۔۔

ہے نا ۔۔۔ "

" ہاں بہت ۔۔۔ "

" لالی تو اس کے رخساروں کو گلنار بنا دیتی ہے ۔۔ "

" ہاں اور کپڑے بھی بہت اچھے پہنتی ہے ۔۔ "

" ہاں رنگوں کا انتخاب تو ختم ہے اس پر ۔۔ "

۔۔۔ ظفر مسکرایا ۔۔۔ !

" بالکل موسم کے لحاظ سے لباس کا انتخاب کرتی ہے ۔۔ "

___ سلمان تکیہ دوہرا کرتے ہوئے بولا

" چہرے کی حفاظت بھی تو بہت کرتی ہے نا ___ !

" رات کو کئی قسم کی کریمیں اور لوشن چہرے پر لگاتی ہے اور تو اور کل میں باتھ رُوم گیا تو پانی سے خوشبو آرہی تھی ___

" ہیں ___ پانی سے خوشبو...... ؟"

___ سلمان نے حیرت سے پوچھا

" ہاں میں حیران تھا ___ میں نے ٹب میں بچا ہوا پانی سونگھا تو اس میں کوئی لوشن ڈالا گیا تھا ___ اور مس چاند ___ غسل فرما کر گئی تھیں ___ !"

" سچ ___ !"

" ہاں ___ !"

" جب ہی تو اس کے پاس سے گزرو تو وہ پیاری خوشبو آتی ہے کہ بس ___ ظفر آگے کچھ نہ کہہ سکا

" یار جو کچھ بھی ہے لباس کا بڑا سلیقہ ہے اُسے ___ !"

" اس روز رائیڈنگ کے لئے گئی تو برجس نما پتلون ___ اور پھر بالوں کی دو چوٹیاں ___ ربن سے بندھی ہوئی تھیں نا "

" تم رائیڈنگ کہتے ہو ___ پرسوں شام کو نارنجی ساڑھی میں بہت پھب رہی تھی اسے ___ شام تھی نا ___ سورج ڈوب رہا تھا ___ اور ڈوبتے سورج کا رنگ ___ کیا کہنے ہیں انتخاب کے ___ !

ظفر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کل جب وہ مس زری کے ہاں گئی تھی ـــ تو سفید ریشم کا لباس کیا سج رہا تھا۔ اور کانوں میں موتیئے کے بالے ـــ کلائیوں میں موتیئے کے گجرے ـــ انتخاب ہوا نا ـــ؟

"ناول نگار بھی ہے ـــ"

ـــ ظفر بولا

"شعر سمجھنے کا ذوق بھی ـــ!"

ـــ سلمان بھی اُٹھ کر بیٹھ گیا

"انگلینڈ بھی رہ کر آئی ہے ـــ!"

ـــ ظفر نے کہا

"مگر طبیعت میں سادگی ہے"

"باتیں تو بہت خوبصورت کرتی ہے ـــ"

"باتوں میں ترنم بھی ہے ـــ یوں لگتا ہے جیسے ہلکے ہلکے کوئی دلکش سا نغمہ اُبھر رہا ہے ـــ ہے نا ـــ!"

"ہاں ـــ!"

"مگر یار ـــ"

ـــ ظفر اسے ٹیڑھی نظر سے دیکھتے ہوئے بولا

"ہاں ـــ"

"تم ـــ کیا کہہ رہے ہو ـــ"

"میں ـــ ہاں ـــ واقعی کیا بکواس میرے منہ سے نکل رہی ہے ـــ معاف کرنا ـــ!"

ـــ سلمان گھبرا گیا

"تم نے اتنی تعریفیں کیوں کیں ـــ"

ـــ ظفر چڑ گیا

"یار منہ سے نکل گئیں باتیں ـــ" دیکھو نا چمڑے کی زبان ہے ـــ پھسل ہی جاتی ہے ـــ"

"تمہیں اس کا ہر لباس یاد ہے ـــ اتنی غور سے دیکھتے ہو اسے ـ؟"

ظفر غصے سے بولا

"جانے بھی دو اب ـــ اللہ قسم میں تو ہمیشہ نظریں جھکائے رکھتا ہوں ـ سلمان بے چارگی سے بولا

"دیکھو بیٹا اگر تم نے اپنا طریقہ یہی رکھا تو سمجھ لو عہد صرف ایک کچا دھاگا تھا ـــ!

"نہیں یار میں آئندہ خیال رکھوں گا ـــ اب معاف بھی کر دو۔"

"جاؤ معاف کیا ـــ!"

ـــ ظفر نے گویا بادشاہت بخش دی ـ

سلمان نے اطمینان کا سانس لیا ـ مگر دوسرے ہی لمحے اس کی بھی نظریں پھر میٹھی ہو گئیں ـــ

طنز بھرے لہجے میں کہنے لگا ـ

"ظفر ـــــ"

"ہوں ـــــ"

"تم نے سب کچھ میرے سر پر کس آسانی سے تھوپ دیا ـــــ اور خود صاف بچ نکلے ـــ!

"کیا کہہ رہے ہو ـــــ"

ـــــ ظفر گھبرا گیا

"تم نے مس چاند کی تعریفیں نہیں کیں ـــــ"

ـــــ وہ رعب سے بولا

"کی تھیں یار ـــــ"

ـــــ ظفر بے بس سا نظر آنے لگا

"ہاں خوشبوئیں آتی ہیں ـــــ پانی سے ـــ"

"ہاں یار ہاں ـــــ!"

ـــــ وہ آہستہ سے بولا

"تمہارے منہ سے بکواس نہیں نکل رہی تھی ـــ"

ـــــ سلمان دانت پیستے ہوئے کہنے لگا

"نکل رہی تھی ـــــ یار میں کمینہ ہوں ـــــ مجھے جوتی مارو ـــــ میرے منہ پہ تھوکو ـــ!"

ـــــ ظفر رونا سا ہو گیا

"آئندہ سے توبہ کر لو ـــ!

"توبہ ــــ!"

ــــ ظفر نے کان پکڑ لئے

"یہ چاند خوبصورت ہے ـــ؟"

"نہیں یار بہت بدصورت ہے ــــ بھینگی ہے"

"بس آئندہ سے توبہ کرو"

"کرلی یار ــــ!"

"یوں ہم دونوں نہیں مانیں گے ــــ کوئی سزا ہونی چاہیئے"

"ہاں واقعی ـــ؟"

ــــ ظفر نے تائید کی

"آئندہ جس کو مشکوک دیکھا گیا ــــ اسے واقعی جوتیاں ماری جائیں گی"

"کتنی ــــ!"

ــــ ظفر نے پوچھا

"سو ــــ!"

"سو زیادہ ہیں یار کچھ کم کرو"

"تمہیں کاہے کا فکر ــ نہ تم اپنا کردار مشکوک کرو گے ــــ نہ جوتیاں کھاؤ گے

ــــ ہے نا ــــ!"

"ٹھیک ہے"

"تو طے ہوا"

"ہاں طے ہوگیا"

" آداب صلح کرلیں "

" دونوں نے اُٹھ کر ہاتھ ملایا

" مگر ایک بات ہے "

— سلمان نے کہا

" کیا — ؟

" بس چاند ہماری مہمان ہے — ہمیں اس کا کہنا ماننا ہے — اسے گھمانا پھرانا ہے — اس کے ساتھ بدتمیزی نہیں کرنا — ہے نا — ؟

" ہاں یہ تو ہے "

" صبح مجھے اسے چوٹی پر لے کر جانا ہے "

— ظفر بولا

" جاؤ — جاؤ — مجھے اطمینان ہے "

— سلمان اسے نصیحتیں کرنے لگا اور وہ چپ چاپ فرمانبردار بچے کی طرح سنتا رہا — گو یہ ساری نصیحتیں اسے کونین ہی لگ رہی تھیں — !

☆

پہاڑ پر ہلکی ہلکی دھند چھائی ہوئی تھی — !
نیچے ڈھلوانوں پر بھی کہیں کہیں دھند میں سب کچھ چھپا ہوا تھا
ظفر اور چاند کافی اوپر آ گئے تھے —— اوپر اور بھی لوگ تھے ابھی پہاڑ
کی چوٹی دُور تھی۔

" میں تو تھک گئی ظفر صاحب —— اب اور اوپر نہیں جا سکتی "
—— چاند کا سانس پھولا ہوا تھا —— چہرہ سُرخ ہو رہا تھا —— ماتھے پر
پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمکنے لگے تھے

" بس تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا ہے — بس — چلے چا— ند "
ظفر اس کے نام پر اٹک گیا۔

" آپ میرا نام لیتے ہوئے اس قدر شرماتے کیوں ہیں "
—— ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولی
" آپ کا نام لیتے ہوئے — جانے کیوں —— زبان لڑکھڑا سی جاتی
ہے " ظفر ہنس دیا

" عجیب بات ہے "
—— چاند بھی ہنس دی
" دیکھئے اوپر کتنے لوگ ہیں —— جانے شہر سے بھاگ کر ویرانوں میں
کس طرح سکون ڈھونڈ لیتے ہیں "
—— ظفر نے اپنی دانست میں بڑا اچھا ڈائیلاگ بولا
" یہ ویرانہ ہے —— کتنی خوبصورت جگہ ہے —— دیکھئے نا یہ ننھے

ننھے سُرخ پھول ـــ کتنا حُسن ہے ان میں ـــ اس نے ہاتھ بڑھا کر جنگلی پودے سے ایک پھول توڑ لیا ـــ!

"آپ خاموش کیوں ہو گئے ظفر صاحب ـــ!"

ـــ چاند نے پوچھا

"نہیں تو ـــ"

"اور تو نہیں ہوتے آپ لوگ میرے ساتھ ـــ!"

"ہرگز نہیں ـــ!"

"میں تو یہی سمجھتی ہوں ـــ جب بھی آپ دونوں میرے ہمراہ ہوتے ہیں کوئی بات خود سے نہیں کرتے ـــ میں جو کہوں بس اس کا جواب دے دیتے ہیں ـــ پھر اور ہی ہوئے نا ـــ؟

ـــ وہ روٹھنے والے انداز میں بڑی اچھی لگ رہی تھی ـــ!

"نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے ـــ"

ـــ ظفر جلدی سے بولا

"تو پھر کچھ کہیئے ـــ"

ـــ وہ آہستہ سے ہنس دی۔

"دیکھئے نا ـــ مس چاند ـــ انسان کی زندگی کے وہ لمحے کتنے ظالم ہوتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہنا چاہے لیکن کچھ بھی نہ کہہ سکے ـــ"

بڑی مشکل سے وہ اپنے حواس اکٹھے کر کے بولا

"جی ـــ؟"

"میرا مطلب تھا ـــــ آپ نے ابھی کہا تھا نا ـــــ کہ آپ کو سُرخ پھول پسند ہیں ـــــ پسند تو مجھے بھی بہت ہیں مگر ـــــ میں جانے آپ سے کیوں نہیں کہہ سکتا۔"

"کیوں ـــــ ؟"

چاند حیرت سے بولی

"جانے کیوں ـــــ سمجھ نہیں پاتا۔"

"ہم بہت اُوپر آ گئے ہیں ظفر صاحب ـــــ اتنی بلندی پر نہ پہنچایئے جہاں سے ہم اپنے آپ کو بھی نہ پہچان سکیں۔"

ـــــ وہ ہنس دی

"جی کیا کہا آپ نے سُنا۔"

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مُسکرائی

وہ ہنس دیا ـــــ یوں ہی ـــــ بے تُکا سا ـــــ

چاند نے آسمان کی طرف دیکھ کر ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگی

"یہ اُونچی اُونچی فلک بوس چوٹیاں ـــــ اور یہ دیوار کے دیو قامت دَرخت اور ان سب پر نیلا وسیع آسمان ـــــ

اور ـــــ اور۔"

ـــــ ظفر نے درمیان میں اس کی بات کاٹ دی۔ "اور سیاہ بادلوں کی اوٹ سے جھانکتے سُورج کی کرنوں کا سنہری جال۔"

"ارے آپ تو اچھے خاصے ادیب ہیں۔"

—— چاند حیرت سے بولی
"آپ کی صحبت کا اثر ہے ——"
ظفر ہکلاتے ہوئے بولا
"اچھا ——"
—— چاند ہنس دی
"جی ہاں ——"
"آج واقعی مجھے حیرت ہو رہی ہے ——"
"کس بات کی ——"
"آپ بولتے بھی ہیں ——؟"
چاند ہنستے ہوئے دہری ہو گئی
ظفر بوکھلا سا گیا
—— پھر ہنستے ہوئے بولا
"اب بولا کروں گا جی ——"
دھند ان کے قریب آ گئی —— لمحے بھر کو وہ دونوں اُس میں گم ہو گئے —— چاند ہنستی رہی —— جب دھند چھٹ گئی —— تو ان دونوں کے کپڑے نم ہو چکے تھے —— ظفر بہت خوش تھا ——!

٭

اتوار کے دن چاند نے زرّی کو بھی بلوا لیا تھا۔ پکنک کا پروگرام تھا۔ ظفر اپنے ایک دوست احمد جمیل کو بھی لے آیا تھا احمد جمیل کے پاس ایک سیکنڈ ہینڈ کار تھی۔ چھوٹے سے قد کا نوجوان۔ اسی لئے اسے جمیل چھوٹا کہا جاتا تھا۔ جس کی آواز میں نسوانیت کا عنصر تھا۔ بے حد ہنس مکھ تھا۔

لہٰذا صبح سے ہی سب تیار ہو گئے۔ زرّی بھی وہیں آ گئی۔ ساتھ زرّی کے انکل بھی تھے۔

زرّی کے انکل اپنی کار بھی لے آئے۔ خالہ اور ماتو کو انکل کی کار میں جگہ ملی۔ اور باقی سب جمیل کی کار میں ٹھک ہو گئے۔

شہر سے دُور ایک بڑی خوبصورت جگہ تھی۔!

پہاڑی ندی بڑے ترنم سے بہہ رہی تھی۔ دُور دُور تک پہاڑوں پر سرو کے درخت ٹیڑھے میڑھے کھڑے تھے۔

سرسبز درختوں کے درمیان ٹولیاں بیٹھی تھیں۔
کہیں ریکارڈنگ ہو رہی تھی ــــ کہیں کھانے پک رہے تھے ــــ
کہیں یہ لوگ پانی میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے ــــ!
رنگ برنگے آنچل ــــ
ــــ دلفریب مسکراہٹیں ــــ
ــــ موسیقی سے بھرپور آوازیں
ــــ خوبصورت چہرے
جگہ کا انتخاب چاند پر چھوڑا گیا
پانی کے قریب ہی ایک سایہ دار جگہ تھی ــــ لوگ یہاں پر زیادہ نہیں تھے۔ ہالو نے قالین بچھا دیا ــــ خالہ اور انکل شائد کار میں ہی ایک دوسرے کا تعارف حاصل کر چکے تھے ــــ!
لڑکے لڑکیاں بکھر گئیں ــــ!
"میں تو اپنے صاحب کے ساتھ کئی بار آچکی ہوں"
ــــ خالہ بولی
"اچھا ــــ پھر تو علاقہ آپ کا دیکھا ہوا ہے ــــ!
"جی ہاں"
"میری مرحومہ بیوی کو یہ جگہ بڑی پسند تھی ــــ"
ــــ انکل کو اپنی بیوی یاد آگئی ــــ
"کب ہوا اُن کا انتقال"

"دو سال ہو گئے ــــ"

"بڑا افسوس ہے ــــ!"

ــــ خالہ چھینکتے ہوئے بولیں

"میں ایک بار میچ کھیلنے دہلی گیا تھا ــــ تو ــــ"

انکل بغیر چابی کے ونٹ بال کی باتوں میں لگ گئے

اور خالہ بے چاری بے حساب چھینکیں لیتے ہوئے قصے سننے لگیں۔

بالو نے اسٹو پر چائے کے لئے پانی رکھ دیا

کبھی کبھی وہ کنکھیوں سے دوسری ٹولی کی طرف دیکھ لیتا جن کی نوکرانی اسٹو پر فرائی پین رکھے کباب تل رہی تھی ــ

زری، چاند اور ظفر چھوٹے کے گرد تھے

"ہاں تو چھوٹے ــــ وہ قصہ سناو جب تمہارے شاندار کپڑوں اور جوتوں پر تمہارے عزیز دوست نے اپنے من من کے جوتوں سے چر کے لگائے تھے ــ!

ظفر ہنستے ہوئے بولا

"لاحول ولا قوۃ یار ــــ اس کمبخت کو تو میرے نئے جوتوں سے خدا واسطے کا بیر تھا ــــ جہاں اس کے ساتھ بیٹھا فوراً اپنا ٹائر سول جوتا میرے جوتے پر دے مارا ــــ اور پھر بولا "معاف کرنا"

کوئی چوبیس بار اس نے میرے پاؤں پر پاؤں رکھا

سب ہنسنے لگے ــ!

" پھر آپ آئندہ نئے جوتے پہن کر اس کے ہاں جاتے ہیں یا نہیں "
زری ہنستے ہوئے پوچھنے لگی ۔
" توبہ ــــ میری توبہ ــــ "
چھوٹے نے کانوں پر ہاتھ رکھ دیئے
چھوٹے نے ایک اور قصہ شروع کر دیا ــــ !
" یار بات ذرا مختصر نہیں ہو سکتی "
سلمان اس کے طویل قصے سے عاجز آ گیا
" ابھی تو میں بہت اختصار سے کام لے رہا ہوں ــــ "
ــــ چھوٹا بولا
" کچھ کم ہونا چاہیئے یار "
ــــ ظفر بولا
" بہتر تو یہی ہے کہ کسی اور وقت پر اٹھا رکھا جائے "
چاند ہنسی دبا کر بولی
" اگر آپ سب کا اصرار یہی ہے تو یہ قصہ نہ سنیں ــــ دوسرا سناتا ہوں "۔
ساتھ ہی چھوٹے نے دوسرا قصہ شروع کر دیا
" الٰہی خیر ــــ "
ــــ زری کہنے لگی
" یہ کونسا قصہ ہے ــ ؟
" حکم کے نہلے والا "

ـــــ چھوٹا بولا

" یار اسے تو ہم سو سے زیادہ بار سُن چکے ہیں ـــــ اپنا کوئی تازہ رومانس سُناؤ ـــــ !"

ـــــ سلمان نے کہا۔

" رومانس کیا سُناؤں یار ـــــ اس صحت مند آدمی سے میں بہت تنگ ہوں " چھوٹا ناک چڑھا کر بولا

" میں بہت تنگ ہوں ـــــ " کون صحت مند آدمی ـــــ ؟"

ـــــ ظفر نے پوچھا

" وہی یار پرنس آف رومانس "

چھوٹا بولا

" اچھا پرنس "

ـــــ ظفر کو یاد آگیا

" کچھ ہم لوگوں سے بھی تو تعارف کروایئے "

" چاند بولی

" آپ لوگوں کا تعارف اس سے کروانے کا جگر گردہ نہیں ہے اپنا "

ـــــ چھوٹا بولا

ظفر اور سلمان ہنسنے لگے ـــــ لیکن ـــــ چاند اور نرگس کے پلّے کچھ نہ پڑا ـــــ !

" بھئی یہ کیا تُک ہے ـــــ اگر اس کی باتیں کرنا ہیں ـــــ تو اس

کا جغرافیہ بھی بتائیے۔"

— زری تنگ آگئی

" وہ ہے پرنس آف رومانس — جو لڑکی دیکھتی ہے بس۔ جانے اس کی عقل کیوں ماری جاتی ہے — !"

چھوٹا کہنے لگا —

" بس رومانس ہو جاتا ہے "

— ظفر بولا

" ایسا کونسا یوسف ثانی ہے"

زری نے بھنویں سکوڑ کر کہا

" یوسف ثانی تو نہیں — اس کی باتوں میں دلکشی — دلکشی تو نہیں البتہ چرب زبانی ہے "

" چھوڑیئے بھئی میں بور ہو گئی "

— چاند بولی

" ہاں تو میں کہہ رہا تھا — کوئی لڑکی آنے ہی نہیں دیتا اس طرف' ایک لڑکی تھی مہینوں کی محنت سے میں نے اس سے بات کی — دھوپ میں کھڑے ہو ہو کر اس کا انتظار کیا — یہ حضرت بھی اچانک آن ٹپکے — کمبخت لڑکی — اوہو معذرت چاہتا ہوں — ہاں تو وہ لڑکی پھر نہ آئی مجھے ملنے — اور پرنس مجھے کہنے لگا۔

" تم ابھی بچے ہو —" آپ بتایئے چاند صاحبہ — میں

بچّہ ہوں ـــ"

"ہاں چھوٹے جو ہو ـــ!"

ـــ چاند کہنے لگی

"ارے ـــ!"

ـــ چھوٹے کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا ـــ پتہ نہیں کیا بات تھی۔ ہر کوئی دو منٹ میں اس سے فری ہو جاتا ـــ!

سب ہی ہنس پڑے ـــ!

"صاب چائے تیار ہو ندیں ـــ"

ـــ ہاتو نے وہیں سے ہانک لگائی

"چل بے چھوٹے ـــ"

ـــ سلمان چھوٹے کو دھکیلتے ہوئے بولا

اور چھوٹا منہ لٹکائے ساتھ ہو لیا ـــ!

چائے پر انکل فٹ بال ایک منٹ کے لئے اُن سے جُدا نہ ہوا ـــ خالہ نے چاند کو ایک طرف بلا کر آہستہ سے کہا۔

"میری جان چھڑاؤ ـــ!"

"کیوں کیا ہوا خالہ ـــ؟"

"یہ مُوا فٹ بال کی باتیں کر کر کے میری جان کھا گیا ہے ـــ بھلا مجھے کیا دلچسپی۔ بھاڑ میں جائے فٹ بال ـــ"

ـــ خالہ جھلائی ہوئی تھی ـــ اور چاند کھِلکھِلا کر ہنس دی۔

" تم ہی کوئی قصہ چھیڑ دو نا "

ـــــ خالہ بولی

" وہ کسی کی سنتا ہی نہیں ـــ ہر بات میں فٹ بال کی کڑیاں ملجاتی ہیں "

چاند ہنستے ہوئے انکل کی طرف آ گئی ـــ !

انکل کہنے لگے ۔

" جاؤ وہ لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں "

" انکل آپ گھومیں گے نہیں ـــ ؟ "

" نہیں بھئی ـــ تم سب کو ہنستے کھیلتے دیکھکر مجھے یاد آتا ہے جب

میں ٹیم کے ساتھ کہیں باہر جایا کرتا تھا نا تو "

" انکل میں چلی "

ـــ کہتی ہوئی وہ بھاگ گئی ـــ

اور وہ ادھورا قصہ خالہ کو سنانے لگے ـــ !

ہاتو نے نظروں کے تصادم کے بعد اس نوکرانی کو مسکرانے پر مجبور

کر ہی دیا تھا ـــ ! وہ ہلکے ہلکے مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی ـــ اور ہاتو

عجیب و غریب حرکتیں کر رہا ہے ـــ ! "

خواہ مخواہ فنر مار رہا تھا

چھوٹے کو سب نے پانی میں بھگو دیا تھا ـــ اور جواباً اس نے

بھی پانی سے حملے شروع کئے ہوئے تھے ـــ !

کھانے کے بعد خالہ دوسری ٹولی کی ایک بزرگ خاتون کے پاس

حبابیگمیں نے انکل دُور بیٹھے بیٹھے دیکھتے رہے۔
ہاتو اور نوکرانی کی دوستی ہو گئی
چھوٹے کو دھوپ میں سوکھنے کے لئے ڈال دیا گیا۔!
سلمان اور ظفر دُور کھڑے دیکھتے رہے۔!
زری اور چاند دوسری ٹولی کی لڑکی سے راہ و رسم بڑھا رہی تھیں۔
شام کو چھوٹے کی گاڑی کو سو مرتبہ دھکے لگا کر سب گھر لوٹ آئے۔!"

❖

"گھوڑا میم صاحب — !"

— ایک نوجوان لڑکا سفید گھوڑے کی لگام پکڑے اس کے قریب آگیا چاند نے چست سُرخ پتلون پہن رکھی تھی — ہلکی زرد جرسی — اور اوپر سُرخ ہی سکارف اس کے سنہری اور سیدھے بالوں کو سنبھالے ہوئے تھا — !

"ادھر لے آؤ گھوڑا"

— چاند کہنے لگی

"یہ راستہ بڑا خطرناک ہے — آپ نیچے والی سڑک پر رائیڈنگ کیجئے گا — !"

— ظفر نے اسے سمجھانا چاہا۔

"میں نہیں ڈرتی"

"یہ گھوڑا مُنہ زور ہے"

" آپ ڈرتے رہئے ـــــ ادھر لاؤ گھوڑا ـ"

" میرا تو خیال تھا آپ ـ"

ـــــ ظفر گھبرایا ہوا تھا

" آپ کتنا ڈرتے ہیں ـــــ گھوڑے والے لگامیں مجھے دو ـ"

" ڈرنے کی بات نہیں بابو صاحب ـ !"

گھوڑے والا بولا

" ظفر صاحب خدا حافظ ـــــ میں نیچے ملوں گی آپ کو ـ"

" میں آپ کے ساتھ چلوں میم صاحب ـ !"

گھوڑے والا بولا

" وہ کیوں ـــــ ؟

" راستہ خطرناک ہے نا میم صاحب ـــــ "

" مس چاند نیچے کھائی ہے ـــــ اور سڑک کم چوڑی ـ"

ظفر پریشان ہو گیا

" میں کوئی پہلی بار تو رائیڈنگ کر نہیں رہی ـ"

اس نے ایڑ لگائی ـــــ اور گھوڑا آہستہ آہستہ چلنے لگا۔

" یا اللہ خیر ـــــ"

ـــــ ظفر کا دل دھڑک اٹھا

گھوڑا دوڑا چلا گیا

اور اس کی نظر میں وہ موہنی صورت پھر گئی

شعور اور لاشعور میں جنگ ہونے لگی۔!

دل اور دماغ میں طوفان اُٹھنے لگا — یہ جنگ لمحہ بہ لمحہ زور پکڑتی جا رہی تھی — کبھی وہ دل کے سامنے جھک جاتا اور کبھی دماغ کے سامنے۔!

" مگر — آج جذبوں کا بہاؤ تیز تھا

وہ اس سیلاب میں تنکے کی طرح بہتا چلا جا رہا تھا — !

اسے اپنی زندگی ایک سوکھی ندی لگنے لگی

اسے لگا جیسے اس کی جوانی کو زنگ لگتا جا رہا ہے — !

دماغ کہتا — تم نے اپنے دوست کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے۔؟

تم تو عورت سے نفرت کرتے ہو — نفرت کرتے ہو — فساد کی جڑ سمجھتے ہو۔ عورت سے بچو — !

بچو — !

یہ ناگن تمہیں ڈس لے گی — !

بچو — بچو — !

اس نے اپنے کان بند کر لئے —

دل نے کہا

" پگلے — "

عورت تو چنبیلی کی نازک سی کلی ہے

وہ تو زندگی کا حاصل ہے — اس کے لئے تو بادشاہوں نے تخت چھوڑ دیئے — وہ تو زندگی کا شہد سے بھی زیادہ میٹھا کر دیتی ہے وہ

تو حیات بخشتی ہے ــــ! زندہ رہنے کی جستجو ــــ جینے کا حوصلہ ــــ
زندگی کی تمنّا حُسن کی معراج ــــ!
وہ عہد ــــ وہ تو محض ایک کچا دھاگہ ہے ــــ!"
اور سچ مچ اس نے وہ کچا دھاگا توڑ دیا
دل کے دروازے ایکدم کھول دیئے
کپکپاتے ہوئے لبوں پر چاند کا نام لرزنے لگا
چاند ــــ چاند ــــ تم میں اور پھول میں کیا رشتہ ہے ۔؟
تمہارے چہرے پر معصومیت ہے
بادامی آنکھیں
فراخ پیشانی
سنہرے بال
سمارٹنا ــــ!
ار تم ــــ تم وہی تو ہو ــــ جسے میں نے خوابوں میں دیکھا ہے ــــ ہاں
تم ہی تو وہ ہو ــــ میں ــــ تم سے ــــ سب کچھ کہہ دوں گا "
سوچتے سوچتے وہ نیچے آگیا
چاند تیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس کے قریب سے گزر گئی
پھر قریب آکر بولی
" ڈر گئے تھے نا ــــ؟"
وہ ہنس دیا

"میم صاحب —"

— گھوڑے والا بولا

"ہوں —!

"روز لایا کروں گھوڑا —!"

"ہاں —!"

— چاند نے کہا

ظفر نے گھوڑے والے کو پیسے دیئے —

— اور وہ گھوڑا لے کر چلا گیا

ظفر کا رنگ ابھی تک پیلا تھا —!

"آپ کو دیکھ کر مجھے ہنسی آرہی ہے —"

— چاند بولی

راستہ جو خطرناک تھا

"چلئے گھر چلیں —!"

— چاند کہنے لگی —!

اور وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی اسے کچھ نہ کہہ سکا —!

❖

ہانپتے کانپتے خالہ چاند کا سہارا لئے گھر کی طرف لوٹ رہی تھیں

چاند خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی ـــ!

اور خالہ اس وقت کو کوس رہی تھیں ـــ جب وہ چاند کے ساتھ

پہاڑ کا پروگرام بنا بیٹھی تھیں ـــ!

"ہائے کل سے میں تو نہیں جاؤں گی تیرے ساتھ ـــ توبہ توبہ ـــ

سانس ہی برابر نہیں ہوتا ـــ

ـــ خالہ اوپر دیکھتے ہوئے بے بسی سے بولیں

"اتنے دنوں بعد آج تو باہر نکلی ہیں آپ ـــ جس دن سے آئی ہیں

گھر میں ہی رہتی ہیں ـــ!"

چاند نے جواب دیا

"اب تو سردی ہو چلی ہے بیٹی واپس چلنا چاہیئے ـــ!

"نہیں خالہ ـــ!"

ـــ چاند مچل گئی

"اے تو کیا مہینوں رہنے کا ارادہ ہے ـــ"

"ہاں خالہ کچھ عرصہ اور ـــ!"

"مگر بیٹی میں تو بیزار ہو گئی ہوں ـــ"

"میری خاطر ـــ!"

ـــ چاند نے لاڈ سے خالہ کے گلے میں باہیں ڈال دیں

"مگر بیٹی ـــ!"

"اگر مگر نہیں خالہ بی ـــ کل ہی تو بھیا کا خط آیا ہے کہ وہاں بے انتہا گرمی پڑ رہی ہے ـــ"

خالہ چپ ہو گئیں ـــ

گھر پہنچتے ہی وہ لیٹ گئیں ـــ اور پھر چھینکیں ـــ الامان والحفیظ

چاند چائے بنا لائی ـــ!

وہ خود بھی تھک گئی تھی ـــ!

شام کا جھٹپٹا سا تھا ـــ!

چاند منہ ہاتھ دھو کر نکلی تو ہاتو کھڑا تھا ـــ

"کیا بات ہے ہاتو ـــ"

ـــ تولیہ منہ پر رگڑتے ہوئے اس نے پوچھا

"وہ ـــ بی بی جی ـــ وہ ـــ وہ ـــ!"

"کیا وہ ـــ وہ لگا رکھی ہے ـــ"

"وہ ظفر صاحب باہر جاندی تا ــ"

"ہاں ــ"

"او مجھ کو کہندی کہ بی بی صاحب آندی تو اس کو بولدی ــ:

"شام کلب جاندیں ــ!"

"سمجھ نہیں آیا مجھے ــ!"

"او بی بی جی ــ تم ــ ظفر صاحب ــ کلب ــ ناچ ــ"

وہ کمر مٹکا کر چاند کو سمجھانے لگا

"اچھا اچھا ــ ظفر صاحب نے کہا ہوگا ــ کہ میں تیار ہو جاؤں۔

رات کلب جانا ہے ــ"

ــ چاند نے بات دہرائی

"ہاں ہاں ــ!"

ــ ہاتو خوش ہو کر بولا

"پاگل ہو تم بھی ــ!

"جی ــ!"

"دماغ خراب ہے تمہارا ــ"

"ایسا مت بولو بی بی جی ــ!"

ہاتو عاجزی سے بولا

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں ــ"

"نہیں نہیں ــ"

ہاتو کبھی کبھی ہنستا ہوا چلا گیا
وہ چائے کی پیالی بنا رہی تھی کہ ایک پیاری سی دُھن اس کے کانوں سے ٹکرائی ــــ!
آواز قریب سے ہی آ رہی تھی ــــ!
بہت پیاری مدھری لَے ــــ!
مدہوش کرنے والا نغمہ ــــ!
وائلن تو اسے یوں بھی پسند تھی
ہاتو برتن لینے اندر آیا تو اس نے پوچھا
"کون بجا رہا ہے ہاتو ــــ!"
"کیا بی بی جی ــــ؟
"وائلن ــــ!"
"وائلن کیا ہوندیس ہے بی بی جی ــــ"
"پاگل ہو تم ــــ یہ آواز جو آ رہی ہے ــــ"
"اچھا باجہ ــــ"
"ہاں ــــ!"
"وہ سلمان صاحب بجاندیں ــــ"
"سلمان صاحب ــــ؟
"ہاں ــــ؟"
ہاتو تو برتن سمیٹ کر چلا گیا ــــ اور چاند حیران ــــ

" یہ بونگے صاحب کتنا اچھا بجاتے ہیں "

نغمہ چیختا رہا ۔۔ !

درد اُبل رہا تھا ۔۔ !

اور چاند کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں ۔۔ !

وہ بے اختیار اٹھی اور سلمان کے کمرے کی طرف چل دی

وہ کھڑکی کے پاس وائلن لئے کھڑا تھا ۔۔ اور جھوم جھوم کر بجا رہا تھا۔

اس نے سفید قمیض اور سفید پینٹلون پہن رکھی تھی ۔۔ اس کی چوڑی چکلی پشت

چاند کی جانب تھی ۔۔ !

وہ چپ چاپ کھڑی سنتی رہی

" کتنی دیر بیت گئی ۔۔ چاند کا پاؤں کرسی سے ٹکرا گیا ۔۔ !

سلمان نے چونک کر دیکھا

" آپ ۔۔ آپ ۔۔ !"

۔۔ وہ گھبرا گیا

" جی ۔۔ !"

" آپ میرا مطلب ہے آپ "

وہ گھبرایا گھبرایا سا بڑا اچھا لگ رہا تھا

" آپ تو چھپے رستم نکلے ۔۔ "

۔۔ چاند مسکرا کر بولی

" بیٹھیے نا ۔۔ !"

اس نے کرسی آگے کردی ـــ

" آپ تو کمال کر رہے تھے ـــ!"

ـــ چاند ہنسی

" جی ـــ بس یوں ہی ـــ تھکن کے ساتھ ساتھ تنہائی کا احساس شدّت اختیار کرنے لگتا ہے تو ـــ ایسے میں وائلن میرا بہترین ساتھی ہوا کرتا ہے "

ـــ وہ کھویا کھویا سا بڑا اچھا لگ رہا تھا ـــ!

اور چاند حیرانگی اور خوشی کے ملے جلے جذبات . سمجھ نہ پا رہی تھی کہ کیا کہے ـــ اسے لگا جیسے وہ خود بیوقوف تھی اور وہ دونوں نہایت عقل مند ـــ

کہنے لگی ـــ!

" بڑا سوز تھا نغمے میں "

" پسندیدگی کا شکریہ ـــ!"

ـــ وہ لاپرواہی سے بولا

" مگر ـــ مگر اتنا سوز کیسے آگیا مسٹر سلمان ـــ"

ایک لمحہ کے لئے وہ خاموش سا ہو گیا

" بتلایئے نا ـــ؟"

" کیا کہوں ـــ؟"

" یہی کہ آپ کی خوش باش زندگی میں سوز کیسے ـــ؟

—— وہ ہنسی

" مزدوری کا ہے کہ خوش باش انسان سوز کے قریب نہیں جاسکتا "

—— وہ پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

" دراصل مجھ میں اور میرے وائلن میں ایک عجیب سا رشتہ ہے۔ میری انگلیوں کے لمس سے اس کے تار مچلنے لگتے ہیں —— اور پھر جو دھن ابھرتی ہے۔ وہ میرے اپنے دل کی عمیق گہرائیوں میں اُتر کر ایک کسک سی پیدا کر دیتی ہے —۔ وائلن کے تار تڑپنے لگتے ہیں ۔ اور — میں — میں "

وہ پریشان سا ہو گیا ——

" کہئے نا — "

" کچھ نہیں چاند —— کچھ بھی تو نہیں "

—— وہ پھیکی سی ہنس دیا

" مگر میں تو سوز کا پوچھ رہی تھی —— ! "

" سوز —— ؟ بس چاند —— محرومیوں اور مجبوریوں سے دوچار انسان کے دل میں کرب اور تڑپ کے سوا ہوتا کیا ہے —— اور جب دلی کی کیفیت ایسی ہونا تو انسان سے سرزد ہونے والی ہر حرکت ۔ ہر بات میں سوز ہی کی جھلک ملے گی "

وہ بُت بنی اُس کی باتیں سُن رہی تھی —!

" ہے نا بس چاند —— ؟ "

—— اُس نے پوچھا

اُس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں

" سلمان صاحب ــــ کہتے ہیں چہرہ دل کا آئینہ ہوا کرتا ہے لیکن آپ کے چہرے پر تو کوئی ایسی جھلک نہیں ملتی ــــ جس میں تڑپ ہو ــــ درد ہو"

" میں تو اتنا جانتا ہوں چاند صاحبہ ــــ کہ دل میں چاہے دنیا جہان کی مسرتیں ہوں ــــ یا رنج و غم کے پہاڑ ــــ ہونٹوں پر مسکراہٹ رہنی چاہیئے"

" اچھا اب سمجھی ــــ !"

" کیا ــــ ؟"

" یہی کہ ضرور آپ کے ساتھ کوئی زبردست ٹریجڈی ہوئی ہے "

" نہیں ــــ نہیں "

ــــ وہ پھر پہلے والا سلمان بن گیا

" اب مان جائیے نا "

" کیا مان جاؤں ــــ ؟"

ــــ وہ بے بس سا ہو گیا

" یہی کہ آپ کو کسی سے محبت ہے ــــ "

" نہیں نہیں ــــ قسم ہے بالکل نہیں ــــ !"

ــــ وہ گھبرا گیا

" پھر یہ باتیں ــــ ؟"

" یہ تو وائلن کے بارے میں تھیں ــــ "

" جی ــــ اور وائلن میں سوز کیسے آگیا ــــ ؟"

" وہ ۔۔ وہ تو آپ ہی آپ آجاتا ہے ۔۔ !"

" آپ دونوں ہی معمہ ہیں ۔"

" دونوں کون ۔۔ ؟"

" ظفر صاحب اور آپ ۔۔ ؟"

" آپ غلط سمجھ رہی ہیں ۔۔ ہم دونوں تو بہت شریف انسان ہیں ۔"

" یہ شرافت کو آپ بار بار کیوں تکلیف دیتے ہیں ۔۔ میں کوئی خدانخواستہ آپ کو بُرا کہتی ہوں ۔"

وہ چڑ گئی ۔۔ !

" آپ سمجھتی ہیں نا ۔۔ کہ ۔۔ وہ ۔۔ وہ محبت ۔۔ سچ ایسی کوئی بات نہیں ۔"

" آپ یہاں ہیں ۔۔ میں آپ کو سارے گھر میں تلاش کر چکا ۔"

۔۔ ظفر ناگوار لہجے میں بولا ۔۔

" میں نے یہاں ایک چور پکڑا ہے ۔"

۔۔ چاند ہنس کر بولی

" چور ۔۔ !"

" ہاں ۔۔ !"

" یہ صاحب بڑا اچھا دامن بچاتے ہیں ۔"

ظفر کا چہرہ بجھ سا گیا

کہنے لگا ۔۔ !

" چلئے نا ــــ کلب چلیں "

" چلتے ہیں ــــ چلئے سلمان صاحب تیار ہو جائیں "

ــــ چاند بولی

" تو کیا ــــ ظفر حیران تھا کہ کیا کہے ــــ اس کا دل تو چاہتا تھا ۔ کہ وہ چاند کے ساتھ اکیلا جائے ــــ اور وہ سلمان کو بھی گھسیٹ رہی تھی ۔ آج تو اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ چاند سے اپنی چاہت کا اظہار کر دیگا اور اس کے لئے وہ کتنی محنت کر کے آیا تھا ۔ کتنی فلموں کو یاد کیا تھا ۔ کتنے ناولوں کے فقرے دیکھے تھے ــــ کافی محنت کے بعد اس نے اظہار محبت کے لئے الفاظ جمع کئے تھے ــــ !

اور یہ سلمان ـــ !

وہ جھلا سا گیا

چاند اور سلمان تیار ہو کر سامنے کھڑے تھے

" چلئے نا کہاں گم ہو گئے ہیں آپ "

" آں چلئے ــــ چلئے ـــ "

ــــ وہ بیدل سا ہو کر اُن کے ساتھ چلنے لگا

❖

انکل ان تینوں کو گھیرے اپنی نرسری کے پھولوں دکھا رہے تھے۔ چھوٹا بھی آکر پھنس گیا ـــ بار بار وہ رحم طلب نظروں سے انکل کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ کاسمیا ہے ـــ یہ لارک اسپر ـــ اور یہ کینڈل ٹولر ـــ اس کے بیج میں نے منصوری سے منگوائے تھے ـــ!

چاند ہر پھول کی وضاحت طلب کر رہی تھی ـــ انکل پھول کی ہسٹری پھر کھیلوں کی کڑیاں ملا دیتے ـــ

چاند کے پوچھنے اور بات لمبی کرنے پر زری چڑ رہی تھی ـــ

سلمان اور ظفر بیزار بیزار تھے ـــ اور چاند ان سب کو چکر ملنے کے لئے کہہ دیتی

"ہاں تو انکل یہ کون سا پھول ہے ـــ"

"یہ کرلیشتھم ہے جسے اُردو میں گُلِ داوُدی کہتے ہیں ـــ"

زری نے چاند کے بازو میں زور سے چٹکی کاٹی ـــ!

پھولوں کی قطاریں بڑی پیاری لگ رہی تھیں ــــ اور سچ تو یہ تھا انکل نے محنت بھی کی تھی ــــ!

چاند نے بڑھ کر ایک پھولوں سے لدی ہوئی شاخ کو ہلا دیا ــــ اور پھول اس طرح جھومنے لگے جیسے کسی دوشیزہ کے کان کے بالے ہولے ہولے جھول رہے ہوں ۔

" میں تو انکل پھولوں کی دیوانی ہوں ــــ سوئٹزرلینڈ میں میرا سارا وقت ہی خوبصورت پھولوں والی جگہوں پر گزرتا تھا ـ "

چاند نے ہنس کر ظفر اور سلمان کی طرف دیکھا جن کی بوریت اب انتہا کو پہونچ چکی تھی ۔

" ماشاءاللہ بڑی صاحب ذوق ہو ــــ!"

ــــ انکل اسے پیار کی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے

" ظفر صاحب وہ دیکھئے ایک ہی پودے میں تین رنگ کے گلاب لگے ہیں " سلمان اور ظفر کی بیزاری سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولی

" لیکن ایک ہی پودے میں تین رنگ کے گلاب ــ!

سلمان حیرت سے بولا

" انکل کی ہوشیاری میں سمجھ گیا ہوں خواتین و حضرات ــ!"

ــــ چھوٹا جو بڑی دیر سے کونے میں کھڑا جل بھن رہا تھا بولا

" کیسا ــ؟

زری نے پوچھا

"دیکھئے ___ انکل نے ایک ہی گملے میں تین پودے لگائے ہیں مختلف رنگوں کے ___ اور اوپر سے ان کی شاخوں کو کس خوبصورتی سے جوڑ دیا ہے تاکہ ہم لوگوں کو دھوکہ دے سکیں۔"

سب ہنس دیئے ___ لیکن چاند بولی

"آپ بالکل غلط کہہ رہے ہیں جناب ___ زیادہ خوش نہ ہوں ___ یہ تو انکل کا کرشمہ ہے انہوں نے گلاب کے مختلف رنگ کی کلیوں کی کراسنگ کر کے ایک ہی پودے میں رنگ برنگے پھول کھلائے ہیں۔"

"بات تو ایک ہی ہوئی نا ___ !"

جمیل کا چھوٹا قد اور چھوٹا ہو گیا

"اچھا بچو آؤ ___ تمہیں ایک بالکل عجیب پھول دکھاؤں ۔"

انکل آگے آگے ہو لئے ___

چاند سب کو چڑانے کے لئے ان کے ساتھ تھی ___ !

"یہ پھول میں نے خاص طور پر بوسٹن سے منگوا کر لگایا ہے تمہیں ضرور پسند آئے گا ۔"

___ انکل کمنٹری کرتے ہوئے ان سب کو روش کے دائیں طرف ایک کنج کے پاس لے گئے ___ جس کے پیچھے ڈالیا کے بڑے بڑے پھول لگے تھے ___ سامنے چاند کی شکل کا ایک بڈ سا بنا تھا ___ جس کے کناروں پر چھوٹے چھوٹے زرد پھولوں کا حاشیہ تھا ___ اور بیچ میں سفید نازک پھولوں کی سطح ___ !

ساتھ ہی سفید پھولوں کے ستارے بنے ہوئے تھے ۔
چاند تو اس حسن میں کھو کر رہ گئی ۔
" انکل نے واقعی کمال کیا تھا ۔۔ وہ بوریت جو سب پر چھائی ہوئی تھی
اس خوبصورت جگہ کو دیکھ کر دُور ہو گئی ۔۔
ظفر چاند کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا ۔!
۔۔ کہنے لگا
چاند کے نقشے میں جو چیز ہو گی خوبصورت ہو گی ۔
" اچھا ۔!"
چاند ہنس دی
وہ گھبرا گیا ۔۔!
" تو پھر بتائیے ۔!
" کیا ۔۔؟
" میں بھی تو چاند ہوں میں کیسی ہوں "
اس نے آہستہ سے پوچھا
اور اس لمحے ۔۔
ظفر کے سارے جسم پر چیونٹیاں سی رینگ گئیں ۔ کانوں میں گھنٹیاں
بجنے لگیں ۔۔ ماتھے پر پسینے کی بوندیں اُبھر آئیں ۔ اور دل کی دھڑکنیں تیز
ہو گئیں ۔
چاند نے وہ الفاظ بے خیالی میں از راہ مذاق ہی کہے ہوں ۔۔ لیکن

ان دو لفظوں نے اُس کے وجود میں آگ بھر دی ـــــ

اس کے سفید رنگ پر سُرخی کی لہر دوڑ گئی ـــــ اس نے خود پر قابو پانے کی کوشش کی اور بڑی اُمیدوں کے ساتھ اس کی طرف دیکھا ـــــ

وہ لاپرواہی سے انکل کے ساتھ باتیں کر رہی تھی ـــ

ظفر کی عجیب کیفیت تھی ـــــ وہ اس جملے کے لئے تیار نہ تھا ورنہ اسی وقت وہ رٹے ہوئے لفظ کہہ دیتا جو اظہارِ محبّت کے لئے بڑی محنت سے تیار کئے تھے اسے اپنے آپ پر غصّہ آنے لگا ـــــ کتنا اچھا وقت میں نے ضائع کر دیا ـــــ

" میں اُلّو ہوں ـــــ "

" کیا سوچ رہے ہو بھائی ـــــ احمد جمیل اس کے قریب آ گیا

" یار میں گدھا ہوں ـــــ ! "

وہ جھنجھلا کر بولا

" ہاں وہ تو ہو ـــــ "

ـــــ احمد جمیل خوش ہو کر بولا

" یار مجھے جوتا مارو ـــــ "

" مگر کیوں ـــــ ؟

" میرے منہ پر تھوکو ـــــ "

" بس بس بات کیا ہوئی ـــــ "

" ایمان ـــــ "

—— ظفر چونکا

پھر آہستہ سے بولا

"کیا بکواس میرے منہ سے نکل رہی تھی——

"کوئی نئی بات ہے"

احمد جمیل آہستہ سے بولا

"کیا بک رہے ہو"

"بھائی میرے سب ٹھیک ہے —— تمہارے منہ سے پہلے کیا پھول جھڑتے ہیں ——!"

"چلئے نا انکل——"

—— زری جو تنگ آگئی تھی انکل کا بازو تھام کر بولی ——!

"ہاں چلو——"

وہ سب باتیں کرتے ہوئے ڈرائینگ روم میں آگئے——

زری چائے کا کہنے چلی گئی

تھوڑی دیر میں چائے آگئی——!

چاند اور زری چائے بنانے لگیں —— چاند نے خوبصورت ٹی کوزی کو جیسے ہی ٹی پاٹ سے اٹھایا ایک لطیف سی خوشبو فضا میں بکھر گئی۔

"جانتے ہو یہ کونسی چائے ہے——"

انکل جمیل سے کہنے لگے

"لپٹن ہوگی——"

جمیل کی معلومات تو لپٹن تک ہی محدود تھیں

"اُوں ہوں — غبارِ خاطر پڑھی ہے تم نے —؟"

"جی —!"

— سلمان گھبرا کر بولا

"تب تو تم نے وائٹ جیسمین کا نام سُنا ہوگا —!"

"جی — !

— جمیل ہڑ بڑا گیا

"وہ ہی مولانا آزاد کی محبوبہ — جسے وہ پیار سے گوری چنبیلی کہا کرتے تھے —"

انکل نے وضاحت کی —

"جی ہاں —!"

جمیل غور سے چائے کی طرف دیکھنے لگا جو پیالیوں میں انڈیلی جا رہی تھی —

ہلکے زرد رنگ کی چائے — سنہری پیالیوں میں بہت خوش رنگ دکھائی دے رہی تھی —!

"بات یہ ہے کہ چائے کے معاملے میں میں مولانا آزاد کا مُرید ہوں — فرق یہ ہے کہ وہ جامِ صُبوحی میں یقین رکھتے تھے — اور میں جامِ شامی — یعنی میں ہر چائے شام کو پیتا ہوں —

انکل نے پیالہ اُٹھاتے ہوئے کہا —!

چائے واقعی لذیذ تھی ــــ!

"بے ادبی معاف انکل ــــ!"

چاند بولی

"میں آپ کی کوٹھی کا نام سوچ رہی تھی ــــ"

"ہوں ــــ !"

"اس کا نام گلستان ہونا چاہیئے تھا ــــ!"

"وہ کیوں ــــ"

ــــ انکل نے پُر اشتیاق لہجے میں بولا

"اسی لئے کہ کوٹھی نے اپنے رنگ برنگ پھولوں کی وجہ سے آس پاس کی فضا کو معطر کر رکھا ہے ــــ"

"میرا خیال ہے چلنا چاہیئے ــــ"

ــــ جمیل ڈر کر سلمان کی طرف دیکھنے لگا

"ہاں ہاں ــــ"

وہ سب اٹھ کر کھڑے ہوئے

انکل اور زری انہیں گیٹ تک چھوڑنے آئے۔

ظفر اپنے خیالوں میں مگن جا رہا تھا

چاند انکل کی باتیں جمیل اور سلمان کو بتا رہی تھی ــــ!

راستے میں جمیل چھوٹا جدا ہو گیا ــــ اور وہ تینوں گھر چلے آئے۔

کچھ دن سے ظفر اپنے آپ پر قابو نہ پا رہا تھا ــــ چاند کی قربت کی تمنا اس کے دل کو بے چین کئے رہتی ہے ــــ!

وہ اپنے دل میں چاند کے لئے بے پناہ کشش پانے لگا تھا ــــ
اس کی تنہائیاں چاند کے تصور نے آباد کر دی تھیں ــــ
اکثر خواب میں اس نے چاند سے اقرار محبت بھی کیا تھا ــــ وہ اس کی عنبریں زلفوں کا لمس بھی محسوس کر چکا تھا ــــ
اس کے قریب بھی بیٹھا تھا
اس سے محبت بھری باتیں کر چکا تھا ــــ!
وفا کی قسمیں ــــ!
پیارے پیارے وعدے
گھنٹوں اس کا چہرہ دیکھ چکا تھا
مگر ــــ

مگر ـــــ

صرف خواب میں

حقیقت کی دنیا میں تو اس سے بات کرنے کی آرزو دل ہی میں چٹکیاں لیتی رہی ـــــ!

جب وہ دونوں قریب ہوتے ـــــ

تو وہ مرعوب سا ہو جاتا ـــــ

اور کچھ بھی نہ کہہ سکتا ـــــ

"آہ ـــــ!"

اس نے دکھ سے باہر دیکھا

چاند اور خالہ سلمان کے پاس بیٹھی جانے کس بات پر ہنس رہی تھیں

اس کے پھول سے چہرے پر دلکش سی مسکراہٹ تھی ـــــ

چاند ـــــ خدا کرے تم ہمیشہ یوں ہی ہنستی مسکراتی رہو

میں ہر قیمت پر تمہیں حاصل کروں گا ـــــ!

اس وقت میں مجبور ہوں ـــــ!

سلمان ایک ظالم سماج کی مانند میرے سر پر کھڑا رہے

ـــــ اور میں ـــــ میں ایک ایسا پنچھی سمجھ لو ـــــ جس کے پر بڑی بے دردی سے نوچ لئے گئے ہوں ـــــ اور وہ زمین پر پڑا اُن بلندیوں کو حسرت سے دیکھ رہا ہو ـــــ جن پر حسین لوگوں کا بسیرا ہے ـــــ!

اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا ـــــ!

ہلکے زرد رنگ کے لباس میں وہ کرسی پہ سمٹی ہوئی بے حد حسین لگ رہی تھی ــــ سفید میدے جیسی رنگت ــــ آنکھوں کی گہری جھیلوں میں کتنی کشش تھی ــــ اس کے تراشے ہوئے بال اس کا دودھیا چہرہ چھپائے ہوئے تھے ــــ!

اس کی نظر ساتھ بیٹھے ہوئے سلمان پر پڑی

اس کا حلق یوں کڑوا ہو گیا جیسے اس نے کونین پی لی ہو ــــ"

"ہونہہ ــــ!"

بڑی جلن سے اس نے سوچا

"سلمان صاحب ــــ پھولوں کی چاہ تو سب ہی کرتے ہیں ــــ خوشبو کس کو پیاری نہیں لگتی ــــ لیکن زندگی کی اس دھرتی پر پھول اگانے چمن لگائے کا سلیقہ کتنوں کو آتا ہے ــــ یہ بھی تو سوچو ــــ!

سوچ سوچ کر وہ تھک گیا

کبھی سلمان کا والدین اسے اپنا دشمن معلوم ہوتا ــــ!

کبھی سلمان ظالم سماج ــــ!

کبھی اس عہد کو وہ کوستا ــــ!

پھر اسے وہ سزا بھی یاد آتی جو اس نے اور سلمان نے مقرر کی تھی سوچ سوچ کر پاگل ہوا جا رہا تھا وہ ــــ!

شام کے دھندلکے میں سلمان اور چاند دونوں ہی آگئے ــــ!

ظفر پلنگ پہ لیٹا ہوا تھا ــــ!

" ظفر کیا بات ہے — !"

— سلمان بولا

" طبیعت خراب ہے — "

— ظفر منہ پھیرے پھیرے بولا

" کتنا مزا آجائے جو آپ کو بخار آجائے — "

— چاند خوش ہو کر بولی

" جی — ؟"

ظفر اور سلمان دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا

" جی ہاں — دیکھوں تو بخار میں آپ کا کیا حال ہوتا ہے — !"

ظفر مسکرا دیا

وہ سمجھا شائد چاند اس لئے کہہ رہی ہے کہ —

" بخار میں میری تیمارداری کرے گی — "

— نقاہت سے کہنے لگا

کچھ ایسا ہی دکھائی دیتا ہے — "

" خدا کرے آپ کو بخار ہو جائے — "

چاند پھر بولی

" کیا کہہ رہی ہیں آپ — ؟

— سلمان حیرت سے بولا

" جی ہاں — وہ اس لئے کہ میرے ناول کے ہیرو کو تین بار بخار

ہو جاتا ہے ــــ!"

"میں اصل میں جو ناول لکھ رہی ہوں ــــ چاہتی ہوں ــــ کہ حقیقت سے بالکل قریب ہو ــــ ایک بار اختر بھیّا کو بخار ہوا تھا ــــ مگر ان کا بخار تو بالکل عجیب تھا ــــ سارا دن گانا گاتے تھے ــــ اگر ظفر صاحب کو بخار ہو جائے ــــ تو مجھے یہ تو پتہ چلے گا ناکہ ــــ کہ آپ لوگ یعنی مرد کیسی کیسی حرکات کرتے ہیں "

ظفر کا منہ لٹک گیا ــــ!

اور سلمان ہنسنے لگا

" آیئے پھر آج وائلن سنیں ــــ"

چاند بولی

"جی ــــ!"

"ہاں ــــ!"

" چلیئے ــــ!"

چلتے چلتے وہ مڑ کر کہنے لگی

"کچھ زیادہ بخار ہو تو مجھے ضرور بتایئے گا ــــ"

اور ظفر جل کر رہ گیا ــــ!

⁂

زرّی اور چاند دونوں ایک جھرنے کے قریب بیٹھی پہاڑی لڑکیوں کو
پانی بھرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں ——— !
ظفر اور سلمان کہیں کام سے گئے ہوئے تھے ———
نیچے بازار میں خرید و فروخت ہو رہی تھی — ! عورتیں ٹوکریاں لٹکائے
پھل سبزیاں خرید رہی تھیں ——— !
"کب واپسی ہے چاند ——— ؟"
——— زرّی نے پوچھا
"کچھ دن بعد"
"وہاں جا کر کیا کرو گی — ؟"
"آرام — !"
——— چاند ہنس دی
"اس کے بعد — ؟"

"اس کے بعد کیا کرنا چاہیئے ۔"

"شادی ۔!"

"تم اپنی کہو ۔!"

۔ چاند نے پوچھا

"میں تو اب فوراً شادی کرنا چاہتی ہوں ۔؟"

۔ زری بولی

"کیوں ۔؟

"اس لئے کہ عمر کا یہی سال موزوں ہے اس کے بعد شادی کیا کرنا ۔"

"بڑی جلدی ہے ۔"

۔ چاند ہنس کر کہنے لگی

"تم بھی کر ڈالو ۔"

"سوچوں گی ۔"

"ان دونوں میں سے کسی کو پسند کر لو ۔"

"دونوں میں سے ۔"

چاند بولی

"ہاں ۔ اچھے ہیں ۔ سمارٹ ہیں ۔ ٹاس کر لو ۔"

چاند ایک لمحہ کے لئے پریشان ہو گئی

"کیوں ۔"

"دونوں میں سے پسند کرنا ۔ کتنی مشکل بات ہے ۔!"

"مشکل کیوں ہے ـــــ"

"چھوڑو اس قصہ کو ـــــ"

ـــــ چاند واقعی پریشان ہو گئی تھی

"محبت ہو گئی ہے شائد تمہیں ـــــ"

ـــــ زرّی ہنسنے لگی

"بکواس بند کرو ـــــ!"

ـــــ چاند نے اسے ڈانٹ دیا

"وہ احمد جمیل کیا شئے ہے ـــــ!"

ـــــ زرّی بولی

"تم کیوں پوچھتی ہو ـــــ"

"یونہی ـــــ!"

"ویسے ہے تو خوبصورت ـــــ مگر ذرا قد سے مار کھا گیا ہے ـــــ!"

"ہاں قد اونچا ہوتا تو اچھا بھلا تھا ـــــ!

جب وہ اپنے لمبے دوست آفتاب کے ساتھ چلتا ہے تو یوں لگتا ہے جیسے گلی ڈنڈے میں صلح ہو گئی ہو ـــــ!"

دونوں ہنستی ہوئی نیچے آ گئیں

سورج مغرب میں آگ کا ایک بڑا سا گولا معلوم ہو رہا تھا اور شفق میں کئی رنگین لہریئے بکھر گئے تھے ـــــ!

انہوں نے دیکھا

ظفر پسینے پسینے ہوا آرہا ہے ـــ!

" وہ آگیا تمہارا پرستار ـــ!"

" دفعان ـــ!"

" آپ اکیلی ہی چلی آئیں ـــ"

ـــ ظفر اپنے حواس مجتمع کرتے ہوئے بولا

زری آگئی تھی ـــ!

" اور مس زری ـــ!"

ـــ وہ بیوقوفوں کی طرح ہنس دیا

زری نے بڑی عجیب نظر دیکھا ـــ چاند کو بھی ہنسی آگئی

باتوں باتوں میں وہ نیچے سڑک پر آگئے ـــ!

زری کو گھر چھوڑ کر جب وہ دونوں واپس آرہے تھے تو ظفر کا دل پھر مچل رہا تھا کہ وہ آج چاند سے سب کچھ کہہ دے ـــ!

اس نے بڑے بھونڈے انداز میں گفتگو کا جواز ڈھونڈا ـــ!

" مس چاند ـــ!"

" ہوں ـــ"

" مجھے وائلن ذرا بھی اچھا نہیں لگتا ـــ"

" کیوں ـــ؟"

ـــ وہ حیرت سے بولی

" بس یونہی ـــ!"

" آپ کو کیا اچّھا لگتا ہے "

—— چاند نے بڑی ادا سے پوچھا

" مجھے —— وہ —— ماؤتھ آرگن

" اچّھا —— !"

—— چاند مسکرانے لگی —— !

" وہ وائلن ہے نا —— اس کی آواز سُن کر مجھے سخت وحشت ہوتی ہے جس وقت سلمان وائلن بجاتا ہے تو میرا دل چاہتا ہے —— میں کہیں بھی بھاگ جاؤں "

" کیوں —— ؟

—— وہ بڑے انداز سے بولی

" ہاں —— !"

" عجیب بات ہے "

" آپ کو کیا اچّھا لگتا ہے مس چاند "

—— " بڑی ہمت کر کے اس نے پوچھا

" مجھے —— وائلن بھی اور ماؤتھ آرگن بھی —— "

—— وہ لاپرواہی سے بولی

اور —— ظفر کا منہ لٹک گیا

" ماؤتھ آرگن بجا لیتے ہیں آپ "

—— اس نے پوچھا

"ہاں ۔۔۔!

"تو بجائیے ۔۔۔!"

ظفر نے فوراً جیب سے ماؤتھ آرگن نکالا ۔۔۔۔۔۔ اور اُسے بجانا شروع کر دیا ۔۔۔!

وہ بجا رہا تھا ۔۔۔!

اور چاند ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی ۔۔۔!

کچھ عجیب و غریب سُریں نکل رہی تھیں

عجیب شکل بن رہی تھی ۔۔۔ چاند کو تو علم نہیں تھا ۔۔۔!

مگر ۔۔۔ ظفر تو جانتا تھا کہ اس نے واٹلمن سے جل کر آج ہی ماؤتھ آرگن خریدا تھا ۔۔۔!

☆

خالہ اکتائی اکتائی سی تھیں۔"

مگر ــــ چاند کا دل ابھی نہ بھرا نہ تھا ــــ اب تو موسم بھی خنک ہوتا جا رہا تھا ــــ!

زری دو روز بعد جانے والی تھی ــــ آج وہ چاند کے ہاں آئی ہوئی تھی ــــ!

سب نے اکٹھا کھانا کھایا

خالہ اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئیں ــــ اور لڑکیاں لڑکے برآمدے میں آ بیٹھے ــــ!

چاند خاموش خاموش تھی ــــ البتہ ــــ زری چہک رہی تھی ــــ ظفر اور سلمان معمول کے مطابق تھے ــــ!

چاند نے سیاہ اور سرخ پھولوں والی ساڑھی باندھی ہوئی تھی کین کی گول کرسی پر بیٹھی وہ اپنے سیاہ چپل کو انگلیوں سے آگے پیچھے سرکا رہی تھی۔!

سلمان تو زری سے بیوٹی کی باتیں کر رہا تھا اور ظفر کی نظریں چاند کی جانب تھیں اس کے ہاتھ میں ایک رسالہ تھا ایک بڑی پیاری غزل پر اس کی نگاہیں ٹک گئیں ۔۔۔!

چاند اور غزل

کیا رشتہ ہے ان میں ۔۔۔!

اس کے شعور پر غزل یوں چھا رہی تھی جیسے ساون بھادوں کی گھٹائیں آسمان پر محیط ہو جاتی ہیں ۔۔۔

غزل کے اشعار اُسے زم اور آبشار کی مانند بہتے گنگناتے محسوس ہو رہے تھے ۔۔۔!

اور ظفر سوچ رہا تھا کہ غزل کتنی ہی حسین ہو ۔۔۔ چاند سے زیادہ دلکش نہیں ہو سکتی ۔۔۔!

" کیا سوچ رہی ہو ادیبہ صاحبہ "

زری نے اسے ٹہوکا دیا

" کچھ نہیں "

" کچھ تو سوچ رہی ہو "

ظفر نے سمجھا وہ یقیناً اس کے بارے میں سوچ رہی ہو گی دھڑکتے دل سے اس نے بھی کہہ دیا ۔۔۔!

" آپ کچھ سوچ رہی تھیں بس چاند ۔۔۔ "

" ہاں میں اپنے جوتے کے بارے میں سوچ رہی تھی "

چاند بولی
اور ظفر کو جیسے اس نے پہاڑ سے دھکا دیدیا تھا
اس کی سوچ اُسے محبت لگی تھی — !
مگر وہ تو اپنے جوتے کے بارے میں سوچ رہی تھی —— جو کل ہی
وہ جاپانا شوز پر دیکھ آئی تھی — !
"میرا خیال ہے دراز قد عورتوں کو ساڑھی زیادہ سجتی ہے —"
—— زری اپنی باتوں میں مگن تھی
"جی ہاں —"
—— سلمان کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو رہا تھا
اور ظفر نے چاند کی ساڑھی کے گل بوٹوں پر نظریں جما دیں —— وہ کلوپیٹرا
کے مرمریں مجسمے کی طرح بے حس و حرکت اپنی جگہ بیٹھی تھی اس کی لمبی پلکیں جلدی
جلدی جھپک رہی تھیں —— آنکھوں میں خمار کی سی کیفیت تھی، چہرہ تمتمایا
ہوا تھا — !
"میری رائے میں حُسن کو محدود کرنا اچھا نہیں —— اُسے ہر رنگ میں جلوہ
دکھانے کی آزادی ہونی چاہیئے —"
زری سلمان کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ کرتے ہوئے بولی۔
"جی — !"
"جی ہاں اس لئے کہ حُسن مہک —— طوفان اور روشنی کی مانند
اُڑنے بہنے اور چمکنے کا خوگر ہے —— دیکھیئے نا —— کسی دوشیزہ کو

ایک ہی لباس کا پابند کر دینا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی سہانے نظارے کی تصویر ایک ہی رُخ سے حاصل کرلی جائے جبکہ ہر رُخ اور ہر انداز سے تصویریں لی جاسکتی ہیں ۔۔۔ اور ان میں سے ہر ایک خوبصورت اور جاذب نظر بھی ہو سکتی ہے ۔"

سلمان غور سے اس کی باتیں سن رہا تھا

" کیوں سلمان صاحب ۔۔۔"

زرّی نے پوچھا

" جی ۔۔۔ آپ کیسی باتیں کرتی ہیں ۔۔۔"

وہ شرمایا شرمایا سا بڑا اچھا لگ رہا تھا

" کیسی باتیں ہیں یہ ۔۔۔"

زرّی سلمان کی بدحواسی چاند کو دکھانے کے لئے اسے ٹہوکا مار کر بولی

" جی ۔۔ وہ ۔۔ وہ ۔۔"

" اچھا خیر معاف کیا ۔"

۔۔۔ زرّی ہنستے ہوئے بولی

ظفر الگ بیٹھا اپنی آنکھوں میں زبردستی خمار پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا کبھی آہیں بھر رہا تھا ۔۔۔ اور کبھی چہرے کے پوز بدلنے کی ناکام کوشش ۔۔

اسے یوں بے چین دیکھ کر چاند سے نہ رہا گیا ۔۔۔ کہنے لگی

" کوئی تکلیف ہے آپ کو ظفر صاحب ۔۔۔!"

"جی ـــــ!"

ـــــ وہ گھبرا گیا

"پوچھ رہی ہوں کوئی تکلیف ہے کیا ـــــ؟"

"کیوں ـــــ؟"

"آپ کا منہ جو بن رہا تھا"

"جی ہاں ـــــ"

ـــــ وہ اپنے ساتھ ہمدردی کروانے کے لئے بولا

"تو پھر ـــــ؟ جائیے ـــــ!"

"کہاں ـــــ؟"

"آرام کیجئے تندرستی ہزار نعمت ہے ـــــ ہے نا"

جی ہاں بالکل ـــــ!"

ـــــ وہ سر جھکا کر بولا

"بیٹھو یار کہاں جاتے ہو ـــــ؟"

ـــــ سلمان گھبرا گیا کہ ظفر اٹھ گیا تو وہ ان دو عورت ذات کے درمیان اکیلا رہ جائے گا ـــــ!

"نہیں یار طبیعت خراب ہے"

ـــــ ظفر اٹھا اور جہاں کی اداسیاں اپنے چہرے پر بکھرائے ہوئے چلا گیا ـــــ

اس کے جانے کے بعد سلمان بھی اٹھا

ناخن انگلی سے کاٹتے ہوئے بولا

"میں بھی چلا جاؤں جی —!"

"شوق سے —!"

زرّی نے کہا — وہ یوں بھاگا جیسے جیل سے بھاگا ہو —

دونوں ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئیں —!

زری کی بس روانہ ہوئی تو چاند سلمان اور ظفر کے ساتھ والی سڑک جو ریڈنسی کو جاتی تھی اس طرف چل دی ۔

" زری کے جانے سے بے رونقی ہوگئی "

چاند کھوئی کھوئی سی بولی

" جی ہاں اچھی باتیں کرتی تھیں "

سلمان خوش دلی سے بولا

" طبیعت اُن کی بھی آپ کی طرح رونقی ہے "

ظفر کہنے لگا ۔!

" میری اس کی دوستی بڑی پرانی ہے ۔ بڑی اچھی لڑکی ہے "

چاند کہنے لگی ۔!

" اس میں کیا شک ہے "

۔ سلمان نے بے تکی ہانکی

بس اسٹینڈ کی طرف سے لوگوں کی بھیڑ سڑک پر پھیل رہی تھی۔ !
کنارے پر دو بہت زیادہ تندرست عورتیں پتھر پر بیٹھی ہانپ رہی تھیں۔ سامنے ہی انہیں جمیل نظر آگیا جمائیاں لیئے آرہا تھا۔ !
ان سب کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔
"ہیلو جمیل۔"
"ہیلو۔ مس زندی گئیں۔"
"ہاں۔"
چاند بولی۔
"اوہ۔! میں سویا ہی رہ گیا۔"
"بس سوتے رہو۔"
"اگر تم لوگ پسند کرو تو اس چھوٹے سے ریستوران میں چائے پی جائے۔"
جمیل چھوٹا بولا
"بڑی اچھی بات ہے۔"
وہ چاروں اس چھوٹے سے ریستوران میں آ بیٹھے۔
جمیل چھوٹا بار بار بے تابی سے باہر دیکھ رہا تھا
"کیا بات ہے کچھ بے چین ہو۔"
سلمان ہنسا
"کچھ نہیں یار۔ وہ ایک لڑکی۔"
جمیل بولا

" ہاں یار وہ ایک لڑکی ـــــ "

" عشق ہوگیا جمیل صاحب ـــــ !"

ـــــ چاند ہنس کر بولی

" بات کچھ ایسی ہی ہے ـــــ "

ـــــ جمیل سر جھکا کر بولا

" لڑکی کو ماتمی تار بھیج دینا چاہیئے ـــــ "

ـــــ ظفر کہنے لگا

" لیکن میرے محترم وہ مجھ سے عشق کرتی ہے ـــــ "

ـــــ جمیل نے فخر سے بتایا

" تو پھر وہ تار جوابی کر لو ـــــ "

ـــــ ظفر جلدی سے بولا

" چاند ہنستی ہوئی بڑی پیاری لگ رہی ہے ـــــ "

ـــــ جمیل جلدی سے بولا

" مس چاند آپ پیسٹ کون سا استعمال کرتی ہیں ـــــ "

" کیوں ـــــ ؟"

ـــــ چاند نے پوچھا

" وہ میری وہ ہے نا ـــــ اُسے بھی مشورہ دوں اس کے دانت مجھے نہیں بھیجے " ـــــ جمیل آہستہ سے بولا

" ڈریکولا کی بیٹی سے عشق تو نہیں کر بیٹھے ـــــ ؟"

ـــــ سلمان ہنستے ہوئے بولا

"تم غلط سمجھے سلمان ـــــ میرے خیال میں لڑکی کی بتّیسی کچھ کم ہو گئی"

ـــــ ظفر بولا

"کیا مطلب ـــــ؟"

ـــــ چاند نے پوچھا

"یعنی کہیں بیسی یا پچیسی نہ ہو ـــــ"

ـــــ چاند ہنستے ہنستے دوہری ہو رہی تھی ـــــ!

"تمہارے پرنس کو پتہ چلا ـــــ"

ـــــ سلمان بولا

"ہاں کہیں پھر محبوبہ پرنس کے ساتھ نہ آڑ جائے ـــــ"

"اسے بتایا تھا بلکہ مشورہ طلب کیا تھا ـــــ"

جمیل بولا

"مشورے کے لئے اُسے ہی کیوں چُن گیا ـــــ"

ـــــ چاند بولی

"مس چاند وہ تجربہ کار آدمی ہے ـــــ"

ـــــ جمیل بولا

"پھر کیا مشورہ ملا ـــــ!"

"آجکل وہ پریشان ہے ـــــ شادی جو ہو گئی تھی بے چارے کی"

ـــــ جمیل مُنہ بنا کر بولا

"شادی جس کی ہو وہ بے چارہ ہو جاتا ہے ــــ"

ــــ چاند نے پوچھا

"ہاں کسی حد تک ــــ خیر چھوڑیں اس بحث کو ــــ"

ــــ پرنس نے کہا تھا ــــ

"بیٹا میرا تجربہ تو بیوی سے شروع ہوا اور بیوی پر ہی ختم ہو گیا ــــ"

"تو پھر آپ کا عشق کہاں تک پہنچا ــــ"

ــــ چاند نے پوچھا

"عروج پر ہے ــــ اتنے روز اس لئے میں آپ کو شکل نہیں دکھا سکا
کہ مصروف تھا ــــ!"

وہ غرور سے بولا

اور پھر یوں چونکا جیسے سانپ نے کاٹ کھایا ہو ــــ"

سلمان نے پوچھا ــــ

ــــ "کیا ہوا ــــ؟"

"یار وہ دیکھو دوسری ٹیبل پر ــــ"

"تو کیا ہوا ــــ؟"

ــــ ظفر بولا

"کپل ہے اور کیا ــــ؟"

ــــ سلمان بولا

"یہ وہی لڑکی ہے یار ــــ"

۔۔۔ جمیل روہانسا ہو کر بولا

" تمہاری محبوبہ ۔۔۔"

" ہاں یار سو فیصدی ۔۔۔"

۔۔۔ جمیل بولا

چاند ہنس ہنس کر دوہری ہوئی جا رہی تھی ۔۔۔!

" صبر کرو بیٹا ۔۔۔"

سلمان اور ظفر تسلی دینے لگے ۔۔۔

جب وہ باہر نکلے تو سرمئی شام پھیل چکی تھی ۔۔۔!

سڑکوں پر بلب روشن ہو گئے تھے ۔۔۔!

آج ظفر کے رٹتے ہوئے لفظ بار بار اس کے لبوں تک آکر واپس جاتے رہے ۔۔۔! موقع ہی نہ ملا ۔۔۔!

جمیل تو چلا گیا ۔۔۔!

اور یہ تینوں گھر لوٹ آئے ۔۔۔!

چاند لان میں بیٹھی اپنا ناول مکمل کرنے میں لگی ہوئی تھی۔

سلمان خالہ کے ساتھ الٹی سیدھی ہانک رہا تھا۔

اور ظفر اپنے کمرے میں سلگ رہا تھا ۔۔۔ اُسے اپنے آپ پر غصہ آرہا تھا ۔۔۔!

" اُف میں کتنا بزدل ہوں ۔۔۔!

اتنی سی بات نہیں کہہ سکتا ۔۔۔"

"کہ — میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا —"
میں مر جاؤں گا — میں چاند —
— میں مر جاؤں گا —"
خود ہی سمجھ جاؤ — !"
کتنی نکمی ناول نگار ہے — جو — جو — نگاہوں کی زبان
ہی نہیں سمجھتی — !"

❖

صبح چاند جا رہی تھی ـــــ

خالہ سامان سمیٹ رہی تھیں ـــــ چاند کے ناول کا وہ حصّہ جو اس نے پہاڑ میں مکمل کرنا تھا ـــــ !

مکمل ہو چکا تھا ـــــ !

ہاتو بڑا اداس تھا

اس کے لئے چائے لایا تو کہنے لگا

" بی بی جی ـــــ !"

" ہوں ـــــ "

" تم جاند ہیں ـــــ "

" ہاں ـــــ "

" بی بی جی ـــــ تم جاندیں ـــــ میں روندیں ـــــ میرا دل بہت کمزور ہے بی بی جی ـــــ "

"اچھا"

ــــ ہنس دی ــــ

"بی بی جی ــــ تم بہت اچھی ــــ !"

"تم بھی تو اچھے ہو ہاتو ــــ ہمارے پاس شہر ضرور آنا ــــ"

ــــ چاند خوش دلی سے بولی

"سچ بی بی جی ــــ"

ــــ وہ خوش ہو کر بولا

"بالکل سچ ــــ"

"بی بی جی ــــ"

"ہوں ــــ"

"تم ادھر آجاؤ ــــ ساری زندگی واسطے ــــ"

ہاتو نے جانے کیا کہہ دیا تھا وہ شرما گئی

"ہاں بی بی جی ــــ"

"چلو بھاگو ــــ"

ــــ وہ شرما کر بولی

ہاتو بتیسی نکالتا ہوا چلا گیا ــــ

اس روز سب ہی اُداس تھے ــــ

چاند نے محسوس بھی کیا ــــ مگر وہ اپنے آپ کو ہشاش بشاش

بنائے ہوئے تھی ــــ !

ظفر ماؤتھ آرگن سے اُلٹی سیدھی سُریں نکال رہا تھا
سلمان کا وائلن درد بکھیر رہا تھا
رات کھانے کے بعد وہ یونہی باہر نکل آئی ـــ
اس نے دیکھا
ـــ ظفر اس کے بالکل قریب کھڑا ہے ـــ"
" آپ ظفر صاحب ـــ"
ـــ وہ خاموش کھڑا رہا ـــ!
"کیا بات ہے ـــ!"
" کچھ نہیں ـــ!"
ـــ اس کا حلق پھر خشک ہونے لگا
" آپ شہر آئیں گے نا ـــ؟
" ضرور آؤں گا ـــ!"
ـــ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں
" میں انتظار کرونگی ـــ
ـــ وہ آہستہ سے بولی
" سچ ـــ؟"
ظفر کا دل گویا اُچھل کر باہر آگیا ـــ!
" ہاں آپ کے ساتھ اور سلمان صاحب کے ساتھ بہت اچھا وقت
گزرا ـــ سلمان صاحب بھی آئیں گے نا ـــ؟

— چاند سادگی سے کہنے لگی — !
اور ظفر کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ دلکش نغمہ گاتے گاتے پکار اگ گانے لگی ہو — !

" آئیں گے نا — "

— چاند نے پوچھا
" میں تو آؤں گا — مگر سلمان کا میں کیا کہہ سکتا ہوں — "

— وہ بے دل ہو کر بولا
" وہ بھی آئیں گے — انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے "

" وعدہ — ! "

" ہاں — ! "

" تو کیا — وہ وعدہ بھی کرنے لگ گیا ہے — ! "

" یہ کونسی بری بات ہے — "

" بری بات تو نہیں مگر — "

— وہ روہانسا ہو گیا

" مگر کیا — ؟

" کچھ نہیں — کچھ نہیں جی — "

— کہتے ہوئے وہ سلمان کے کمرے کی طرف چلا گیا

" ہوں — تو تم نے اس سے وعدہ کیا ہے "

— وہ اس وقت مار دھاڑ سے بھرپور فلموں کا ولن لگ رہا تھا

"کیسا وعدہ — ؟"

— سلمان گھبرا گیا

"کوئی وعدہ —"

"پاگل ہوئے ہو کیا — ؟"

"پاگل میں نہیں تم ہو گئے ہو —"

"کیا بک رہے ہو —"

— سلمان کے پلّے کچھ نہ پڑا — !

"تم نے چاند سے کیا وعدہ کیا ہے — ؟"

"کوئی بھی نہیں —"

"وہ تو یہ کہہ رہی ہے کہ تم نے یہ وعدہ کیا ہے کہ تم اس کے پاس شہر ضرور جاؤ گے —"

"اس وعدے کا کیا ہے یہ تو تم نے بھی کیا ہے — ؟"

— سلمان بولا

"دیکھو سلمان زور تو نہیں میرا — مگر تم عہد توڑ رہے ہو —"

ظفر ذرا نرم لہجے میں بولا

"میں توڑ رہا ہوں یا تم —"

سلمان تیز ہو گیا

"میں تو قائم ہوں —"

"میں بھی قائم ہوں —"

"تم واٹلن کیوں بجاتے ہو ۔۔؟"

"تم بھی تو ماؤتھ آرگن سناتے ہو اسے"

"تم اس کے ساتھ اکیلے جاتے ہو۔۔۔"

۔۔۔ سلمان بولا

"سبحان اللہ ۔۔۔ تم نہیں جانتے ۔۔۔"

"تمہاری سج دھج میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے"

ظفر بولا

"شیشے کا پیچھا تو تم نہیں چھوڑتے ۔۔"

۔۔۔ سلمان عورتوں کی طرح ہاتھ ہلا کر بولا

"میرے دل میں تو کچھ نہیں ۔۔"

۔۔۔ ظفر بولا

"میرا دل بھی صاف ہے ۔۔!"

۔۔۔ سلمان نے جواب دیا

"تو آؤ صلح کر لیں ۔۔۔!"

۔۔۔ ظفر مسکرایا

"صلح ۔۔!"

"ھاں ۔۔!"

۔۔۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے دونوں نے ہاتھ ملا لئے

"کچھ نہیں ہے نا ۔۔!"

ـــــ ظفر نے ڈرتے ڈرتے پوچھا

" بالکل کچھ نہیں اطمینان رکھو ـــــ مگر ـــــ میں بھی اطمینان رکھوں

نا ـــــ؟"

سلمان نے پوچھا ـــــ

ـــــ لہجہ شک آمیز سی تھا

" ہاں ہاں بالکل ـــــ"

" صبح بس چاند جا رہی ہے ـــــ"

ـــــ سلمان بولا

" شکر ہے خدا کا امتحان کا وقت ختم ہوا ـــــ!"

ظفر مسکرایا ـــــ!

٭

صبح ظفر کے چہرے پر اطمینان کی لکیریں بڑی واضح تھیں
رات اُس نے کوئی سو کاغذ پھاڑنے کے بعد ایک عدد محبت نامہ
تیار کر ہی لیا تھا ___!
اس نے اس خط کو کئی بار پڑھا تھا ___ اور پھر سینٹ لگا کر وہ لفافہ
ہمت کر کے چاند کو پکڑا دیا تھا ___!
گو ایسا کرتے وقت اس کا جسم پسینے سے نہا گیا تھا ___ مگر آج تو اس
نے اظہار ضرور کرنا تھا چاہے اس کی جان چلی جاتی ___!"
پھر موقع نکل جاتا ۔!
اور وہ بڑا خوش تھا ___ کیونکہ ابھی ابھی اس نے چاند کو دیکھا تھا۔
اس کا رویہ معمول کے مطابق تھا ___!
___ وہ اسی طرح مسکرا رہی تھی ___!
وہی کہکشاں کی لڑی ___!

وہ چال میں شوخی ___ !"

آنکھوں میں خمار ___ !"

کمرے میں بیٹھا وہ آپ ہی آپ شرمارہا تھا

"تو گویا اسے بھی عشق ہوگیا ہے ___ ؟"

تھوڑی دیر میں وہ جانے والی تھی اُسے خیال آیا کہ اس کی محبوبہ جارہی ہے ___ ابھی تو دل کو جدائی کے غم میں نڈھال بھی ہونا ہے "

وہ تو بعد کی باتیں ہیں ___ اس وقت تو اسے نتیجہ کا انتظار تھا

اس کے لبوں پر ایک گیت اُبھرا ___

رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو ___ !"

" انشاءاللہ ___ !"

___ وہ بڑے اطمینان سے باہر نکلا

" خالہ کے لئے ڈانڈی منگوا دیجئے ___ !"

___ چاند دہقانی لباس پہنے ہوئی تھی ___ !

ظفر نے فوراً مالو کو ڈانڈی کے لئے بھیج دیا

اس کی نظریں جھکی جھکی تھیں ___ جیسے چوتھی کی دُلہن ___ !

چاند معمول کے مطابق باتیں کررہی تھی ___ !

" ڈانڈی آگئی ___

خالہ دعائیں دیتی ہوئی ڈانڈی میں براجمان ہوگئیں ___ !

مالو کو انہوں نے دس روپے دیئے ___ جس سے اس کی بتیسی اور

باہر نکل آئی ــــ !

قلی سامان لینے آگئے ــــ

ــــ ایک لڑکی تھی اور ایک پہاڑیا ــــ !"

سلمان نے دیکھا ــــ وہی قلی لڑکی تھی ــــ !

وہ بہت دُبلی ہو گئی تھی ــــ جیسے بیمار ہو"

"تم ــــ"

ــــ سلمان نے پوچھا

"ہاں بابوجی ــــ آئندہ کبھی اسپتال آنا ہو تو وہاں ملاقات ہوگی۔"

"تم بیمار ہو ــــ"

ــــ سلمان نے پوچھا

"بہت ــــ !"

"پھر سامان کیوں اُٹھا رہی ہو ــــ ؟"

"پیٹ کی خاطر بابوجی ــــ"

"کتنے رنگ بدلے تھے اُس نے ــــ"

قلی سامان اُٹھا کر لے گئے ــــ اب لڑکی کی کمر میں لچک نہیں رہی تھی ــــ بلکہ ہانپ رہی تھی ــــ !

چاند حسب معمول باتیں کرتی جا رہی تھی ــــ !

ظفر کو اپنے خط کا مضمون یاد آ رہا تھا

"چاند ڈیئر ــــ !"

کئی دن سے سوچ رہا تھا کہ تم سے کہہ دوں ۔ کہہ دوں
۔ کہہ دوں ۔ !"
مگر کہہ نہ سکا
بات یہ ہے کہ ۔
بات یہ ہے کہ میں تم سے زبردست محبت کرنے لگا ہوں مجھے
عشق ہو گیا ہے ۔ بے پناہ ۔ مجھے ٹھکرا نہ دینا
ورنہ میں مر جاؤں گا ۔ !"
پیاسا ۔ بھوکا ۔ ترستا ہوا ۔ میرے لبوں
پر آخری دم بھی تمہارا نام ہو گا ۔ !
چاند تم ۔ واقعی چاند ہو ۔"
میں تم تک پہنچ تو گیا ہوں ۔ میں تمہیں جیت
لوں گا ۔ میں اپالو آخرم ہوں ۔ میں تمہیں
جیت ہی لوں گا ۔ !

ظفر

اس خط کا ردِعمل دیکھنے کے لئے اس نے چاند کی باتیں چھیڑ دیں۔
کہنے لگا ۔ !
" امریکہ ایک دن چاند کو آباد کرے گا "
" آپ کا وہم ہے ظفر صاحب ۔ چاند چمکتا رہے گا "
۔ چاند بولی

"جی ہاں — خدا کرے ۔"

— ظفر نے کہا

"اس کی روشنی سے تو دُنیا قائم ہے —"

— سلمان آہستہ سے بولا

"چاند بھی کیا ہے —؟

— ظفر بڑے انداز سے بولا

"تمہارا ماموں — !"

— سلمان ہنس کر بولا

تینوں ہنس دیئے

ظفر سوچنے لگا

"میری محبت ضرور کامیاب ہوگی — میں نے تو محبت کے معاملے

میں اوور ٹائم بھی لگایا ہے — !

پھر ناکامی کیسی — ؟

بس اسٹینڈ پر خاصی رونق تھی — لوگ واپس جا رہے تھے — !

بس چلنے میں تھوڑا وقت رہ گیا تو ظفر بیتاب ہو گیا۔

ابھی تک چاند نے خط کا جواب نہیں دیا — !

اس نے چاند کی طرف دیکھا

وہ کہہ رہی تھی — !

"میرا ذہن اس وادی میں گھومتا رہے گا — یہاں کے مرغزار — یہ بلند و

بالا پہاڑ ــــ گہری نیلی جھیلیں ـــــ نرم ریشمی گھاس ـــ!

ـــــ چھوٹے چھوٹے چشموں ـــــ آبشاروں اور دریاؤں کا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی ـــ!

یہ دیودار اور چیڑ کے درخت ـــــ خوبصورت پرندے ـــ!

پھولوں سے ڈھکی ہوئی جنت نگاہ وادیاں ـــ!

آسمانوں کو چھوتے ہوئے گھنے گھنے جنگل ـــ!

بلند قامت پہاڑوں کی اوٹ سے سورج کا طلوع ہونا اور پھر سورج کی ـ کرنوں کی تو ساری وادی پر پھیل جانا ـــ!

مجھے بے حد یاد آئے گا ـــ"

ـــــ چاند کی آنکھوں میں نمی آ گئی

اور اس نمی کو ظفر نے اپنی محبت کا اثر ہی سمجھا ـــ!

اس کا دل تڑپنے لگا ـــــ میری چاند اپنی محبت کے ریشمیں آنچل کے سائے میں میری بھی زندگی حسین کر دو نا ـــ!

"بیٹا ـــــ کراچی کب آؤ گے ـــ"

ـــــ خالہ بولیں

"کوشش کریں گے ـــ؟

ـــــ سلمان آہستہ سے بولا

بس نے ہارن دیا ۔

اور ظفر کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا ـــــ وہ چاند کے قریب

ہو گیا ۔

" میرے خط کا جواب — ؟"

— بڑی ہمت سے اس نے کہا۔

" جی —— خط کا جواب — ؟"

وہ زور سے بولی —!

ظفر کا چہرہ پیلا پڑ گیا

" یہ بات بھلا زور سے کہنے کی تھی —— !

اس نے گھبرا کر سلمان کی طرف دیکھا —— جو پہلے ہی اپنے چہرے پر زردی بکھیرے کھڑا تھا —— !

" ہاں یہ لیجئے ——"

—— چاند نے پرس سے دو لفافے نکالے

دونوں ہی لرز گئے —— اور سٹپٹائی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے — !

" یہ لیجئے ظفر صاحب —— آپ کے خط کا جواب —— اور یہ لیجئے۔ سلمان صاحب آپکے خط کا جواب —!"

—— وہ لاپرواہی سے بولی

دونوں کے کانپتے ہاتھ ایک ساتھ بڑھے —— اور —— لفافے تھام لئے —— !

" کیسا ہے بیٹے —— ؟"

— خالہ نے پوچھا

"میں نے دونوں کا شکریہ ادا کیا ہے خالہ —!"

چاند ہنس کر کہنے لگی —!

"میری طرف سے بھی کر دینا تھا —"

— خالہ چھینک روک کر بولیں

"سب کر دیا —!"

— چاند ہنسی

بس اسٹارٹ ہو چکی تھی —

چاند زور سے بولی

"خدا حافظ —!"

— مگر وہ دونوں تو بالکل سُن ہو گئے تھے —!

بس چلی گئی

چاند جا چکی تھی —

اور وہ دونوں ابھی تک منجمد ہوئے کھڑے تھے —!

"جیسے زمین کے ساتھ چپک گئے ہوں —!"

"سلمان —؟

— کافی دیر بعد ظفر بولا

"کیا ہے —؟

— سلمان کی آواز میں ندامت تھی —!

"تم نے بھی اسے خط لکھا تھا — !"

"غلطی ہو گئی یار — !"

— سلمان شرمندگی سے بولا

"تم نے عہد توڑ دیا نا — !"

— ظفر روہانسا ہو رہا تھا — !

"کہہ دیا نا غلطی ہو گئی معاف کر دو —"

"آئندہ تو نہیں ہو گی"

"بالکل نہیں —"

"وعدہ — !"

"وعدہ یار — !"

ظفر نے اطمینان کا سانس لیا — !

"ظفر —"

— سلمان کے چہرے کی رگیں تن گئیں

"کیا ہے —"

"تم نے بھی تو خط لکھا تھا — !

"ہاں —"

ظفر ڈرا ڈرا سا بولا

"کیوں — ؟"

"یونہی — !"

"یوں ہی کیوں ___؟"
"غلطی ہو گئی ___!"
"غلطی کیوں ہوئی ___!"
"بندہ بشر ہوں یار ___"
"پھر ___!"
"پھر یہ کہ توبہ ___!"
___ ظفر نے کان پکڑ لئے
"پکی توبہ ___!
"بالکل پکی ___!
"آئندہ تو نہیں ہو گی غلطی ___؟
"تمہاری قسم ہے ___"
دونوں نے پھر ہاتھ ملایا ___!
شرمندہ شرمندہ سے وہ ایک ہوٹل میں آبیٹھے ___!
"اپنا خط دکھاؤ ___"
چائے کا آرڈر دیکر ظفر بولا
"کیوں ___؟"
"دیکھوں تو تمہارے خط کا مس حپاند نے کیا جواب دیا ہے ___"
"یہ غلط ہے ___!"
سلمان خوش فہمی میں تھا

" دکھاؤ بیٹا — !

" تم اپنا جواب دکھاؤ — !"

" وہ کیوں — !"

" تو پھر میرا خط کیوں دیکھتے ہو — "

دونوں اپنی اپنی جگہ مسرور تھے کہ چاند نے محبّت نامہ لکھا ہوگا — اور اسی لئے دونوں ڈر رہے تھے کہ اگر راز فاش ہوگیا تو کیا ہوگا — وہ — دونوں ہی ایک دوسرے کو یوں دیکھ رہے تھے — جیسے وِلن ہیرو کو — دیکھتا ہے — !"

" یہ تو پھر لڑائی والی بات ہے — !"

— ظفر بولا

" کیوں — ؟

" تم جواب جو نہیں دکھلاتے — "

" اور تم — !"

سلمان بولا

" ایسا کرتے ہیں دونوں ٹاس کر لیتے ہیں — جو خط پہلے ہاتھ آگیا اُسے پڑھا جائے گا — !"

ظفر دھڑکتے دل سے کہنے لگا — !

" ٹھیک ہے — !"

— سلمان کا حلق خشک ہونے لگا — !

دونوں نے لفافے میز پر رکھ دیئے
ظفر نے آنکھیں بند کر لیں
سلمان نے تین چار بار لفافوں کو بدلا۔
"لو اب اٹھا لو۔!"
ظفر نے ایک لفافہ اٹھایا۔
لفافہ سلمان کا تھا۔ سلمان کا رنگ پیلا ہو گیا۔ کہنے لگا۔!
"تم اپنا بھی پڑھواؤ گے نا۔؟"
"وہ بعد کی بات ہے۔!"
۔ ظفر کو خط کھولنے کی جلدی تھی۔!
ظفر نے خط کھولا۔ ڈر اس کو بھی تھا۔ کہ کہیں چاند نے سلمان کو ہی پسند نہ کر لیا ہو۔"
اور سلمان کی حالت تو بہت خراب ہو رہی تھی۔!
ظفر نے آواز کے ساتھ خط پڑھا۔!
سلمان صاحب۔!
آپ کا خط ملا۔!
مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ نے مجھے غلط سمجھا۔ اور بہت غلط سمجھا۔
مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی۔

آپکی مہربانیوں کا شکریہ ـــــ! میرے دل میں کوئی ایسا
خیال نہیں ـــــ معاف فرمایئے گا ـــــ!"

چاند
سلمان کا منہ لٹک گیا ـــــ اور ظفر کی آنکھیں چمک اُٹھیں ـــــ!

"مبارک ہو ظفر"
ـــــ سلمان مری ہوئی آواز میں بولا

"کس بات کی ـــــ؟
ظفر کا چہرہ خوشی سے سُرخ ہوا جارہا تھا ـــــ

"وہ ـــــ وہ ـــــ"
"چھوڑو یار ایسا ہوتا ہی رہتا ہے"
ـــــ ظفر نے اسے تسلی دی
"مگر تم اب تو اپنا خط دکھا دو ـــــ"
ـــــ سلمان دکھی لہجے میں بولا
ظفر نے خط کھولا
"اسے میں پڑھوں گا ـــــ"
ـــــ سلمان بولا

"لو ـــــ!"
ظفر نے فراخدلی سے خط اس کے حوالے کر دیا
سلمان نے مری آواز میں خط پڑھنا شروع کیا مگر جُوں جُوں وہ مضمون

پڑھتا جا رہا تھا ــــ اس کی آنکھوں کی چمک بڑھتی جا رہی تھی ـ !

بڑے فخر سے بولا

"لو سنو ـــ!"

ظفر صاحب ـ!

ظفر کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں ــــ وہ باتیں جو ابھی وہ سُننے والا

تھا ـ اس کا سحرا بھی سے اس کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا ـ !

"سُنو یار ـــ!"

سلمان بولا

"لکھا ہے ـ"

ظفر صاحب ـ!

جو کچھ آپ نے لکھا ہے ــــ اس کی توقع نہ تھی ـ حیرت

ہے آپ دونوں کی سوچ پر ـــ

خیر ـــ مختصر یہ کہ ـــ

ــــ میرے دل میں کوئی ایسا خیال نہیں ـــ" اور آپ

بھی اپنے دل سے یہ خیال نکال دیجئے ــــ تو آپ کی صحت

کے لئے اچھا ہے ـــ"

معذرت خواہ ہوں ـــ!

چاند ـ

"اوہ ـــ!"

— ظفر شرمندہ سا بولا

دونوں پہلے آہستہ آہستہ ہنسے پھر زور سے قہقہہ لگایا — !

" دیکھ لیا بیٹا — "

— سلمان بولا

" ایک بار پھر شکست — "

ظفر ہارے ہوئے جواری کی طرح بولا

" کہا تھا نا عورت ذات سے بچو — "

" واقعی یار — !"

" تو پھر کیا ارادہ ہے — !"

" پہلے والا — "

" آ گئے نا اپنی جگہ پر — !"

" بالکل — "

— ظفر شکست خوردہ سی ہنسی ہنسا — "

" تو پھر — ؟"

" بس ٹھیک ہے — !"

" آئندہ — ؟

— ظفر نے غور سے اس کے چہرے کو تکا

" توبہ — "

— سلمان نے کانوں کو ہاتھ لگایا

" ایک بار پھر بہک گئے تھے ہم دونوں — !"

— ظفر بولا

" اب نہیں بہکیں گے —"

کافی دیر دونوں اپنے عہد ٹوٹنے کا ماتم کرتے رہے — !

بظاہر تو دونوں باتیں کر رہے تھے — مگر — دل میں جل نے

کیسا تھا — ؟

ہاتو چائے میز پر رکھ گیا ــــ!

سلمان کہیں باہر گیا ہوا تھا ــــ!

ظفر نے سامنے والی کھڑکی بند کی ــــ اپنا کوٹ ہینگر میں لٹکایا اور

کرسی پر بیٹھ کر چائے بنانے لگا ــ

باہر ہوا چیخ رہی تھی

پہاڑ اداس ہو گیا تھا

لوگ چلے گئے تھے اور رونق بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے ــ اب تو خنک

خنک جسم کو چیرتی ہوئی ہوائیں تھیں ــــ اور ــــ

حسین یادیں ــــ!

آہیں تھیں ــ!

اداسی تھی ــ!

کسک ــ!

جلن اور تڑپ ـــ!

ظفر کو چاند کے عشق کا بخار ہر وقت ایک سو چار ڈگری رہنے لگا تھا۔!

اسے اپنا وجود تشنہ سا لگتا ـــ!

چاند کا خیال آتے ہی بیتے دنوں کی قندیلیں روشن ہو جاتیں ـــ!

یادوں کے کارواں دل کے بند دریچوں کو کھٹکھٹانے لگتے ـــ کتنے ہی بے نام زخموں کا احساس ہونے لگتا ـــ آس پاس انگارے دہک اُٹھتے! اور اس کا وجود جھلسنے لگتا ـــ!

"چاند ـــ!

ـــ اس کے ہونٹ لرزے

"مجھے لگتا ہے جیسے ابھی ابھی تم میرے پاس سے گزری ہو۔ جیسے ساری فضا تمہارے حسین وجود کی خوشبو سے مہکی مہکی سی ہے۔

تمہاری آواز ـــ

ایک دلکش نغمہ ہے ـــ!

کہتے ہیں وقت سب سے بڑا چارہ گر ہے ـــ!

"تمہیں گئے ہوئے دو ماہ گزر چکے ہیں۔

لیکن ـــ

میرے خواب اب بھی تمہاری دل کش وجود سے سجے ہوئے ہیں۔!

اب بھی بیتے دنوں کی قندیلیں میری تنہائیوں کو روشن کرتی ہیں ـــ!

اب بھی تمہاری یادوں کے سائے میرے ساتھ ساتھ ہیں ـــ یہاں

پر اب بھی تمہاری محبت کی مہک ہے ۔!

کیوں ۔؟

کیوں ۔؟

یہ گردشیں ۔!

یہ حسین ماحول ۔!

ایک چھوٹا سا سفید بنگلہ ۔!

۔ سب ہی تو تمہاری یادوں میں کھوئے ہوئے ہیں

" میں پاگل ہو جاؤں گا ۔!

۔ چاند ۔!

" میں تم سے دُور نہیں رہ سکتا ۔!

میں آ رہا ہوں ۔!

میں آ رہا ہوں ۔!

میں چاند تک ضرور پہنچوں گا ۔!

ضرور ۔!

جلدی جلدی اس نے اپنے تبادلے کے لئے درخواست لکھی اور میڈیکل سرٹیفکیٹ کے لئے ڈاکٹر کے پاس چل دیا ۔ یہاں کی ہوا میری صحت کے لئے مضر ہے

" بالکل ۔ اُس کے قدم تیز سے تیز ہوتے چلے جا رہے تھے ۔!

٭

چاند جب سے واپس آئی تھی ـــ کچھ مضمحل سی تھی ـــ سارے ہی گھر والوں نے اس سے پوچھا ـــ مگر وہ کیا جواب دے سکتی تھی ـــ اُسے تو خود پتہ نہ تھا وہ کیوں اُداس ہے ـــ!

اس روز اسے ایک پارٹی میں جانا تھا

اس کی امی بیگم رحمٰن تیار ہو کر آئیں تو وہ یُوں ہی بیٹھی تھی

"چاند ـــ!"

ـــ وہ بیٹی کو حیرت سے دیکھ کر بولیں

"جی امی ـــ!"

ـــ وہ خیالوں سے چونکی ـــ!

"تیار نہیں ہوئیں تم ـــ؟"

"میں نہیں جاؤں گی امی ـــ!"

"چلو ـــ کیا ہو گیا ہے تمہیں ـــ میں دیکھ رہی ہوں جب سے تم

پہاڑ سے واپس آئی ہو ___ کچھ کچھ بدلی بدلی ہو ___"

___ بیگم رحمٰن بیٹی کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولیں

"نہیں امی ___ ایسی تو کوئی بات نہیں ___ آپ کا وہم ہے ___"

"تو پھر چلو ___ پارٹی پر تمہاری سہیلیاں بھی ہوں گی ___ طبیعت بہل جائے گی ___!"

"اچھا امی ___ آپ چلئے میں تیار ہو کر آتی ہوں ___"

___ وہ بادل نخواستہ بولی

بے دلی سے اس نے کپڑے نکالے

اسے خود حیرت تھی کہ اسے کیا ہوتا جا رہا ہے ___ وہ جو رونق لگانے کے لئے خود ایسی پارٹیوں کا اہتمام کیا کرتی تھی ___ آج ہنگاموں سے بیزار کیوں ہو گئی ہے ___!

وہ تو سدا سے رنگوں سے پیار کرنے والی لڑکی تھی ___ روشنیوں کے غبار اسے بہت اچھے لگا کرتے ___

مگر اب ___!

وہ جانے کیا کیا الا بلا سوچا کرتی ___ سوچ کا کوئی ایک مقام ہوتا تو شاید اسے سکون مل جاتا ___!

مگر اس کی سوچ بھی تو بھٹک رہی تھی

دو چہرے اس کے سکون میں ہلچل مچائے ہوئے تھے ___!

وہ چہرے تھے ___!

___ سلمان اور ظفر کے ___!

کبھی کبھی اسے سلمان کے سنجیدہ سے چہرے کا خیال آتا ___ اس کی جھکی جھکی نظریں کوئی پیغام دیتی ہوئی لگتیں ___!

اور کبھی ___!

ظفر کا شوخی میں بسا ہوا سراپا اس کے خیالوں کا مرکز ہوتا ___ کیا۔ کیا۔

میں ہمیشہ ان دو سایوں میں اُلجھی رہونگی ___!"

آئینے میں اپنے بال سنوارتے ہوئے وہ اپنے آپ سے سوال کرنے لگی اس کا جواب اس کے اپنے پاس بھی نہ تھا

وہ اندر اپنی سوچوں میں اُلجھی ہوئی تھی

اور باہر

بیگم رحمٰن اپنی بہن سے کہہ رہی تھیں ___!

" چاند اداس رہتی اَب ___؟"

خالہ چھینک روکتے ہوئے بولیں

" اب جوان ہوگئی ہے ___ شادی کردو اس کی مگر کوئی لڑکا بھی تو ملے ڈھنگ کا ___!"

لڑکے تو دونوں مجھے پسند ہیں ___"

" کون ___؟

بیگم رحمٰن نے پوچھا

" سلمان اور ظفر ___"

"اچھا — !"

— بیگم رحمٰن بولیں

"چاند سے پوچھ لو — دونوں نہایت شریف خوبصورت اور مہذب لڑکے ہیں — ایک ہی جگہ کام کرتے ہیں۔"

"یہ تو اب چاند کی مرضی پر ہے — !"

— بیگم رحمٰن بولیں

"ہاں اس سے پوچھ لو۔"

"مگر ان کی طرف سے پیغام بھی آئے تب — !"

— بیگم رحمٰن بولیں

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو — میں انہیں کراچی بلا لوں گی تم بھی دیکھ لینا — اپنے اختر کے کلاس فیلو ہیں —"

"ہاں یہ تو میں جانتی ہوں —"

چاند تیار ہو کر باہر نکل آئی

تو خالہ بولیں

"بیٹی — سلمان یا ظفر کا کوئی خط آیا — ؟"

"نہیں خالہ — !"

— چاند ان کے ذکر سے پریشان سی ہو گئی

"اچھا اچھا — !"

— خالہ مسکرانے لگیں — ! تو چاند کی پریشانی بڑھ گئی

"چلئے امی —!"

— وہ اپنی گھبراہٹ چھپاتے ہوئے بولی

"چلو —"

دونوں گاڑی میں بیٹھ کر پارٹی پر چلی گئیں — اور خالہ اختر سے سلمان اور ظفر کی تعریف میں قصیدے پڑھنے لگیں —!"

ظفر کے ہاتھ میں تبادلے کے آرڈر تھے اور وہ خوشی میں شاد و سرشار تقریباً دوڑتا ہوا گھر پہنچا —— لان میں گزرنے کے بعد برآمدے میں سامنے سے آتے ہوئے ہاتو سے وہ تقریباً ٹکرا سا گیا۔

"او —— ہاتو —— تم ——"

"جی —— ہاں —— جی ——"

"چوٹ تو نہیں لگی —— ؟"

"نہیں صاحب جی —— مگر تسی نس کے کیوں آندی سی —— ؟

—— ہاتو نے معصومیت سے پوچھا

ظفر کھلکھلا کر ہنس دیا

"او —— ہاتو —— آج میں بہت خوش ہوندسیں ——"

—— اس نے ہاتو کی نقل اتارتے ہوئے کہا

"اچھا صاحب ——"

" ہاں — تم بھاگ کر جاؤ — اور ایک گرما گرم کپ چائے لے آؤ — "

" ابھی لاندی صاحب — "

— یہ کہہ کر ہاتو باورچی خانہ کی طرف چل دیا

اور —

ظفر اپنے تصورات کی دُنیا میں کھو گیا — اسے ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے دونوں جہاں کی خوشیاں خداوند حقیقی نے اسے عطا کر دی ہوں —

جیسے تمام کائنات اس کی خوشی میں شامل ہو کر جھومنے لگی ہو — جیسے لان کا ایک ایک پھول — ایک ایک پودا — کوٹھی کی زمین کا ایک ایک ذرّہ اس کے دل کی مانند پکار رہا ہو — !

چاند — !

چاند — !

اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے —

چاند اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ بیتابی سے اسکی منتظر ہو —

صرف —

— اسکی منتظر — !

" ہاتو — ایک پیالی چائے — میرے لئے بھی لاؤ — "

اس نے چونک کر دیکھا

— سامنے سلمان کھڑا تھا — جو نیاپائی پر اس کے لئے چائے رکھتے ہوئے ہاتو کو کہہ رہا تھا — "

"او ـــ سلمان ـــ تم ـــ تم کب آئے ـــ؟"

"بس ابھی ابھی آیا ہوں ـــ"

ـــ سلمان مسکرادیا

سلمان کی معصوم سی مسکراہٹ دیکھ کر جانے کیوں اس کا دل پسیج سا گیا اُس نے سوچا ـــ

بچارے سلمان کو کیا معلوم ـــ کہ وہ عنقریب اسے چھوڑ کر اپنی چاند کے پاس جا رہا ہے ـــ!

اور پھر اسے ندامت کا سا احساس ہونے لگا ـــ جیسے اس نے سلمان سے دغا کیا ہو ـــ

اس کے حق پر ڈاکہ ڈالا ہو ـــ!"

"سلمان ـــ میں کراچی جا رہا ہوں ـــ"

ـــ اُس نے آہستگی سے کہا

"اُوہ ـــ!"

"ہاں ـــ سلمان ـــ میرا تبادلہ کراچی ہو گیا ہے ـــ"

"مجھے معلوم ہے ـــ"

ـــ سلمان ٹھہرے ٹھہرے لہجہ میں بولا

"اچھا ـــ مگر کیسے ـــ"

ـــ ظفر چونک سا گیا

"دفتر سے پتہ چلا ہے ـــ"

" دیکھونا سلمان — میں کچھ بور سا ہو چلا تھا — یہاں رہتے رہتے "

" کیوں — ؟

" تم غلط نہ سمجھو سلمان — یہ نہیں — کہ تمہاری عزیز رفاقت سے اکتا گیا تھا — بلکہ — بلکہ — تم تو جانتے ہی ہو — کہ یکسانیت میری جبلت کو موافق نہیں آتی — ایک چیز جو مجھے آج عزیز ہے — ضروری نہیں کہ وہ کل بھی اچھی لگے — اب اپنے ہاتو ہی کو لو — شروع شروع میں اس کی بے ڈھنگی زبان مجھے بے حد بھاتی تھی — مگر اب ایکدم بور کرتی ہے اور کبھی کبھار تو اس کی اوٹ پٹانگ گفتگو اور عجیب و غریب منطق پر اُسے ایک جھانپڑ مارنے کو دل چاہتا ہے — مگر — سلمان بخدا مجھے تم سے بچھڑنے پر دلی رنج ہو گا — !"

تم مجھے بہت یاد آؤ گے — !"

" ہوں — "

سلمان گہری سنجیدگی سے بولا

" سلمان — میں تمہیں ہر ہفتہ ایک خط لکھا کروں گا — وعدہ رہا — بخدا وعدہ رہا — اب کی دفعہ ہرگز کوتاہی نہ کروں گا — "

" کراچی کہاں قیام کرو گے — "

— سلمان نے اچانک سوال کر دیا — جسے سُن کر ظفر چونک سا گیا اسے اپنے دل کا چور پکڑا جاتا معلوم ہوا — !"

" کراچی میں — کراچی میں — یار کہیں بھی

ٹھہر جاؤں گا ۔۔۔ کئی ہوٹل ہیں ۔۔۔ ریسٹ ہاؤس ہیں ۔۔۔"

"اختر اور چاند بھی تو ہیں ۔۔۔"

۔۔۔ سلمان نے طنزیہ انداز میں کہا

ظفر پہ جیسے گھڑوں اوس پڑ گئی ہو

" ارے ہاں ۔۔۔ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا ۔۔۔ اختر شائد مجھے کہیں اور نہ ٹھہرنے دے ۔"

" اور چاند ۔۔۔!"

۔۔۔ سلمان اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا

" اُسے بھلا ۔۔۔ مجھ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ۔۔۔!"

" وثوق سے کہہ رہے ہو ۔۔۔"

" بالکل ۔۔۔ اور ۔۔۔ اور اب مجھے اس کی چنداں پرواہ نہیں ۔۔۔"

ظفر کو اپنی آواز دور سے آتی سنائی دی

۔۔۔ اور پھر سلمان کی نظریں بھی اس پر لا اعتمادی کی چغلی کھا رہی تھیں ۔ وہ بوکھلا سا گیا ۔۔۔ !

" یعنی ۔۔۔ تم کو یقین نہیں ۔۔۔ میں سچ سچ کہہ رہا ہوں ۔۔۔ میں اُس خود سر لڑکی سے اب کوئی واسطہ رکھنا نہیں چاہتا ۔۔۔ دیکھو نا ۔۔۔ آخر میری بھی کوئی آنا ہے ۔۔۔ اور پھر بڑے بھی شائد ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ آزمودہ را آزمودن جہل است ۔۔۔ لاحول ولا قوۃ ۔۔۔ بھلا مجھے کیا پڑی ہے کہ اپنا وقت برباد کرتا پھروں ۔"

ظفر بولتے بولتے رُک گیا ۔۔۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سلمان کو

ذرہ بھر بھی قائل نہ کر سکا ہو ــــ

ــــ جیسے اپنے اس جھوٹ پر وہ خود بھی مطمئن نہ ہو ــــ!

وہ جھنجلا سا گیا ــــ!

"یہ کم بخت ماتو ابھی تک چائے کیوں نہیں لایا"

"چائے تو تم پی چکے ہو"

ــــ سلمان سرد لہجہ میں بولا

"او ہاں ــــ چائے تو میں کب کا پی چکا ہوں ــــ لاحول ولا قوۃ ــــ یہ مجھے کیا ہو گیا ــــ ذہن ٹھیک سے فنکشن نہیں کر رہا ــــ!"

"کراچی میں تمہیں اچھے اچھے معالج مل جائیں گے"

ــــ سلمان ایک سوگوار سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے بولا

اور ظفر بے بسی سے کھسیانا سا ہو کر دور خلا میں تکنے لگا ــــ!

❖

سلمان بس کے اڈے پر کھڑا سگریٹ کے
بے ربط مرغولے بنا رہا تھا ـــــ دھوئیں سے طرح طرح کے ہیولے بنتے اور ہوا
میں تحلیل ہو جاتے ـــــ مگر جس ہیولے کا وہ خواہشمند تھا ـــــ وہ نہ جانے آج
کیوں اس کی بساط سے باہر تھا ـــــ!

چاند ـــــ!
کئی راتیں گزر گئیں ـــــ اب تو تمہارے خواب بھی خواب ہو گئے ہیں۔ تمہارا
تصور ہی تو میرا متاعِ حیات تھا ـــــ!
تصور تو الگ یہ دھوئیں کا مرغولہ بھی اب میرا ساتھ نہیں دیتا ؎
کنڈکٹر نے وِسل دی ـــــ اور ظفر جو لیبوریٹری میں گیا ہوا تھا ـــــ باہر
نکل آیا ـــــ!
بس سرکنے لگی ـــــ!
" اچھا ـــــ سلمان خدا حافظ ـــــ "

ــــ ظفر مسکرایا

اس کی آنکھوں سے خلوص چھلک رہا تھا ــ!

اور

سلمان کے ہونٹوں پر ایک سوگوار سی مسکراہٹ پھیل گئی

"خدا حافظ ــ"

آہستگی سے اس کے لب ہلے

پھر معاً اسے کسی بات کا خیال آیا ــــ اور اس نے بھاگ کر اپنے ہاتھ میں

میں دبا ہوا پیکیٹ ظفر کے ہاتھ میں تھما دیا ــ!

"ظفر ــــ یہ چاند کو دے دینا"

بس ظفر کو اس کی آنکھوں سے دور لے گئی تھی ــــ جس کی وجہ سے وہ

ظفر کی پیشانی پر گہری ہوتی ہوئی سلوٹوں کا مفہوم نہ پڑھ پایا تھا ــــ!

اچانک اسے یوں محسوس ہوا

"جیسے وہ بہت تھک گیا ہو ــ!"

ــــ تھک گیا ہو ــــ!

بس اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو چکی تھی ــــ اور اب ــــ وہ کولتار کی

خالی سڑک کو گھورتا ہوا نہ جانے کیا تلاش کر رہا تھا ــ!

لیکن خاموش سڑک اس کی متلاشی نگاہوں کا مداوہ نہ بن سکی ــ!

چاند جب گئی تھی ــــ تو وہ یوں اداس نہ ہوا تھا ــ!

مگر ــ

اب جب ظفر گیا ___ تو چاند کی کمی کو شدید تر ہو گیا

وہ

ایک دم اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگا ___ !

جیسے یہ پُر فضا مقام اور یہاں کی ہر شئے پھیکی پھیکی سی ہو گئی ہو ___

بالکل ایک بے جان لاش کی مانند ___ جس سے اس کی رُوح بیوفائی کر گئی ہو ___ !

" بابو ___ !"

وہ چونک گیا ___ سامنے وہی مزدور لڑکی کھڑی تھی ___ !

" بابو ___ کیا بات ہے ___ یوں لگتا ہے ___ جیسے لُٹ گئے ہو "

___ شدتِ غم سے اس نے اپنی آنکھیں موند لیں

" جاؤ چلی جاؤ ___ !"

___ اس نے بے چارگی سے کہا ___

" جانے تو یہاں سب ہی ہیں بابو ___ کوئی آگے چلا جانے کے لئے اور کوئی واپس جانے کے لئے ___ مگر تم ___ "

اس کی آواز بھرا گئی ___ !

اور وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر تقریباً بھاگتی ہوئی اس کی نگاہوں سے دُور ہو گئی ___ !

☘

سفر کی غیر معمولی طوالت۔۔۔ ظفر جیسے لاابالی انسان کے لئے جان لیوا تھی کبھی کبھار تو اس کا دل چاہتا کہ وہ چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دے۔

اللہ اللہ کر کے وہ حیدر آباد تک تو پہنچ گیا تھا۔۔۔ مگر حیدر آباد کے بعد کا سفر اسے بے حد کھل رہا تھا۔۔۔ گاڑی کوٹری کے ریلوے اسٹیشن پر رکی تو بس رکی ہی رہی۔۔۔!

"لاحول ولا قوۃ۔۔۔"

اس نے سوچا

"پی ڈبلیو آر کو چاہئے کہ وہ اپنے ماہرین کو گردوسٹرز کی سیر کے لئے ضرور ایک دفعہ بھجوائے۔۔۔ بھلا کوٹری بھی کوئی ایسا اسٹیشن ہے۔۔۔ جہاں گاڑی حیدر آباد کے اسٹیشن سے بھی زیادہ دیر کے لئے ٹھہرے

اس نے سوچا کہ کتنا اچھا ہوتا اگر وہ گاڑی کی بجائے پلین سے آجاتا زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ ایک ہفتہ کی تنخواہ کو خیر باد کہنا پڑتا۔۔۔ مگر وہ اس

بورنگ سفر سے تو نجات پا جاتا — مگر اچانک ذہنی کشمکش کے اس الجھاؤ کو ایک
حسین سے تصور نے سنوار دیا —

چاند —
خوبصورت اور دلفریب شخصیت کی مالک — !
عمر خیام کی رباعی کی طرح رومان انگیز — !
کسی مصور کے اچھوتے تصور کی طرح تازہ —
اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت اس کی منتظر ہو گی — اسٹیشن پر
آنے سے پہلے اس نے کتنا اہتمام کیا ہو گا — !
میک اپ میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہو گی — !
لباس کا حسین انتخاب جو ہمیشہ اس کی شخصیت کو دوبالا کرتا ہے اس میں
اس نے کتنا وقت صرف کیا ہو گا
بارہا آئینے کے سامنے مختلف زاویے بدل بدل کر اپنا آپ سنوارا ہو گا۔

چاند — او چاند"
"یہ کمبخت گاڑی کراچی کب پہنچے گی —؟"
وہ بڑبڑایا — !
"ہم کراچی کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں"
پاس بیٹھے ہوئے مسافر نے اس کی بڑبڑاہٹ کا جواب دیا
"اوہ —"
— وہ چونک گیا

واقعی گاڑی کراچی کی حدود میں داخل ہو چکی تھی ـــــ ڈرگ روڈ کا اسٹیشن گزر گیا تھا ـــ!

اس کا دل بیتابی سے دھڑکنے لگا ـــ

اس نے آنے سے پہلے اختر کو ٹیلیگرام دے دیا تھا ـــ اور اب وہ اور چاند دونوں اسٹیشن پر اس کے منتظر ہوں گے ـــ!

گاڑی کراچی کینٹ کے اسٹیشن پر رینگ رہی تھی ـــ اس کی نگاہیں بے تابی سے اس پیکرِ حسن کو تلاش کر رہی تھیں ـــ طمانیت سے بھرے ہوئے اس روشن چہرے کو تلاش کر رہی تھیں جس کی مسکراہٹ عنقریب اس کو خوش آمدید کہنے والی تھی ـــ

"ظفر ـــ"

اس نے چونک کر دیکھا ـــ!

ـــ سامنے اختر مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھ رہا تھا ـــ!

"اختر ـــ ہاہا ـــ ارے اختر ـــ"

وہ بھاگتا ہوا اختر کی جانب لپکا ـــ اور پھر وہ دونوں دوست گرمجوشی سے بغلگیر ہو گئے ـــ

"کیوں سفر بورنگ تو نہیں تھا ـــ"

"بہت زیادہ ـــ" مگر تمہارا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ کر تمام تھکن دور ہو گئی ـــ"

اور پھر اس نے ادھر اُدھر دیکھ کر کہا

"باقی لوگ کہاں ہیں ـــ؟"

"وہ دیکھو پیچھے چلے آرہے ہیں۔"

اس نے اشتیاق بھری نگاہوں سے ایک دم گھوم کر دیکھا۔ مسٹر اور مسز رحمٰن اپنے ملازمین کے ہمراہ چلے آرہے تھے ۔!

"ارے بیٹا ظفر ۔ کیا حال ہے بیٹا۔ خیریت سے تو ہے ۔!"

مسز رحمٰن اسی کی بلائیں لے رہی تھیں ۔ مسٹر رحمٰن اس کا کندھا تھپتھپا رہے تھے ۔ مگر اس کی بیقرار نگاہیں جس کی ہستی کی متلاشی تھیں۔ وہ نہیں تھی۔ چاند نہیں آئی ۔ اس نے چاہا کہ منہ پھاڑ کر پوچھ لے مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے دل کی بات دل میں ہی رہنے دی

وہ کیوں نہیں آئی ۔!

کیوں نہیں آئی ۔!

"یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اس کو پتہ نہ چلا ہو کہ وہ آرہا ہے۔"

گھر کے سب افراد آئے مگر ۔

۔ وہ کیوں نہیں آئی ۔!"

"سلمان کیسا تھا ۔"

۔ اختر اس سے پوچھ رہا تھا

اس نے دیکھا کہ رحمٰن صاحب کی امپالا جسے اختر ڈرائیو کر رہا تھا شہر کی سب سے بڑی سڑک ڈرگ روڈ پر چلی جا رہی تھی ۔

خیالات منتشر تھے ۔

اس کا دماغ ایک عجیب سے خلجان میں مبتلا تھا۔

وہ چونک گیا

"ایں ___ ہاں ___ سلمان ___ وہ ٹھیک تھا ___ بالکل ٹھیک تھا"

"کیا بات ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے"

اختر نے اس کے بدلے ہوئے رنگ کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہے ___!"

اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا

"شاید سفر کی تھکان نے نڈھال کر دیا ہے"

"گھر چل کر ہاٹ باتھ لینا ___ طبیعت کھل جائے گی ___ ساری تھکن جاتی رہے گی ___!"

رحمٰن صاحب نے شفقت سے کہا

"اگر تمہاری ٹرین آدھا گھنٹہ لیٹ نہ ہوتی تو ہم شاید وقت پر اسٹیشن کبھی نہ پہونچ پاتے"

"اچھا ___ وہ کیوں"

"اس لئے کہ گاڑی چاند کو چھوڑنے گئی تھی" اختر بولا

"ارے ہاں ___ میں نے پوچھا نہیں ___ بس چاند کیسی ہیں ___"

بالآخر دل کی بات زبان پر آ ہی گئی ___!

"اچھی ہے ___" بیگم رحمٰن نے جواب دیا ___ اسٹیشن پر آ رہی تھی کہ زری کا ٹیلیفون آیا کہ کسی سہیلی کا برتھ ڈے ہے شاید ___ بس وہیں چلی گئی ___!

مسٹر رحمٰن کی وسیع العریض کوٹھی میں پہنچ کر ـــــ وہ سیدھا اختر کے ہمراہ ڈرائینگ روم میں چلا گیا ـــــ جہاں اس نے سفر کی تھکن دور کرنے کیلئے ایک پیالی چائے پی ـــــ !

ـــــ اور پھر چند منٹوں کے بعد ہاٹ باتھ لیا ـــــ اور پھر وہ بالائی منزل پر اپنے کمرہ میں جو اس کے لئے اختر نے ادسینج کیا تھا ـــــ

ـــــ جا کر سو گیا ـــــ !

جانے وہ کتنی دیر سوتا رہا ـــــ

جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ شام کافی گہری ہو چکی تھی ـــــ !

اور کمرہ میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا ـــــ !

وہ ایک دم بستر سے اُٹھ بیٹھا ـــــ اس نے کلائی پر بندھی گھڑی کی جانب دیکھا ریڈیم کے چمکتے حروف ساڑھے سات بجا رہے تھے ـــــ !

تین چار گھنٹوں کی مسلسل نیند نے اس کے بدن کی تھکاوٹ کو دُور

کردیا تھا اس نے ٹٹول کر لائٹ سوئچ تلاش کیا ـــــ اور پھر کمرہ روشنی سے جگمگانے لگا ـــ!

شام کی اس پُر اسرار خاموشی میں ایک آواز دُور سے سُنائی دی ـــ
اسے پہچاننے میں ذرا بھی دقت نہ ہوئی ـــ

ـــ یہ آواز چاند کی تھی ـــــ ! جو غالباً کسی سے ٹیلیفون پر گفتگو کر رہی تھی ـــ!

اس نے جلدی سے نائٹ گون پہنا ـــ اور بیتابی سے کمرہ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا ـــ!

نیچے ڈرائنگ رُوم میں چاند کھڑی تھی
آسمانی ساڑھی میں اس کا گلابی بدن غضب ڈھا رہا تھا
وہ اس کی جانب پُشت کئے کھڑی تھی
ظفر کی آنکھوں میں ایک خُمار سا چھانے لگا ـــ!

ـــــ ایک دلفریب مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر جائے وہ سیڑھیاں اُترنے لگا ـــ

اس کے ربڑ کے سلیپرز کی ہلکی ہلکی چاپ سیڑھیوں پر بچھے ہوئے قالین پر اپنے نقش چھوڑتی چلی آرہی تھی ـــ!

چاند نے اپنی صراحی دار گردن کو خم دیکر ایک نظر دیکھا
اُن غزالی آنکھوں میں کیا تھا
ظفر دل تھام کر رہ گیا ـــــ

"اوہ — ہیلو ظفر"

— وہ گنگنائی — اور پھر دوسرے ہی لمحہ ٹیلیفون پر گفتگو کا رابطہ قائم کر دیا —

کیا کیا دلولے لے کر ظفر نیچے اُترا تھا

— اُس نے سوچا تھا — کہ وہ بڑھ کر اس کے گلے نہیں تو کم از کم اس کا ہاتھ ہی تھام لے گی —!

مگر — !

اس نے تو صرف ہیلو ظفر پر ہی اکتفا کیا تھا —!

چند لمحوں کے لئے وہ کھڑا کا کھڑا رہا —

بالآخر وہ پاس پڑے ہوئے صوفہ پر بیٹھ گیا

تھوڑی دیر کے بعد چاند نے ٹیلیفون کا رابطہ منقطع کر دیا — اور اس کے سامنے صوفہ پر بیٹھ گئی —!

"ہاں — تو اور کیا حال ہے —"

"اچھا ہے —!" اس نے بے دلی سے کہا

"سفر کیسا گزرا —؟"

وہ اس رسمی سی گفتگو پر جھلا سا گیا

"آپ اسٹیشن پر نہیں آئی تھیں —"

"بھائی جان اور ممی ڈیڈی وغیرہ جو گئے تھے —"

— وہ بیساختگی سے ہنسی

خفیف کر رہ گیا

چاند نے معذرت بھی ضروری نہ جانی تھی

" سلمان صاحب کیسے تھے ۔۔۔!"

" اچھے تھے ۔۔!

وہ جلے ہوئے انداز میں بولا

" اور وہ ۔۔۔ ہاتو ۔۔۔!"

۔۔۔ وہ ہاتو کے تصور پر کھلکھلا کر ہنس دی

" وہ بھی ۔۔۔!"

" اس کا دلچسپ انداز گفتگو مجھے اکثر یاد آتا ہے "

" بس ۔۔۔ اور کچھ نہیں ۔۔۔"

" کیا مطلب ۔۔۔؟

۔۔۔ وہ چونکی

" میرا مطلب ہے ۔۔۔ اور وہاں کی کوئی چیز ۔۔۔ شاید آپ کے لئے وہاں کی اور کوئی چیز دلچسپی کا باعث نہ رہی ہو ۔۔۔!"

" اوہ نہیں ۔۔۔"

۔۔۔ چاند معصومیت سے مسکرا دی ۔۔۔

" وہاں کے دلفریب مناظر ۔۔۔ آپ دونوں کی پُرخلوص رفاقت بھلا کوئی بھولنے کی چیزیں ہیں "

" جب ہی ثبوت کے طور پر یہاں آتے ہی ایک درجن خط لکھے ۔۔!"

ــــ وہ اس کے جملے میں چھپے ہوئے طنز کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی۔!

" یہ بات نہیں ظفر صاحب ــــ"

ــــ وہ سراسیمگی کے عالم میں بولی

" دراصل یہاں آکر مصروفیت کچھ بڑھ گئی تھی ــــ مگر ــــ"

اس کی شوخی عود کر آئی ــــ!

" یہ آپ کچھ سنجیدہ سے نہیں ہو گئے ــــ!"

ایک غمزدہ سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل گئی ــــ

" محض آپ کا حُسنِ نظر ہے ــــ"

" ماشاءاللہ ــــ!"

وہ کھلکھلا کر ہنس دی

" اب تو آپ شاعروں کی سی گفتگو کرنے لگے ــــ"

" چلیئے ــــ!

اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا

" ڈرائینگ روم میں کھانے پر سب بیٹھے ہوں گے ــــ!"

اور وہ اُداس اُداس سا اس کے ساتھ ہولیا ــــ!

٭

" صاب جی ــــ اَج کے پکاندیں ــ"

" ہاتو ـــ !"

سلمان اُداسی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

ـــ " جو تمہارے جی میں آئے ـــ !"

" صاب جی ــــ آپ بوت دن سے ٹھیک سے کھانا نہیں کھاندی ــ"

ــــ سارا سالن ویسے ہی پڑا رہندا ــ"

" اچھا اچھا ــــ ہاتو ــ"

ــ سلمان اکتائے ہوئے لہجے میں بولا

ہاتو سلمان کی ناگواری محسوس کرتے ہوئے خاموش ہوگیا ــــــ اور دھیمے دھیمے قدم اٹھاتا ہوا باہر کی طرف جانے لگا ــــ مگر دروازہ کے قریب جاکر اس کے قدم رک گئے ــــ

کچھ دیر وہ سوچتا رہا ــــ اور پھر پلٹ کر بولا

"صاب جی ـــ توسی کھانا نہیں کھاندیں"

اس کے لہجہ میں اپنے مالک کے لئے گہری ہمدردی چھپی ہوئی تھی ـــ!

سلمان نے اپنی بڑی بڑی اداس اور نیلی آنکھوں سے اُسے دیکھا ـــ

کچھ ثانئے یوں بیت گئے ـــ!

بالآخر وہ دھیمے سے مسکرا دیا ـــ اور شفقت بھرے انداز میں بولا

"ہاتو ـ ادھر آؤ ـــ تم بہت اچھے لڑکے ہو ـــ تم خواہ مخواہ میرے لئے پریشان ہو رہے ہو ـــ میں کھانا اس لئے نہیں کھاتا ـــ کہ مجھے بھوک نہیں ہوتی ـــ! اور پھر میں دفتر میں جو کھا لیتا ہوں"

سلمان کے اس لہجہ میں سادہ لوح ہاتو کی آنکھیں بھر آئیں ـ!

"صاب جی میں جاندیں تسی روٹی کیوں نہیں کھاندیں ـــ صاب جی ـ تسی چاند بی بی جاندیں تے طغرصاب بھی مگرے جاندیں"

"ہاتو ـ!"

ـــ سلمان نے چلا کر کہا ـ!

ہاتو نے اب زاروقطار رونا شروع کر دیا تھا ـــ

سلمان نے بڑھکر اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ـــ!

"ہاتو ـــ شائد تم ٹھیک کہتے ہو ـــ میں چاند سے محبت کرتا ہوں طغر میرا دوست تھا ـــ مگر اس نے کبھی بھی رسم دوستی کا پاس نہ رکھا ـــ ہاتو ـــ میں تمہارے خلوص اور جذبے سے بہت متاثر ہوا ہوں ـــ سوچتا ہوں طغر سے تو کہیں زیادہ تم میرے غمگسار نکلے"

"صاب جی ــــ توسی بالکل فکر نہ کردیں ــــ چاند بی بی توصرف توانوں پیار کردیں ــــ!

بالو یہ کہتے ہوئے اپنے کُرتے سے اپنے آنسو پونچھتا ہوا کمرہ سے باہر نکل گیا اور

سلمان کے لئے پُرانے گھاؤ کو تازہ کر گیا

بالو ٹھیک ہی کہہ رہا تھا ــــ اس نے پچھلے ہفتہ سے کچھ نہ کھایا تھا کبھی کبھار دفتر میں چائے کے ساتھ ایک آدھ بسکٹ اور بس ــــ

بالو کھانا بنا کر لاتا اور وہ بھوک نہ ہونے کی وجہ بتا کر اُسے لوٹا دیتا ــــ !

سلمان کو اپنا سر بھاری بھاری سا معلوم ہوا

آج تمام دن دفتر میں بھی اس کی طبیعت گراں سی رہی تھی ــــ!

وہ بارہا اپنے ماتحت عملہ کو معمولی معمولی غلطیوں پر ڈانٹ چکا تھا اور وہ یہ محسوس کئے بغیر بھی نہ رہ سکا تھا ــــ کہ اس کے ماتحت اسی سے تقریباً نالاں رہنے لگے تھے ــــ حالانکہ اوائل ایام میں وہ دفتر کی ایک مقبول ترین شخصیت رہا تھا ــــ!

چاند اس کی زندگی میں رچ بس گئی تھی ــــ اور اب اس کی اپنی زندگی کا تصور بھی بغیر چاند کے ادھورا تھا ــــ! مگر کبھی کبھی اس کی یہ سوچ اسے تشنہ سا کر جاتی ــــ کہ چاند اپنے دل میں اس کے لئے محض ایک دوست کے سوا کوئی خاطر خواہ جگہ نہ رکھتی تھی ــــ وہ ــــ اس پر بھی اپنا تن من دھن نچھاور کئے ہوئے تھا اس نے لاکھ چاہا کہ اپنے دل سے چاند کی چاہت نکال کر پھینک دے۔

ـــ مگر وہ مجبور تھا ـــ!

اپنے اس نادان دل کے ہاتھوں مجبور ـــ جو کسی پل بھی اس کی دلکش اور موہنی صورت کو بھولنے کو تیار نہ تھا ـــ!

آخر اس یکطرفہ عشق کا انجام کیا ہوگا

یہ ایک خیال اکثر اسے بے چین کر دیتا ـــ

ـــ مگر ناامیدی کے گھور اندھیرے میں روشنی کی ایک قندیل کبھی کبھار چمک جاتی یہ چاند کی محبت ہی تھی ـــ جو اسے زندہ رکھے تھی ـــ

ـــ اگر کوئی کہہ دیتا ـــ کہ چاند کو بھول جاؤ ـــ تو وہ شاید مر جاتا

ـــــ جینا ہی ترک کر دیتا ـــ!"

اس وقت بھی اپنے ڈریسنگ ٹیبل کے قدآور شیشہ کے سامنے سٹول پر بیٹھا اپنے ہی خدوخال میں وہ نہ جانے کیا تلاش کر رہا تھا ـــ!

کمرے کے دروازہ پر دستک ہوئی

شاید ہانو تھا ـــ!

"آجاؤ ـــ!"

ـــ اس نے کہا

دروازہ کھلا اور آنے والا عکس اسے قدآور شیشہ پر دکھائی دیا

چاند ـــ!

سامنے چاند کھڑی تھی ـــ خوشی سے اس کے دل کی دھڑکن اپنی رفتار سے کئی گنا تیز ہوگئی ـــ!

اس کی آنکھیں وفورِ حیرت سے چمک اٹھیں
— اُن میں خمار سا چھلکنے لگا — !
چاند سُرخ بنارسی ساڑھی میں ملبوس اپنے ہونٹوں پر اک دلنواز تبسم لئے اس کی منتظر تھی — !
وہ جلدی سے سٹول سے اٹھ بیٹھا — !
وہ چاند کو خوش آمدید کہنے کے لئے گھوم گیا — !
مگر — !
اس اثناء میں اس کی چاند ایک اجنبی روپ دھار چکی تھی — !
اس کی آنکھوں کی چمک دھیمی پڑ گئی — !
سامنے نازو کھڑی تھی — !
" اوہ — مس شہنازہ — آپ "
" آداب — ! "
— نازو کی مترنم آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی
ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر دوڑ گئی
" آیئے — کیسے آنا ہوا — ! "
" ماتو سے پتہ چلا — آپ گھر پر ہی ہیں — پہلے آپ کو ڈرائینگ روم میں دیکھا — پھر سٹڈی روم میں دیکھا — اور پھر آپ ہی کے کمرہ میں آنے کی جسارت کر بیٹھی — آپکو ناگوار تو نہیں گزرا — !
" جی — جی نہیں "

وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولا

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے — !"

"ہاں — !"

"آپ کھوئے کھوئے سے لگ رہے ہیں —"

"ہوں — وہ تو اپنی عادت ہی ہے — !"

— وہ مسکرا دیا — !

نازو کھلکھلا کر ہنس دی

"خوب — مگر کیا آپ مجھے بیٹھنے کو نہ کہیں گے — ؟"

"ارے ہاں — معاف کیجئے گا —"

— اور پھر ادھر ادھر دیکھ کر —

"چلئے نا سٹنگ روم میں چل کر بیٹھتے ہیں —"

وہ دونوں چل کر ڈرائینگ روم میں چلے آئے — اور سلمان نے ہاتو کو بلا کر چائے کے لئے کہا

سلمان اچھی طرح جانتا تھا — کہ نازو اس میں گہری دلچسپی لیتی ہے۔ اس نے کئی مرتبہ سلمان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر اس نے کبھی بھی کسی لڑکی سے کسی قسم کی راہ و رسم بڑھانے کی کوشش نہ کی تھی —

اور پھر ایک دن چاند اس کی خشک سی زندگی میں بہار بن کر کھل آئی تھی۔ اور سلمان کو پہلی دفعہ اس امر کا احساس ہوا تھا — کہ عورت کے بغیر مرد کی زندگی کتنی نامکمل ہوتی ہے — شائد اسی طرح مرد کے بغیر عورت کی

زندگی بھی تشنہ رہتی ہو ۔۔۔!
شائد اس تشنگی کو سیر کرنے کی خواہاں نازو بھی ہو ۔۔۔
شائد وہ ۔۔۔ نازو کا آئیڈیل ہو ۔۔۔ بالکل اسی طرح جیسے چاند اس کی ۔۔۔ اور یہ سوچ کر اسے نازو سے بھی ہمدردی سی ہو گئی ۔
اُسے یاد آیا ۔۔۔ اکر بارہا اس نے نازو کو بُری طرح دھتکار دیا تھا ۔ مگر اس کے انتہائی غیر اخلاقی رویے کے باوجود بھی نازو اس کا کتنا خیال رکھتی تھی ۔ ہاتو نے اسے اکثر بتایا تھا کہ نازو اس کی غیر موجودگی میں آکر اس کے بارے میں پوچھ جایا کرتی تھی ۔۔۔ !
اور پھر جب وہ اس سے بے رُخی سے پیش آتا تو وہ خاموشی سے واپس پلٹ جایا کرتی تھی
بیچاری نازو ۔۔۔ !
اس کے لبوں پر اک مسکراہٹ رقصاں ہو گئی ۔۔۔ !
نازو صوفہ پر بیٹھی بغور سلمان کو تکے جا رہی تھی ۔۔۔ سلمان کی کشادہ نیلگوں آنکھیں جو اس کا دل لے گئی تھیں ۔۔۔ مُسکرا اُٹھیں ۔۔۔ !
اور پھر ۔۔۔ !
اس کے ہونٹوں پر بھی ایک دلنواز سی مسکراہٹ کھیل گئی ۔۔۔ !
"کیا اکیلے اکیلے ہی مُسکراتے جایئے گا"
"ہیں ۔۔۔" وہ چونک گیا
"کیا کہا آپ نے ۔۔۔ ؟"

"میں نے عرض کیا ــــ کہ کیا اکیلے اکیلے ہی مسکرائیں گے ــــ ہمیں اپنی اس خوشی میں شامل نہ کریں گے ــــ"

ــــ وہ آج سلمان پر نچھاور ہو جانے کے موڈ میں تھی

سلمان اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا

"مس شہناز ــــ مسکراہٹ تو وہی ابدی ہوتی ہے ــــ جو ــــ جو ــ ابدی ــــ ہو ــ"

"کیا بات ہوئی ــــ ؟"

ــــ نازو کھلکھلا کر ہنس دی

سلمان بھی ہنس دیا

"بات ــــ ؟ وہ بات ہی کیا جس کا سب کو پتہ چل جائے ــ"

"پہیلیاں بجھوائیں گے ــــ !"

"نہ صاحب یہ کھیل ہمیں نہیں آتا ــــ !"

"تو پھر کون سا کھیل آپ کو آتا ہے ــــ"

نازو اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے گنگنائی

وہ خاموش ہو گیا ــــ !

ــــ نازو کی سوالیہ نگاہیں اس سے ایک ایسا سوال پوچھ رہی تھیں جس کا وہ جواب تو جانتا تھا ــــ مگر ــــ

ــــ اُس کے جواب کے آڑے ایک چیز حائل تھی ــــ !

ایک احساس ــــ !

ہمدردی کا ایک احساس ـــ!

ـــ جس کے جواب سے نازنہ کا دل ٹوٹ جانے کا خدشہ تھا ـــ!

ـــ ایک پیار بھرے دل کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ تھا ـــ!

اَب جبکہ وہ ایک پیار بھرے دل کے ٹوٹنے کی کسک سے بخوبی واقف تھا ـــ!

ـــ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے حقیقت سے بھرپور تلخ جواب سے ایک معصوم دل پاش پاش ہو جاتا ـــ!

"بولیے نا ـــ!"

ـــ نازو مُصر تھی ـــ!

"چھوڑیے ان باتوں کو ـــ وہ دیکھیے ہا تو چائے لے آیا ـــ"

ـــ اس نے اسے ٹالنے کے لئے کہا

واقعی ہا تو چائے لا رہا تھا ـــ اور پھر وہ دونوں چائے پینے میں مشغول ہو گئے ـ

⁂

لی گورمے ـــ پیلس ہوٹل کراچی کی مشہور ترین نائٹ کلب تصور کی جاتی ہے ـــ کلب کے منتظمین اپنی بساط سے بڑھ کر دنیا کا بہترین غیر ملکی بینڈ منگواتے ہیں اور اپنے گاہکوں کے محظوظ ہونے کا ہر طرح خیال رکھتے ہیں ـــ"

چاند ہفتہ کی ہر رات وہاں بلا ناغہ جایا کرتی تھی ـــ

آج کی شام بھی ہفتہ کی شام تھی ـــ!

ـــ اور چاند اپنی سہیلیوں اور دوستوں کے ہمراہ لی گورمے میں محو رقص تھی ـــ!

ظفر ایک ٹیبل پر خاموش بیٹھا سگریٹ کے مرغولے بنا رہا تھا ـــ وہ اس وقت بھری محفل میں بھی اپنے آپ کو بالکل تنہا محسوس کر رہا تھا ـــ!

چاند اپنے اٹیلین دوست کے ہمراہ رقص کر رہی تھی ـــ!

مسولُجی ـــ اٹلی کا باشندہ تھا ـــ اور ایک ماہر انجنیئر بھی ـــ وہ پاکستان میں ایک گیس کے بہت بڑے منصوبے کے سروے کے لئے آیا ہوا تھا!

ظفر دیکھ رہا تھا کہ چاند اس کی معیت میں بڑی سرشار دکھائی دے رہی تھی ۔!
ظفر ابھی تک چاند کو سمجھنے کی سعی نہ کر پایا تھا ۔ !
مشرق و مغرب کا ایک حسین امتزاج تھی ۔ !
اس کے خدّوخال مشرقی ۔۔۔ اور انداز رکھ رکھاؤ مغربی تھے ۔ جو اس کی شخصیت کو چار چاند لگا دیتے تھے
کوئی مرد اس کو دیکھ کر اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکتا تھا
چاند کے کردار کو سمجھنا ۔۔۔ ایک عام انسان کے فہم سے بالاتر تھا ۔ !
کوئی پرانے خیال کا مشرقی فرد یقیناً اسے فلرٹ سمجھ سکتا تھا ۔!
۔۔۔ مگر ظفر کو یہ یقین کامل تھا کہ ۔۔ !
۔۔۔ چاند فلرٹ ہرگز نہ تھی
لیکن ۔۔ کبھی کبھی اس کے اطوار اور طریقے دیکھ کر وہ ضرور الجھ جاتا تھا ۔ وہ اپنی طرف سے چاند کی بے رخی تو خیر نہیں مگر عدم دلچسپی کو بھی محسوس کرتا تھا مگر وہ اس دل و دماغ کا کیا کرتا جو چاند کی شخصیت میں کھو کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھا تھا ۔
"ظفر ۔۔!"
۔۔ سامنے زری کھڑی تھی
"ہوں ۔۔!"
" تم بھی کیا بور آدمی واقع ہوئے ہو ۔۔۔ محفل گرم ہے اور تم کافی کے پیالے کو سامنے رکھ کر اس کے حدود و اربعہ کا موازنہ کر رہے ہو ۔"
ظفر مسکرا دیا

"آپ بڑی دلچسپ باتیں کرتی ہیں۔"

"توبہ ۔۔۔ یہ آپ آپ والا سلسلہ کب تک چلے گا۔"

"تو ۔۔۔!"

"میں تم کو تم کہہ کے مخاطب کرتی ہوں ۔۔۔ تو تم کو مجھے اسی انداز میں مخاطب کرنا چاہیئے ۔۔۔!"

"اپنا اپنا خیال ۔۔۔ مجھے بے تکلفی اچھی نہیں لگتی ۔۔۔!"

"توبہ ۔۔۔ بڑے کرانک قسم کے عاشق ہو ۔۔۔ مگر وہ تو تمہیں گھاس بھی نہیں ڈالتی ۔۔۔!"

"کون ۔۔۔؟"

"وہی جو سامنے ملوئی جی کے ساتھ محو رقص ہے۔"

"آپ کو یہ کس نے کہہ دیا کہ میں چاند پر عاشق ہوں ۔۔۔!"

"مسٹر ناڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں ۔۔۔"

"تو کیا آپ مس چاند کے کمزور نظر ہونے کا دعویٰ کر رہی ہیں۔"

"اوہ ۔۔۔ بڑی دُور کی کوڑی لائے ہو ۔۔۔ جناب آپ کو شائد یہ علم نہیں ۔۔۔ کہ کسی کو اس لئے نظر نہیں آتا کہ وہ نظر سے کمزور ہوتا ہے اور کسی کو اس لئے بھی نظر نہیں آتا ۔۔۔ کہ وہ اپنی آنکھیں بند رکھتا ہے۔"

"اوہو ۔۔۔ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔"

چاند اور ملوئی جی دونوں ان کی ٹیبل پر اپنا رقص ختم کر کے آ چکے تھے۔

"کچھ نہیں ۔۔۔ کچھ نجی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی ۔۔۔!"

—— زری ہنستے ہوئے بولی
چاند کھلکھلا کر ہنس دی
"ارے کمبخت تمہارے کب سے ظفر صاحب کے ساتھ نجی تعلقات ہوئے
ہیں۔؟"
"اگر ہو جائیں تو تمہیں اعتراض ہے"
"اچھا اب بور نہ کرو —— چلو ذرا"
"کہاں ——!"
"جہاں صرف عورتوں کی حکمرانی ہوتی ہے۔!"
"اوہ —— ویری نیچرل فینامنہ (PHENOMENOM) —— زریں
ہنستے ہوئے بولی اور دونوں اپنے بیگ اُٹھا کر پاؤڈر روم کی طرف چل دیں۔!
"مسٹر ظفر ——!"
—— لوسی بھی بولا
"تم کلب کے ہنگامہ سے الگ تھلگ کیوں رہتے ہو ——؟
"مجھے ان سب باتوں سے وحشت ہوتی ہے ——!"
"مگر کوئی وجہ بھی تو ہوگی ——!"
"کہا نا —— کہ مجھے ان باتوں سے کوئی شغف نہیں ہے"
"کیا تم رقص کر سکتے ہو ——!"
"کیوں نہیں"
"مگر میں نے تو تمہیں کبھی بھی رقص کرتے نہیں دیکھا ——!"

" اس لئے کہ میں نے اتنے عرصہ میں رقص جو نہیں کیا — ؟

" مگر کیوں — ؟

" اوہو — تم اٹیلین لوگ بھی بڑے بور ہوتے ہو — تمہاری جگہ اگر کوئی انگریز ہوتا تو یقیناً اتنی زیادہ باتیں نہ کرتا "

" انگریز کو ہم کیا سمجھتے ہیں — "

لوئی جی ناراض ہو گیا — !

" انگریز تو کل کی قوم ہے — ہماری اٹلی کی ٹریڈیشن اس سے صدیوں پرانی ہے — !

" ہو گی "

یہ کہہ کر ظفر اٹھا —

— اور جنٹس ٹوائلٹ میں چلا گیا

جنٹس ٹوائیلٹ — لیڈیز پاؤڈر روم سے ملحق تھا — جہاں اونچی اونچی آوازمیں بولتے ہوئے چاند اور زرّین کی گفتگو کو وہ صاف سن سکتا تھا ۔

" چاند — اس بچارے کو کیوں تذبذب میں مبتلا کئے ہوئے ہو — " !

زرّین کہہ رہی تھی

" کیا مطلب — ؟

چاند کی آواز آئی — !

" مطلب یہ کہ تم اگر اسے چاہتی ہو تو بھی بتا دو — اور اگر اسے محض ایک دوست تصور کرتی ہو تو بھی بتا دو — تاکہ وہ اپنے دل میں کوئی بدگمانی نہ

رکھے "

" دیکھو زرّین ـــــ تم تو جانتی ہی ہو کہ میں کس قسم کی لڑکی ہوں۔ میں نے عمر کا بیشتر حصّہ یورپ میں گزارا ہے اور ظفر اور سلمان دونوں حد سے زیادہ مشرقی واقع ہوئے ہیں ـــ خدا قسم دونوں ہی بہت اسمارٹ اور ذہین ہیں مگر ان دونوں میں سے کوئی بھی تو ایسا نہیں جس نے مجھے دل سے امپریس کیا ہو ان دونوں کو دیکھ کر مجھے کبھی اپنے دل کی دھڑکن بڑھتی ہوئی محسوس نہیں ہوئی ـــ میں ان کی کمپنی کو انجوائے ضرور کرتی ہوں ـــ مگر صرف دوستی کی حد تک ـــ!

" تو تم پسند کسے کرتی ہو ـــ لوئی جی کو ـــ"

زرّین نے پوچھا

" لاحول ولاقوۃ ـــ تمہارے سوچنے کے انداز پر بھی ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے ـــ لوئی جی تو محض ایک فن ہے (FUN) شرارتی سا ـــ اس کی ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولنے کا انداز کسی کو وقتی طور پر پیارا لگ سکتا ہے مگر اس سے زیادہ ہرگز نہیں ـــ!

" تو پھر تم چاہتی کیا ہو ـــ؟

" کچھ نہیں ـــ"

" تم آخر ہو کیا ـــ؟

" بتا دوں ـــ!"

" یہ بھی احسان کر لو ـــ"

" ہو، ہو، ہُونٹڈ اور سٹار کی جوئی ہوں ـــ جسے سر کرنے کے لئے

ایک دلیر اور بہادر کوہ پیما کی ضرورت ہے ___ جو مجھے ابھی تک نہیں ملا ___"
ظفر اس سے زیادہ کچھ نہ سُن سکا ___!
وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا ___!
___ اور لوئی جی کے ساتھ ٹیبل پر بیٹھ گیا ___!
لوئی جی اپنے سامنے سکاچ کا گلاس رکھے اس سے شغل کر رہا تھا۔ وہ ظفر کو دیکھ کر مسکرایا ___!
" تمہارے لئے منگاؤں ___!"
" نہیں ___!"
" کیوں ___!"
" اس لئے کہ میں اسے نہیں پیتا ___"
"you should have it, it will do you good!"
" وہ کس طرح ___!"
" وہ اسطرح کہ تم میں یہ ہمت پیدا کر دے گی ___ اور پھر تم وہ کرتے میں قطعی نہ جھجکو گے ___!
" جو تم چاہتے ہو ___!"
"NONSENSE"
ظفر نے جھنجھلا کر کہا
" میں سچ کہتا ہوں ___"
لوئی جی ہنسا ___!

"جہنم میں جائے تمہارا سچ اور جھوٹ ـــــ مجھ میں ویسے ہی اچھے خاصے گٹس ہیں ـــ!"

ٹو ٹی جی بھی شائد ظفر کو تنگ کرنے کے موڈ میں تھا

"وہ سامنے دیکھو ـــ!"

"کہاں ـــ!"

"وہ موٹی توند والے آدمی کے ساتھ ایک لڑکی بیٹھی ہے ـــ"

ظفر نے دیکھا واقعی وہاں ایک انتہائی حسین لڑکی اپنی نواز مسکراہٹ کے ساتھ ان کی جانب دیکھ رہی تھی ـــ!

"ہوں ـــــ!"

ـــ تو پھر کیا ـــ؟

"کیا تم اس سے ڈانس کر سکتے ہو ـــ؟"

"مگر میں تم کو کہہ چکا ہوں ـــ کہ میں ڈانس کو زیادہ پسند نہیں کرتا ـــ"

"اگر تم تھوڑی دیر سی اسکاچ پی لو تو یقیناً تمہارے اندر اتنے گٹس آجائیں گے کہ تم اس لڑکی سے اُٹھ کر ڈانس کرنے کے لئے کہہ سکو گے ـــ!"

"اسکاچ کی کیا ضرورت ہے ـــ میں اگر چاہوں تو ویسے ہی کہہ سکتا ہوں ـ!"

"مشکل ہے ـــ!"

ٹوئی جی مسکراتا ہوا بولا

ظفر نے ایک لمحہ کے لئے سوچا ـــ اور پھر پاوڈر روم میں سنی ہوئی زرین اور چاند کی گفت گو ـــ!

— ان سب باتوں نے مل کر اس کے اندر ایک نیا جذبہ بیدار کر دیا۔
چاند اسے ایک سیدھا سادھا لڑکا سمجھ کر نظر انداز کرتی ہے — تو کیا وہ سیدھا
سادھا انسان تھا — !

ہرگز نہیں —!"

اس کے اندر کا ظفر بول اٹھا — !

" تو پھر اٹھ اور اس اٹیلین کا منہ بند کر دے — !
چاند پر ثابت کر دے — کہ درحقیقت وہ ظفر نہیں جو وہ سمجھتی رہی
ہے — !

اٹھ — ظفر اٹھ — !"

اور

پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا
لوئی جی مضحکہ خیز انداز سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا
ظفر کے ہونٹوں پر اک دلفریب سی مسکراہٹ کھیل گئی — !
اس نے ایک نظر لوئی جی کی طرف دیکھا — اور اسے آنکھ ماری — !
اور مسکراتا ہوا اس لڑکی کی ٹیبل کی جانب چل دیا۔
لوئی جی کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا — !

"May I have the pleasure of a dance
with you my young lady!"

اس نے مسکراتے ہوئے اس لڑکی سے کہا — !

وہ لڑکی تو پہلے ہی سے ظفر کی پُرشکوہ شخصیت سے متاثر تھی — ظفر کو اپنی جانب آتا دیکھکر سنبھل کر بیٹھ گئی —

اور جب ظفر نے اس سے سوال کیا — تو وہ بخوشی تیار ہوگئی —

"Sure!"

یہ کہکر وہ اُٹھکر ظفر کے ہمراہ اک دل نواز چال کے ساتھ ہال کے عین وسط میں آکھڑی ہوئی —!

آرکسٹرا والز کے دھیمے سروں میں کوئی دُھن بجا رہا تھا —!

ظفر نے اس کی کمر میں اپنا دایاں بازو حمائل کر دیا — اور بائیں ہاتھ میں اس کا ہاتھ لے کر مسکراتا ہوا ڈانس کرنے لگا —!

شروع میں ایک دو سٹیپ اس سے اکھڑے اکھڑے مگر اس نے جلد ہی اپنے آپ پر قابو پالیا —

— اور پھر اس نے محسوس کیا کہ لڑکی اس کے اور بھی قریب سرک آئی تھی۔ بہت ہی قریب —

جس سے ظفر کو ڈانس کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی

لڑکی کی والہانہ سپردگی — اور گرم تنفس نے ظفر پر ایک خواب کا سا تاثر پیدا کر دیا — لڑکی کے وجود کی گرمی جسم کو پگھلائے دے رہی تھی — وہ اپنی اسی سوچ میں مبتلا تھا — کہ عین اسی لمحہ اس کی نظر چاند اور زرّین پر جا پڑیں —! جو لوئی جی کے ٹیبل پر بیٹھی اسے حیران کن نظروں سے دیکھ رہی تھیں —

وہ مسکرادیا — !

— اور ساتھ ہی اس کی گرفت اپنی پارٹنر کے گرد مضبوط ہو گئی

عین اس وقت ڈانس کی دھن ختم ہو گئی

ہال میں تالیوں کی آواز گونج اٹھی

" آپ تو بہت اچھا ڈانس کرتے ہیں مسٹر — !"

" ظفر — !"

— ظفر نے لقمہ دیا

" مجھے آسیہ کہتے ہیں — !"

" پلیز ٹو میٹ یو — !"

" سیم ٹو یو — !"

اس اثناء میں آرکسٹرا نے ایک نئی دھن شروع کر دی — یہ جاپانی پر مبنی ایک دھن تھی — جس پر ٹوئسٹ یا جرک سے ڈانس کیا جا سکتا تھا

" تو ہو جائے ایک اور راؤنڈ مس آسیہ — !"

" شیور — مسٹر ظفر — !"

وہ دونوں موسیقی کی لے پر ہال میں تھرکنے لگے — ہال کے مختلف ٹیبلوں پر سے جوڑے اٹھ اٹھ کر رقص کرنے لگے — !

" چاند — !"

نزری ہولے سے بولی

" ہوں — !"

" دیکھ رہی ہو — !"

" کیا — ؟"

" ظفر کو — !"

" ہوں — !"

— چاند نے ہنکارا بھرا

" کتنا سمارٹ لگ رہا ہے — اللہ قسم تمام کلب میں ایک بھی ایسا سجیلا جوان نہ ہوگا — اور تمہارا یہ موا لوئی جی — تو ایسا ہے — جیسے چھلا ہوا آلو — چہرے میں نمک نام کو نہیں — اور ظفر کو دیکھو۔ جیسے کوئی آسمانی دیوتا زمین پر اُتر آیا ہو — کیا رقص کر رہا ہے — !

مجھے تو اس لڑکی پر رشک آ رہا ہے — "

" اچھا اب بکو مت — "

— چاند نے اسے ٹوکا

ڈانس ختم ہوا اور ظفر آسیہ کو اس کی ٹیبل پر چھوڑ کر مسکراتا ہوا چاند کی طرف آیا — !

چاند اشتیاق بھری نگاہوں سے ظفر کی ہر حرکات و سکنات کو بغور دیکھ رہی تھی — !

— ظفر میں اس اچانک تبدیلی پر وہ حیران ضرور تھی مگر اس کا یہ نیا روپ اس کے لئے دلچسپی سے خالی ہرگز نہیں تھا — !

" ویل ڈن — !"

ادی جی بولا ——

—— اور ظفر لپک کر زرّین کے قریب والی کرسی پر براجمان ہو گیا۔ حالانکہ چاند کے قریب بھی ایک کرسی خالی پڑی تھی

اب ہال میں اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی —— اناؤنسر نائٹ کلب کی نئی ڈانسر کا تعارف کروا رہا تھا —— !

ہال کی بتیاں بجھ گئیں

—— اور نئی رقاصہ نے ہال میں آ کر تھرکنا شروع کر دیا —— وہ مڈل ایسٹ میں بیلے ڈانس کی ماہر ترین رقاصہ تصوّر کی جاتی تھی —— !

ہال میں چاروں طرف اندھیرا تھا —— اور ہال کے عین وسط میں ایک گول دائرے میں روشنی تھی اور اس روشنی میں مصری رقاصہ اپنا کمال دکھا رہی تھی ——!

ظفر نے اپنے ٹیبل پر جلتی ہوئی مدھم سی شمع کی روشنی میں چاند کو دیکھا —— !

وہ کمال محویت سے ڈانس دیکھ رہی تھی —— !

—— اس کے خوبصورت تراشے ہوئے بال —— جنکی ایک لٹ اس کی پیشانی پر کھیلنے کو چلی آئی تھی ——

—— خوابناک آنکھیں جن کی گہرائی میں ڈوب جانے کو دل چاہے ——

—— ستواں ناک

—— اور احمریں ہونٹ

—— اس مدھم روشنی میں وہ کسی آفاقی حور سے کم ہرگز نظر نہیں آ رہی تھی ویسے بھی بے حد خوبصورت تھی —— !

— زرّین بھی اپنی مثال آپ تھی —!

— مگر چاند —!

چاند کی بات ہی اور تھی —!

چاند کے ذکر پر ہی اس کا دل دھڑک اُٹھتا —

— اس کا تصوّر اکیلا ہی اس کے ہوش وحواس لوٹ لینے کیلئے کافی تھا —!

تمام ہال ڈانس میں مصروف تھا —

— اور وہ اپنی چاند —!

عین اسی لمحہ اس نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا — اس نے چونک کر دیکھا —!

یہ زرّین تھی —!

کوئی اور وقت ہوتا — تو وہ بوکھلا جاتا — یا پھر اپنا ہاتھ ہی کھینچ لیتا —

مگر —!

اس نے سوچا

— وہ پہلے والا ظفر نہیں ہے — سیدھا سادھا سا۔ شرافت کی قدروں کا علمبردار —!

یہ تو وہ ظفر تھا — جس کی چاند منتظر تھی —!

اور اس نے بھی اپنی سوچی سمجھی ہوئی ترکیب کو عملی جامہ پہنانے کے

لئے زرّین کا ہاتھ دبا دیا ۔۔۔

۔۔۔ ہلکی نیلی اور مدھم روشنی میں زرّین کے سفید موتیوں ایسے دانت چمک گئے ۔۔۔

اس نے ایک بھر پور نظر سے ظفر کی جانب دیکھا

ظفر بھی مسکرا دیا

ڈانس ختم ہوا ۔۔

۔۔۔ اور ہال پھر سے روشنی میں جگمگانے لگا

آرکسٹرا نے ایک نہایت ماڈرن دھن بجانی شروع کر دی ۔۔۔

مختلف ٹیبلوں سے جوڑے اٹھ اٹھ کر رقص کے لئے ہال میں اکٹھے ہونے شروع ہوئے ۔۔!

" زرّین ۔۔!

۔۔۔ ظفر بولا

ظفر کی بھرپور آواز پر زرّین اور چاند دونوں ہی محوّیت سے چونکیں

" چلو ڈانس کریں ۔۔"

۔۔۔ ظفر نے کہا

زرّین ۔۔۔ اپنے شفاف موتیوں ایسے دانت چمکاتی اٹھ کھڑی ہوئی ۔!

ظفر اور زرّین کتنی ڈانس کرتے رہے ۔۔۔ لوئی جی نے چاند سے درخواست کی مگر چاند نے ٹال دیا ۔۔!

۔۔۔ اور وہ کسی اور اینگلو پاکستانی لڑکی سے ڈانس کرنے لگا

چاند اپنی ٹیبل پر تنہا رہ گئی

"ظفر کو آج کیا ہو گیا ہے ــــ!"

اس نے سوچا ــ!

اس نے زرّین کو ڈانس کے لئے کہا ــــ اور اب متواتر اسی کے ساتھ ڈانس کر رہا تھا ــ!

اس نے جھوٹے منہ سے بھی اس سے دریافت نہیں کیا

ہال میں آرکسٹرا بجا بند ہو گیا

ــــ اور ظفر زرّین کے ساتھ مسکراتا ہوا ٹیبل کی طرف آیا ــ

زرّین تقریباً ہانپ رہی تھی ــ!

"توبہ ــــ میرے اللہ ــ ظفر تم کونسی مٹی کے بنے ہوئے ہو ــ میرا تو تھکاوٹ سے بُرا حال ہو گیا ــ!"

ــــ زرّین نے اپنی چڑھی ہوئی سانسوں کو ہموار کرتے ہوئے کہا ــ!

"اب تو ایسے ہی ہو گا ــ!"

ــ ظفر مسکرایا

"یعنی ــ!"

"یعنی کہ ابھی تو میں تمہیں اور نچاؤں گا ــ"

"نہ بابا نہ ــــ چاند کو لے جاؤ ــ!"

"چاند کو ــ!

ــــ ظفر نے چاند کی طرف دیکھا ــ جو مسکراتی ہوئی اس کے اشارے

کی منتظر تھی ظفر اسے گہری نظروں سے دیکھتا رہا

— اور پھر بولا

" ہٹاؤ — میں بہت تھک گیا ہوں "

چاند کا منہ اُتر گیا — اپنی اس توہین کو وہ برداشت نہ کرسکی —!

" چلو زرّین اب چلیں "

اور وہ سب وہاں سے اٹھ کر باہر نکل آئے — !

وہ رات گئے تک جاگتی رہی
ظفر کی اچانک تبدیلی نے اسے حیرت ناک طور پر متاثر کیا تھا
وہ سوچنے لگی ـــ!
ـــ کہ اتنا عرصہ وہ اس ہستی کو نظر انداز کرتی چلی آئی تھی جس کی جستجو
اس کی بیقرار نگاہوں کو مدت سے تھی ـــ
ـــ جس کی تلاش میں وہ آدھے گلوب کا چکر کبھی سیلانی کی مانند لگا
آئی تھی رات ظفر کی آنکھوں میں پُر اعتمادی کی چمک نے یکسر اس کی شخصیت کو
بدل کر رکھ دیا تھا ـــ پہاڑ پر گزرا ہوا ایک ایک لمحہ اسے رہ رہ کر یاد
آرہا تھا ـــ!
کہاں وہ سیدھا سادھا اور شرمیلا سا ظفر ـــ اور اسکی حماقت
انگیز بوکھلاہٹیں ـــ!
اور کہاں یہ رات والا ظفر ـــ!

سمارٹ ــــ!

ہینڈسم ــــ!

اور ماڈرن لیونگ کے طور طریقوں سے بخوبی آشنا ــــ!

تو کیا

ظفر اُسے ابھی تک بیوقوف بناتا چلا آرہا تھا ــــ!

وہ اُلجھ کر رہ گئی ــــ!

وہ ابھی تک یہ جان نہ پائی تھی ــــ کہ ظفر کی اس ادا پر وہ خفا تھی یا مسرور ــــ!

وہ تو صرف اتنا جانتی تھی کہ ــــ کہ ظفر اسے بُری طرح بھا گیا تھا ــ!

اور اب اس کے لئے ظفر سے ایک پل بھی جُدا رہنا محال تھا

اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی ــــ سامنے قد آور آئینہ میں اپنا سحر انگیز عکس دیکھ کر وہ مسکرا دی ــــ

ــــ اور اس کی حجاب آگیں پلکیں جھک گئیں

"ظفر ــــ"

ــــ وہ گنگنائی ــــ!

تم میرے اتنے قریب تھے ــ اور میں تمہیں پہچان نہ سکی ــ تم نے اقرار محبت کا پیام دیا ــــ اور میں نے تم سے بے التفاتی برتی ــ مجھے معاف کر دو ظفر ــــ میں تمہارے جذبات کی قدر نہ کر سکی ــ مگر اب وعدہ کرتی ہوں ــــ کہ اپنی بے التفاتی کی تلافی کروں گی ــــ تم سے اتنا پیار کروں گی ــ کہ

شائد ہی کسی حوّا کی بیٹی نے کیا ہو"
اور ان ہی خیالوں کے بھنور میں گھری وہ نیند کی آغوش میں جا پہنچی — !
صبح وہ دیر تک سوتی رہی
— وہ اتوار کی صبح عموماً دیر تک سویا کرتی — اور ناشتہ اور دوپہر کا
کھانا بھی اکٹھا ہی کھاتی — یہ ایک عادت وہ ولایت سے ساتھ لے کر
آئی تھی — !
سورج کی کرنیں — کھڑکیوں اور روشندانوں سے چھن چھن کر اس کے
بیڈ رُوم کو منوّر کئے ہوئے تھیں — !
ملازمہ ایک دو دفعہ جھانک کر اس کے کمرہ کو دیکھ گئی تھی —
مگر جوانی کی اس نیند سے بیدار کرنا بوڑھی ملازمہ کے بس سے باہر
تھا۔
بیگم رحمٰن اور رحمٰن صاحب دونوں ہی ایک آدھ دفعہ ملازمہ سے اس
بارے میں استفسار کر چکے تھے — !
اور پھر اسے ایسا لگا — جیسے اسے کوئی زور زور سے جھنجھوڑ رہا ہو۔
وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی — !
سامنے اختر کھڑا مسکرا رہا تھا — !
" بھائی جان — !"
— نیند کی ساری تھکن اس کے چہرے سے کافور ہو گئی
" آپ کب آئے — ؟"

" ابھی ابھی آرہا ہوں ـــ توبہ توبہ ـــ کوئٹہ میں ابھی تک بہت سردی ہے۔
ـــ پٹھان لوگ تو یہ موٹے موٹے اوور کوٹ پہن کر گھومتے ہیں ـــ اور یہاں
کراچی میں بشرٹ بھی وبالِ جان بنی ہوئی ہے ۔"

اختر نے ایک سانس میں ہی تمام حکایت بیان کر ڈالی ـــ !

اور وہ مسکراتی ہوئی نگاہوں سے بھائی کے چہرے کو تکے جا رہی تھی

" اب یہ موٹی موٹی آنکھوں سے مجھے کیا ٹکر ٹکر تک رہی ہو ـــ کیا نظر
لگانے کا ارادہ ہے ۔"

اختر ہنستے ہوئے بولا

" بالکل ـــ !"

وہ کھلکھلا کر ہنس دی

" وہ کیوں ـــ ؟

" اس لئے کہ آپ کے رخسار کسی قندہاری سیب کی طرح سُرخ ہو رہے ہیں پندرہ
دن کا یہ دورہ تو آپ کو خوب راس آیا ـــ !"

" تو واپس چلا جاؤں ۔"

" وہ کیوں ـــ ؟

وہ ہنسی ـــ !

" اس لئے کہ بالکل ہی سُرخ ہو کر آؤں ۔"

مسز رحمٰن بھی کمرہ میں آ گئیں ـــ

ان کے چہرے پر مامتا بھری شفقت اُمڈ رہی تھی ـــ !

" کیا آپ بہن کے ہی درپے رہے گا — کچھ منہ ہاتھ نہیں دھوئے گا —
سفر کا تھکا ہارا ہوگا — ناشتہ تو کرلے "

" لو — اور سنو — تو جیسے میں مال گاڑی میں سفر کر کے آیا ہوں —
امّی آپ بھی کمال کرتی ہیں — دو گھنٹہ پہلے میں تو کوئٹہ میں تھا — پلین
میں ڈٹ کر ناشتہ کیا — ایر ہوسٹس کا ناک میں دم کیا — اور اب آپ کے سامنے
حاضر ہوں — بھلا کہاں کی تھکن اور کہاں کی بھوک — !

" اچھا اچھا — اب شور مت کر — اور بیٹی اب تو بھی اٹھ جا —
ایک تو تمہارا رات گئے تک کلب میں تنہا رہنا مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا —!"

" لو — بھائی جان پر نہیں چلی تو میری شامت آگئی — !"

چاند بُرا سا منہ بنا کر بولی

" ہاں — ہاں — کیوں نہیں — ماں کی بات شامت ہی تو لگیگی —!"

میں تو کہتی ہوں — کہ "

" اب اس کی کہیں شادی کردیں "

— اختر نے ماں کی بات اُچکتے ہوئے کہا

اور چاند نے تکیہ اُٹھا کر زور سے بھائی کے مار دیا — اور اختر ہنستا ہوا

ماں کی آڑ میں ہوگیا — !

" بھئی کیا ہو رہا ہے — "

— یہ رحمٰن صاحب تھے — جو عین اس لمحہ کمرے میں داخل

ہوئے —

" کچھ نہیں ابا جان ـــ یہ بھائی جان ـــ کوئٹہ کے دلچسپ سفر کی باتیں کر رہے تھے ـــ!

چاند نے انگیٹھی ـــ میں سے جھانکتے ہوئے اپنے سرلیپے کو شال میں ڈھانپتے ہوئے کہا ـــ!

" اچھا اچھا ـــ بے بی ـــ جلدی سے تیار ہو جاؤ ـــ لنچ لگ چکا ہے۔!"

٭

" ہاتو ــــ !

ــ نازو نے پوچھا

" جی بی بی جی ـــ !"

" سلمان صاحب کہاں ہیں ــ ؟

" بی بی جی ــ کے دساں تُساں نوں ـــــ صاب نے کل رات دا بیمار

ہوندیں ـــ !"

" کیوں کیا ہوا ـــ ؟

ـــ نازو گھبرا کر بولی

" تاپ چڑھ جاندیں ـــ اور کے ہوندیں ـــ !"

ہاتو نے گہری افسردگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ــ !

" کہاں ہیں وہ اس وقت ــ ؟"

" اندر کمرے وچ لینے نے ـــ بی بی جی ــ "

نازو پلک جھپکتے ہی سلمان کے کمرہ میں پہنچ گئی ـــ سامنے بیڈ پر سلمان لیٹا ہوا تھا ـــ !

نازو بھاگتی ہوئی اس کے قریب چلی گئی ـــ !

" سلمان صاحب ـــ !

مگر سلمان بخار کی شدت سے بیہوش پڑا تھا ـــ

نازو نے اس کا ماتھا چھوا ـــ تو وہ انگارے برسا رہا تھا ـــ !

" ہاتو ـــ کیا ہوا انہیں ـــ ؟"

" ہونڑا کے سی بی بی جی ـــ روٹی جے نہیں کھاندیس تے دل کس طرح رہندیس ـــ پیٹ بے جان کھانا سگریٹ چاہ تے نہیں منگدیس روٹی وی منگدیس ـــ !"

ـــ ہاتو نے معصومیت سے اپنا تجزیہ بیان کیا ـــ !

" مگر ہاتو ـــ سلمان صاحب روٹی کیوں نہیں کھاتے تھے ـــ !"

" کے وساں بی بی جی ـــ تواڈے جے اک زنانی ـــ سلمان صاحب وادل کڈ کے لے جاندیس ـــ !"

" کیا مطلب ـــ ؟

ـــ نازو نے حیران ہو کر دریافت کیا

" مطبل اے بی بی جی ـــ کہ صاب نوں اس کڑی نال پیار ہوندیس ـ

" پھر ـــ ؟

" تے فیر ـــ ہو واپس شہر نوں جاندیس ـــ سوواری آ گئیاں ـــ ...

روٹی ضرور کھائیں ___ پر صاب میری اک نہ مانیں "
ماتو کمرہ سے باہر چلا گیا تھا ___ اور وہ وہیں انہیں قدموں پر کھڑی آنسو بھری آنکھوں سے سلمان کو ٹکٹکی باندھے تکے جا رہی تھی ___!
" سلمان ___ میں بھی کہوں ___ کہ تم مجھ سے الگ الگ کیوں رہتے ہو۔ نہیں جانتی تھی کہ تم بھی میری طرح محبت کے مارے ہو ___ وہ تمہیں چھوڑ کر چلی گئی تو کیا ہوا ___ میں تمہارے دل سے اس کی یاد تک مٹا دوں گی ___ میں تمہارے درد کا مداوا بنوں گی ___ تمہارا سہارا بنوں گی ___ سہارا ___!
اور سلمان دنیا و مافیہا سے بے خبر ___ سپنے میں شاید اپنی چاند سے مل رہا تھا ___!
" چاند ___!"
___ وہ بڑبڑایا ___!
اور پھر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں ___!
چاند ___ تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھیں ___!"
نازو نے کچھ کہنا چاہا ___ مگر سلمان نے دیوانگی کے عالم میں اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لئے ___!
چاند ___ میری اچھی چاند ___ میں تمہارے بنا گھبرا گیا تھا اپنے آپ سے ___ گھبرا گیا تھا ___ وعدہ کرو ___ اب تو تم نہ جاؤ گی ___ مجھے چھوڑ کر اب تو نہیں جاؤ گی ___!
اور پھر اس پر بیہوشی کا غلبہ چھا گیا

نازو کے ہاتھ اب بھی سلمان کے ہاتھوں میں دبے ہوئے تھے فرق صرف
اتنا تھا کہ آہستہ آہستہ سلمان کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑتی جا رہی تھی

اور۔

پھر نازو کے ہاتھ سلمان کے ہاتھوں کی گرفت سے آزاد ہو گئے ۔۔۔!

مگر ۔۔۔!

دوسرے ہی لمحے نازو نے سلمان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام
لیا اور بے اختیار انہیں اپنے ہونٹوں اور رخساروں سے لگانے لگی ۔۔۔!

آج وہ جی بھر کر رو لینا چاہتی تھی

سلمان کی بے بسی پر ۔۔۔!

اپنی کس مپرسی پر ۔۔۔!

اُجڑے ہوئے پیار پر ۔۔۔!

" نازو ۔۔۔ ساری زندگی میں ایک محبوب چُنا ۔۔۔ تو وہ بھی پرایا

اور اس نے اپنا سر سلمان کے کشادہ سینے پر ٹیک دیا

جانے وہ کتنی دیر اور اسی طرح بیٹھی رہتی ا ۔۔۔ کہ ہاتو نے آکر اسے

چونکا دیا ۔۔۔!

" بی بی جی ۔۔۔ ڈاکٹر صاب آندلیں ۔۔۔"

ڈاکٹر نے آکر سلمان کا معائنہ کیا ۔۔۔ اور اسے بے ہوشی میں ہی ایک
انجکشن لگا دیا ۔۔۔!

" اچھا ہوا ۔۔۔ آپ موجود ہیں ۔۔۔ ورنہ اس غریب ملازم کو تو میری کوئی

بات سمجھ ہی نہیں آتی ـــــ اور نہ ہی میں اس کی کوئی بات سمجھ سکا ہوں۔"

"اب کیسے ہیں سلمان صاحب ـــــ ڈاکٹر ـــــ ؟

"حالت تو ویسی ہے۔ EXPOSURE کی وجہ سے پھیپھڑوں پر اثر ہوا ہے ـــــ آپ انہیں ہوش آنے پر دوا کی یہ خوراک پلادیں ـــــ اور یہ دو گولیاں بھی ـــــ اور پھر چار چار گھنٹے بعد یہ خوراک جاری رکھیں ـــــ کل صبح تک ان کی حالت بہتر ہو جانی چاہیئے ـــــ کل آپ مجھے اطلاع کر دیں ـــــ اگر ضرورت ہو تو مجھے ٹیلیفون کر کے بلوالیں ـــــ !"

"جی اچھا ـــــ !"

سلمان پر گہری بیہوشی طاری تھی ـــــ نازو پچھلے دو گھنٹوں سے ایک ہی سٹول پر بیٹھی اس کی نرسنگ کر رہی تھی

ـــــ ہاتو ایک دفعہ چائے بنا کر لے آیا تھا ـــــ مگر دوسری دفعہ وہ کچھ وقفہ کے بعد برتن اٹھانے آیا ـــــ تو اس نے دیکھا کہ چائے کی پیالی ویسی کی ویسی ہی نازو کے سامنے رکھی ہے ـــــ

ـــــ وہ خاموشی سے پیالی اٹھا کر لے گیا اور دوبارہ گرم کر کے دے گیا جسے نازو نے بے دلی سے اپنے ہونٹوں سے لگالیا ـــــ !

"چاند ـــــ !"

سلمان پھر بڑبڑایا

نازو وہیں پیالی رکھ کر سلمان کی تکیہ کے ساتھ بیٹھ گئی ـــــ اور ہولے ہولے اس کے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرنے لگی ـــــ !

چاند کون تھی ۔۔۔؟

۔۔۔ یہی خیال اسے بار بار پریشان کر رہا تھا

ہاتو نے چاند کے بارے میں اسے کافی کچھ بتایا تھا ۔۔ مگر اس کے اندر

کی عورت ابھی مطمئن نہ ہوئی تھی ۔۔!

وہ کریدنا چاہتی تھی ۔۔!

چاند کی شخصیت کو ۔۔ اور اس کے اس سحر کو جو ۔۔۔ سلمان کو دیوانہ

بنا گیا تھا ۔۔!

نازو ۔۔۔!

سلمان ۔۔۔ محض ایک سراب ہے ۔ !

۔۔۔ جو تیرا کبھی نہ ہو سکے گا ۔۔۔

۔۔۔ چھوڑ دے اس کا پیچھا ۔۔۔ اس سے اپنی راہیں الگ کر لے ۔

تجھے یہاں کچھ نہ مل سکے گا ۔۔!"

مگر

وہ اپنے اس دلِ ناداں کا کیا کرتی ۔۔!

جو ۔۔!

سلمان کا ہو گیا تھا ۔۔!

سلمان سراب ہی سہی ۔۔۔!

مگر

سراب کے پیچھے بھاگنے میں بھی کتنی لذت ہے ۔۔!

کم از کم ایک مبہم سی اُمید تو ہوتی ہے ـــ پیاسے کو ـــ!
محرومی سے تو یہ امید قدرے بہتر ہے

ورنہ ـــ!
شکستہ دل ـــ شکستہ زندگی ـــ کھوکھلا ٹھاٹ باٹ کیا رکھا تھا

اِن سب میں ـــ!
دُنیا میں کچھ لوگ شائد آتے ہی ہیں بلا مقصد
نہ کوئی مقصد
نہ ہی کوئی جستجو ـــ!

اور

نہ کوئی منزل ـــ!
گھڑی کی ٹِک ٹِک میں بھی کوئی حدّت نہ تھی ـــ!
وقت کی رفتار بھی سُست تھی ـــ!
بالکل اس کے بے کیف سے سفرِ حیات کی مانند
زندگی ـــ!
وہ اس لفظ کے معنی سوچنے لگی
شائد نام ہے حادثات کا ـــ جو انسان کی زندگی سے دوچار ہوتے ہیں
ـــ ایک ایسے ہی حادثے نے اُس کی دُنیا بدل دی تھی ـــ!
زمانے کے ستم کا شکار بنا دیا تھا ـــ کاتب تقدیر کی زیر زبر کی غلطی
سے اُس کی حیات کا نقشہ ہی بدل کر رہ گیا تھا ـــ!

وہ ماضی کے بیتے ہوئے اُن لمحوں کو یاد کرنے لگی جب وہ نوخیز تھی ۔ !

جب اس کی اُمنگیں جوان تھیں ۔۔۔ !

اور جب ۔۔۔

وہ اپنے غریب والدین کے چھوٹے سے گھر میں رہتے ہوئے بھی صرف اس بات پر شادماں تھی کہ اس کی منگنی ایک خوبرو سے نوجوان سے ہو گئی تھی۔

اس نے اسے صرف ایک بار دیکھا تھا

اور پھر ۔۔۔

۔۔۔ بارہا وہ اس کے سپنوں میں آیا ۔۔۔ !

نئے نئے روپ لیکر ۔۔۔ !

وہ کبھی باغوں میں تتلیاں پکڑتے ۔۔۔ !

اور جو کبھی ۔۔۔ اس کا آنچل کسی خاردار ٹہنی میں اٹک جاتا ۔۔۔

۔۔۔ تو وہ کتنے پیار سے اس کا پلّو اپنے ہاتھوں میں لے کر ٹہنی سے الگ کرتا ۔۔۔ !

اور شرم و حیا سے اس کی آنکھیں جھک جاتیں

اور ۔۔۔ !

پھر کبھی وہ کشتی میں بیٹھے دُور ۔۔۔ بہت دُور ۔۔۔ بہتے چلے جاتے جیسے کبھی واپس نہ لوٹنا ہو ۔۔۔ اور پھر اس کی ماں اسے جھنجوڑ کر جگا دیتی اور طعنہ دیتی ۔۔۔ کہ وہ گھوڑے بیچ کر کیوں سوتی ہے ۔۔۔ ماں کے اس ظلم پر وہ احتجاج کرتی ۔۔۔ منہ بسورتی ۔۔۔ اور آنکھیں موند لیتی ۔۔۔ اور

اُمید کرتی کہ ادھورا سپنا پھر وہیں سے شروع ہو جائے جہاں سے منقطع ہوا تھا ۔۔ مگر ماں بچاری بھی تھکی تھی ۔۔۔ وہ کیا کرتی ۔۔۔ اکیلی عورت دمے کی مریض باپ ادھیڑ عمر اور سوا سو روپے ماہوار کا کلرک ۔۔۔ جس کی تنخواہ کا ایک معقول حصہ بیوی کی دوائیوں کی نذر ہو جاتا ۔۔ !

مگر وہ معاشرتی محرومی سے ناآشنا ۔۔۔ اپنی جوانی کے نشہ میں سرشار سپنوں کی وادیوں میں کھوئی کھوئی سکول سے واپس آ کر تمام دن بیل کی طرح کام میں جُتی رہتی ۔۔ اور رات گئے تک مطالعے میں مشغول رہتی۔ اس نے کبھی کوئی ایسا ناول یا افسانہ نہ پڑھا تھا ۔۔۔ صرف ایک دفعہ اے۔ آر خاتون کا ایک ناول "شمع" وہ اپنی سہیلی سے مانگ لائی تھی مگر اس کی والدہ نے اس کی سخت سرزنش کی ۔۔ جس کے بعد اس نے ماں کا حکم خدا کا فرمان سمجھا ۔۔ اور وہ صرف اپنی اسکول کی کتابوں میں محو ہو گئی ۔! صرف اس شوق میں ۔۔ کہ وہ آئندہ سال میٹرک کرے گی اور پھر اس کا بیاہ ہو جائے گا۔ اور پھر وہ ایک گھر کی مالکن ہو گی ۔۔ !

اس کا خاوند مہینے کی ہر پہلی تاریخ کو گھر آ کر اس کی ہتھیلی پر اپنی تنخواہ رکھ دے گا ۔۔ اور وہ اپنی ماں کی طرح کچھ پیسے اپنے خاوند کی نظروں سے چرا کر ایک بکس میں رکھ دیا کرے گی ۔۔ !

وہ اپنے ان ہی معصوم تصورات میں گھڑی وقت گزار رہی تھی ۔!

کہ ۔۔ !

اچانک اس کی زندگی میں ایک بم سا پھٹا ۔۔ !

ایک حادثہ ۔۔۔!

جو اس کی سیدھی سادھی زندگی میں زہر گھول گیا ۔۔۔!

ایک روز وہ اسکول سے واپسی پر بس اسٹاپ پر کھڑی بس کے آنے کی منتظر تھی ۔۔۔!

اس روز آسمان پر کالے کالے بادل چھائے ہوئے تھے ۔۔۔!

صبح ہی سے وہ ایک عجیب سی بے چینی محسوس کر رہی تھی ۔۔۔!

ایک اضطراب جو اس کے فہم سے بالا تھا ۔۔۔!

ایک بس آئی ۔۔۔ اور اس کی ساتھی لڑکیاں اس بس میں بیٹھ کر اپنے گھروں کو چل دیں ۔۔۔!

اور وہ تنہا کھڑی رہ گئی

سڑک پر سناٹا ہو رہا تھا ۔۔۔!

دُور دُور کسی انسان کا دور دورہ نہ تھا

سکول کی عمارت بھی سنسان ہو گئی تھی ۔۔۔!

اس روز پریکٹیکل کی وجہ سے وہ اپنی کلاس کی دوسری طالبات کے ہمراہ دیر سے اسکول کی عمارت سے نکلی تھی ۔۔۔!

"نہ جانے کیوں بس نہیں آ رہی ۔۔۔!"

۔۔۔ اس نے اضطرابی کیفیت میں سوچا

اور سڑک پہ ایک موٹر سائیکل آتی نظر آئی

دو نوجوان ایک سکوٹر پر بیٹھے چلے آ رہے تھے ۔۔۔!

سکورٹ عین اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا

"آپ کو لفٹ چاہیئے — !"

ایک لڑکے نے پوچھا

"جی نہیں —"

— اس نے جلدی سے کہا — اور سمٹ کر اپنی نظریں جھکا لیں — !

کچھ بیقرار لمحے بیت گئے — !

مگر — وہ دونوں وہاں سے ٹس سے مس نہ ہوئے — !

اس نے گھبرا کر نظریں اٹھائیں

اُن دونوں کی آنکھوں میں شیطان ناچ رہا تھا

"کیا خیال ہے —"

— ایک نے آنکھ مار کر دوسرے سے پوچھا

"موقع اچھا ہے — !"

اس نے گھبرا کر اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی

کوئی نہ تھا — !

کوئی نہ تھا جو اس کی مدد کو آسکتا — !

اس کے ذہن میں سیٹیاں سی بجنے لگیں

اور پھر دوسرے لمحے وہ دوڑ رہی تھی — !

ہراساں — آنکھوں میں وحشت لئے — !

مگر یہ اتنا آسان نہیں تھا
دوسرے ہی لمحے اسے اپنا بدن کسی مضبوط جسم میں جکڑا ہوا محسوس
ہوا وہ چلائی ـــ!
مگر ساتھ ایک آہنی ہاتھ اس کے دہانے پر احاطہ کر گیا
پھر اسے اپنا وجود ہوا میں لہراتا ہوا محسوس ہوا ـــ!
وہ دونوں اسے اُٹھا کر ایک قریب ہی اُجاڑ سے گیراج میں لے
جا رہے تھے اس نے ایک نظر سڑک پر دیکھا
سامنے سے ایک تانگہ آ رہا تھا ـــ جس میں کچھ سواریاں بیٹھی تھیں۔
اس نے اپنی تمام تر طاقت بروئے کار لاتے ہوئے اپنا آپ چھڑا لیا،
اور تانگے کی سمت بھاگنے لگی ـــ!
ان دونوں میں سے ایک نے بڑھکر اسے دبوچ لیا ـــ اور ایک
زوردار تھپّڑ اس کے دے مارا ـــ!
وہ چکرا کر گر گئی ـــ!
اتنے میں تانگہ ان کے سروں پر آن پہنچا ـــ!
"کیا بات ـــ لڑکی کو کیوں مار رہے ہو ـــ!"
ایک آدمی نے جو کہ شائد تانگہ میں سے اُترا تھا ـــ پوچھا
"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے ـــ آپ دخل مت دیں"
ـــ لڑکوں میں سے ایک بولا
وہ چلّا اُٹھی ـــ!

"میں انہیں نہیں جانتی ہوں ۔۔ مجھے ان سے بچائیے"

"بکومت ۔۔!"

۔۔ وہی لڑکا بولا

"اے مسٹر ٹھہرو ۔۔"

تانگہ والا آدمی بولا ۔۔ پھر وہ حلیمی سے اسے پوچھ رہا تھا

"کیوں بیٹی ۔۔ یہ تمہارے کون ہیں"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں ۔۔ یہ غنڈے مجھے اٹھانا چاہتے تھے مجھے ان سے بچائیے ۔۔!" تانگے میں سے ایک اور آدمی اترا ۔۔ وہ کچھ دیر اُسے غور سے دیکھتا رہا ۔۔!

"تم سانڈے میں رہتی ہو"

"جی ہاں"

۔۔ اس نے جلدی سے کہا

"بابو امیر الدین کی بیٹی ہو"

"جی ۔۔ جی ۔۔!"

۔۔ اس کی جان میں جان آئی ۔۔!

"میں اس لڑکی کے محلے میں رہتا ہوں ۔۔ اور جانتا ہوں یہ ایک شریف آدمی کی بیٹی ہے ۔۔ مگر تم دونوں کون ہو"

۔۔ اس نے گرج کر لڑکوں سے پوچھا

"ہم ۔۔ ہم ۔۔"

اُس کی آواز لڑکھڑائی ــ" اُس کے دوست ہیں ــ!"

" یہ بکتے ہیں ــ!"

ــ وہ چلّائی

" کیا تم نے ہمارے ساتھ بارہا فلمیں نہیں دیکھیں ــ!"

ان میں سے ایک کمال ڈھٹائی سے بولا

" یہ جھوٹ ہے ــ"

وہ رو دی ــ!

" ٹھہرو ــ"

ــ اُس کے محلّہ دار نے کہا

" تو کیا تم اس لڑکی کو جانتے ہو ــ؟"

" بالکل ــ!"

" تو بتاؤ ــ اس کا نام کیا ہے ــ؟"

" نام ــ؟"

ــ وہ ہکلایا ــ" نام ــ ثریّا ــ!"

اور دوسرے لمحے ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر پڑا

" بکواس کرتے ہو ــ حرامی ــ پکڑلو ان دونوں کو اور پولیس کے حوالے کردو ــ"

" پولیس کا نام سن کر وہ دونوں حواس باختہ ہو گئے ــ اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ نسنظر بچا کر سکوٹر پر بیٹھ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

"آؤ ۔ شہناز بیٹی ۔۔۔ میں تمہیں گھر لے چلوں ۔"

اس کی عزت تو بچ گئی ۔۔۔ !

مگر بات محلے تک پھیل گئی ۔۔۔ اور پھیلتے پھیلتے اس کے ہونے والے سسرال میں جا پہنچی ۔۔۔ اور انہوں نے لڑکی کا کردار مشکوک جان کر رشتہ توڑ دیا ۔۔۔ !

یہ بات اس کے والدین کے لئے قیامت سے کم نہ تھی ۔۔۔ !

دن بیت گئے ۔۔۔ !

اس کے امتحانات ختم ہو گئے ۔۔۔ !

وہ پاس ہو گئی ۔۔۔ !

مگر ۔۔۔ رشتے کی بات کہیں بھی نہ ٹھہر سکی ۔۔۔ !

وہ حادثہ اس کے دامن سے چپک کر رہ گیا تھا ۔۔۔ !

اور پھر ایک دن ۔۔۔ ایک مکار صورت اور ادھیڑ عمر عورت ان کے گھر آئی ۔۔۔ !

اس کی ماں سے کچھ کھُسر پھُسر کرتی رہی ۔۔۔ !

اور پھر اسے پتہ چلا کہ اس کا رشتہ طے ہونے والا ہے ۔۔۔ !"

اور پھر ایک روز اس کے والد اور والدہ دونوں اس کے ہونے والے شوہر کو دیکھنے گئے ۔۔۔ !

جب وہ واپس لوٹے تو بجھے بجھے سے تھے ۔۔۔ !

اس کی ماں اُسے ایک علیحدہ کمرہ میں لے گئی

" امیر گھرانہ ہے ___ کھاتے پیتے لوگ ہیں ___ مگر ___"

اور اس کی سوالیہ نگاہیں ماں کے چہرے پر اٹک گئیں ___ !

" مگر ___ اس کی پہلی بیوی مرے ایک سال ہوا ہے ___ ایک لڑکا چھ سات سال کا ہے ___"

وہ خاموش اپنی ماں کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی ___ !

" ماں ___ !"

" بیٹی ___ والدین کی یہی خواہش ہوتی ہے ___ کہ ان کی اولاد پھلے پھولے ___ ! جب تو ماں بنے گی ___ تو تجھے اس چیز کا احساس ہوگا کہ جوان بیٹی کا بوجھ ماں باپ پر کتنا ہوتا ہے ___ !

" تو کیا میں بوجھ ہوں ___"

وہ رو دی ___ !

" نازو ___ !"

" ماں ___ !"

" نازو ___ تو سمجھتی نہیں ___"

" مگر ماں ___ !"

" بیٹی تجھے اپنے والدین کی بے کسی کی قسم ___ ضد نہ کر ___ اور اس وقت ہماری شرم رکھ لے ___ !"

اس نے چاہا کہ اس ظلم پر احتجاج کرے

مگر ___ !

مگر ـــ ماں کی ویران آنکھیں گڑگڑا کر اس سے کہہ رہی تھیں۔ آنکھیں جن کے گرد غربت اور محرومی نے سیاہ حلقے ڈال دیئے تھے ـــ!

اور پھر اس نے اپنا سر جھکا لیا ـــ!

اس نے اپنا دم سادھ لیا ـــ زمانے کے ظلم و ستم کے آگے

سادہ سی رسم کے ساتھ اس کا نکاح ہو گیا

اور ایک بڑی سی کالی موٹر آئی ـــ جس میں بیٹھ کر وہ ـــ اپنے سسرال چلی آئی ـــ!

ایک عالیشان کوٹھی ـــ جس کی وسعت اور رکھ رکھاؤ ـــ مکینوں کی امارت اور عظمت کی نشاندہی کر رہی تھی ـــ!

فوم ربڑ کے لچکیلے گدّے والے بڑے سے عروسی بیڈ پر وہ سُرخ جوڑا پہنے گھونگھٹ کاڑھے بیٹھی تھی ـــ!

قدموں کی چاپ پر وہ اور بھی سمٹ گئی ـــ!

دو سرد ہاتھ اس کے گھونگھٹ سے ٹکرائے ـــ!

" اُف میرے اللہ ـــ!"

مردانی آواز آئی

اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں ـــ اور اس کا دل چاہا کہ کہہ دے

" اُف اللہ ـــ!"

سامنے ایک معمّر آدمی بیٹھا تھا ـــ جس کے بالوں پر سفیدی راج کر رہی تھی ـــ!

"یہ ظلم ہے — سراسر ظلم ہے"

— اس کا شوہر بولا

وہ حیران ہو کر سوچنے لگی — کہ یہ شخص ہر وہ بات کر رہا ہے جو اُسے خود کہنا چاہیئے تھی —!

"شہناز"

— اس کا شوہر اس سے گویا ہوا —!

"مجھے معاف کر دینا — ہمارے ساتھ سراسر دھوکہ ہوا ہے — مجھے یہ بتایا گیا تھا — کہ تم ادھیڑ عمر ہو — مگر تم تو ابھی بچی ہو — تمہاری اُمنگیں جوان ہیں — اور مجھ بوڑھے کی تو قبر میں ٹانگیں ہیں — میں نے یہ شادی تو صرف نوید کے لئے کی ہے —! اسے ایک ماں کی ضرورت ہے — اسے ایک سرپرست کی ضرورت ہے —!"

اور یہ کہتے ہوئے اس کا شوہر ہاتھ ملتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا — اور کمرہ سے باہر چلا گیا —!

دو برس بیت گئے — وہ اس ماحول میں گھل مل گئی — خان عزیز اللہ نے اسے شوہر کا تو نہیں البتہ باپ کا پیار ضرور دیا — نوید بھی اسے بیحد چاہتا تھا —

اور پھر ایک روز خان عزیز اللہ کروڑوں کی جائداد اس کے اور نوید کے لئے چھوڑ کر دنیا سے چل دیئے — اور وہ ایک بیوہ کی سی زندگی گزارنے لگی — کنواری بیوہ —!

اتنی بڑی کوٹھی ـــــ دنیا کی ہر ممکن آسائش و آرام ـــــ جائداد ـــ کاروبار
مگر ان سب کے باوجود وہ تنہا تھی ـــ!
والدین بھی ایک حادثہ کا شکار ہو گئے ـــ جو اس کی تنہائی کو شدید تر
کر گئے ـــ!
اور پھر گرمیاں گزارنے وہ پہاڑ پر چلی آئی
سلمان کو دیکھ کر اسے اپنا سپنوں والا منگیتر یاد آ گیا
بیتے ہوئے دن پھر لوٹ آئے ـــ!
اس کی زندگی کے خاکے میں رنگ بھرنے لگا ـــ!

نازو ـــ!"
وہ چونک گئی
سلمان آنکھیں کھول کر بغور اسے دیکھ رہا تھا ـــ!
" آپ کب آئیں ـــ؟
" کیسی طبیعت ہے اب آپکی ـــ!
ـــ اس نے اپنائیت بھرے لہجہ میں پوچھا
" کچھ بہتر ہی محسوس کر رہا ہوں ـــ!"
اور پھر وہ اس کی دوا گلاس میں انڈیلنے لگ گئی ـــ!

٭

آج اتوار تھا — !

پچھلے کئی روز سے چاند کا ظفر سے سامنا نہ ہو سکا تھا

چاند عموماً دیر سے سو کر اٹھتی اور ظفر علی الصبح دفتر چلا جاتا — ! اور رات گئے گھر لوٹتا —

چاند نے دو بار ظفر کے کمرے میں نوٹ بھی لکھکر رکھ دیا تھا ۔ کہ فلاں جگہ دعوت ہے — مگر ظفر پھر بھی معینہ وقت پر نہ پہونچ سکا —

چاند ابھی تک یہ طے نہ کر پائی تھی کہ ظفر کی مسلسل غیر حاضری اور اس سے دوری اس کی عدیم الفرصتی کا باعث تھی — یا پھر وہ اس سے جان بوجھ کر ہی اجتناب برت رہا تھا — !

پچھلے سنڈے وہ صبح صبح اپنی سہیلیوں کے ہمراہ رائڈنگ کے لئے کلفٹن چلی گئی تھی — اور جب پچھلے پہر وہ وہاں سے لوٹی تو ظفر اختر کے ساتھ پکچر دیکھنے چلا گیا تھا — !

سورج کی سنہری کرنیں اس کی کھڑکیوں کے پردوں سے چھن چھن کر اندر آ رہی تھیں اور وہ اپنے فوم ڈبل بیڈ پر ٹانگیں پسارے اپنے خیالات میں غلطاں تھی — !

آج وہ کہیں نہیں جائے گی — !"

اور مسٹر معروف سے مل کر دو دو باتیں کرے گی — !"

وہ ایک جھٹکے سے اپنے بیڈ پر سے اٹھ بیٹھی — سامنے قدآدم آئینہ میں ریشمی نیلی نائٹی سے جھانکتا ہوا اس کا گدرایا ہوا بدن اس کی توجہ اپنی جانب کھینچ رہا تھا —

وہ اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سٹول پر جا بیٹھی — !

میکس فیکٹر — یارڈلے — الزبتھ آرڈن — آؤٹ ڈور گرل اور میڈورا آف لنڈن سے آراستہ ٹیبل معطر ہو رہی تھی — !

اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی — اور پھر اپنے سنہری بالوں میں برش کرنے لگی اور مغربی دھن اس کے لبوں پر سیٹی کی آواز میں کھیلنے لگی —

عین اس لمحہ اسے زرّین کا مسکراتا چہرہ آئینے میں دکھائی دیا

" توبہ — کی جوانی اے — کی نادانی اے — کی جوش اے — کی خروش اے — "

زرّین رنگیلے کی نقل اتارتے ہوئے بولی

اور چاند نے شرما کر اپنا برش زرّین کے دے مارا

" کمبخت تو صبح صبح کہاں چلی آئی — کیا تجھے اتوار کو بھی آرام نہیں — "

زرین نے بمشکل تمام اپنا آپ اس کے نشانے کی زد سے بچایا ــــ اور ایسا کرتے ہوئے وہ بیڈ پر تقریباً گر سی گئی ــــ!

"مہمان نوازی تو تمہاری تمام برصغیر میں ڈنکے کی چوٹ کی طرح مشہور ہے"۔
چاند کا ہنس ہنس کر بُرا حال ہو رہا تھا

"اری کمبخت بہت چہک رہی ہے ــــ کہیں رنگیلے سے تو ڈیٹ نہیں تھی کل شام ــــ"!

"کیوں میں نے ہانگ کانگ کے ملکوں کا پانی پینا تھا اس گھوڑے کے ساتھ ــــ"

"اللہ آج تو فی البدیہہ چلی جا رہی ہو ــــ"

"اب تو ایسا ہی ہو گا جناب ــــ کھیلنا ہو تو کھیلیں ــــ"

"اچھا دفع ہو ــــ جا کھیل جا کر اپنے ہانگ کانگ والے مسخرے کے ساتھ ــــ"

"اور ہاں یہ تو بتاؤ ــــ کہ کل کہاں تھیں ــــ کئی دفعہ فون کیا ہر دفعہ جواب ملا کہ میم صاحبہ گھر پر نہیں ہیں ــــ!"

"کل سیٹرڈے نائٹ تھی ــــ اور مہذب دُنیا کے لوگ یہ شام گھر سے باہر گزارتے ہیں ــــ"

"جی ہاں ــــ میں جو کل ہی افریقہ سے چلی آ رہی ہوں ــــ"

"تو پھر جناب آپ کو ہماری کیا پڑی تھی ــــ!"

"کل میں تنہا تھی ــــ!"

"تو کیا ممّوا لوئی جی انتقال کر گیا ہے"
"اری نہیں زرّین ۔۔۔"
چاند اداس سے لہجہ میں بولی
"وہ اب مجھے بور کرتا ہے"
"توبہ توبہ ۔۔۔ اے لڑکی تو ہے کیا چیز ۔۔۔ کہیں ایک جگہ تمہارا دل بھی لگے گا یا نہیں"
"سوچتی ہوں ۔۔۔ اب تو اس کمبخت دل کو لگا ہی لوں"
چاند آہستہ سے بولی
"اچھا ۔۔"
زرّین نے بیتابی سے کروٹ بدل کر کہا
"ہوں ۔۔۔ !"
"کون ہے وہ خوش نصیب ۔۔۔ !"
"ہے ایک"
"ہوں ۔۔۔ تو یہ بات ہے ۔۔۔ سچّی جلدی سے اس کا نام بتا دے ۔۔۔ نہیں تو میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا"
"پہلے تو اپنا ہارٹ فیل ہو لینے دے ۔۔۔ پھر بتاؤں گی"
"اللہ اب بور نہ کرو"
زرّین مچل گئی ۔۔۔
چاند نے اپنی خوبصورت آنکھیں زرّین کے اشتیاق بھرے چہرے پر

مرکوز کر دیں اور زرّین ایک عورت ہوتے ہوئے بھی ان کی گہرائی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

قدرت نے چاند کے ساتھ کتنا انصاف برتا ہے۔"

اس نے سوچا

"اگر یہ کسی کو ایک نظر بھر کر دیکھ لے تو ممکن ہی نہیں کہ کوئی گھائل نہ ہو کسی جھیل کی مانند گہری اور شفاف آنکھیں اور ان پر پلکوں کا غلاف جیسے کوئی مور چھل۔"

چاند ہنوز خاموش مسکراتی آنکھوں سے اسے تکے جا رہی تھی اور چاند کی اس ادا پہ زرّین کو پیار آ گیا۔

— اس نے بڑھ کر اپنی باہیں چاند کے گلے میں ڈال دیں چاند بھی مسکرا کر اس سے لپٹ گئی —!

"تو پھر بتایا نہیں"

زرّین نے دھیمے سے پوچھا

"کیا —؟"

"کون ہے وہ"

"کہا جو —— ہے ایک"

"اوں —— ایسے نہیں چلے گا"

چاند قدرے سنجیدہ ہو گئی

"زرّو —— ڈرتی ہوں"

"کس بات سے ـــ!"

"کہتے ہیں کہ بات جب تک ہونٹوں پر نہ آئے بات رہتی ہے ـــ اور ہونٹوں پر آنے کے بعد اپنی وقعت کھو بیٹھتی ہے ـــ"

"اچھا چھوڑ اپنی یہ بے تکی منطق ـــ اور بتا اس کا نام ـــ؟"

"بتا دوں ـــ"

"ہاں بتا دے ـــ"

زرّین کی بے تابی نقطۂ عروج کو پہنچی ہوئی تھی ـــ!

"تو ـــ اس کا نام ہے ـــ!"

ابھی اس نے اپنا فقرہ مکمل بھی نہ کیا تھا ـــ کہ کمرہ میں دستک کی آواز آئی ـــ!

"کم اِن ـــ!"

چاند نے آواز دی

اور دروازہ کھلتے ہی اختر کا مسکراتا چہرہ دکھائی دیا ـــ

زرّین کا چہرہ کسی شگفتہ گلاب کی مانند کھل سا گیا

"آخاہ ـــ بڑے بڑے لوگ آج صبح ہی صبح ہمارے غریب خانے پر آئے ہوئے ہیں ـــ!"

وہ ہمیشہ کی طرح مسکراتی ہوئی نظروں زرّین پر گاڑتے ہوئے بولا

زرّین لجا کر رہ گئی

"ہاں جب چھوٹے لوگوں کی مصروفیت حد سے تجاوز کر جائے تو بیچارے

بڑے لوگوں کو آنا ہی پڑتا ہے"

"نہیں ــــ خدا کی قسم ــــ کل شام ایک میٹنگ کے سلسلے میں حیدرآباد فلائی کرنا پڑا تھا ــــ!"

"کوئی نئی بات نہیں ہے ــــ!"

زرّین روٹھنے کے سے انداز میں بولی

"مگر ــــ!"

"بس رہنے دیجئے ـــ"

چاند ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی دونوں کی گفتگو سنتے ہوئے یہ محسوس کر رہی تھی کہ جیسے وہ دونوں اس کی موجودگی سے سرے ہی سے بے خبر ہوں چنانچہ مجبوراً اسے کھنکار کر یاد دہانی کرانی پڑی ـــ

"میرے خیال میں مدعا علیہ اور مدعی دونوں یہ بھول رہے ہیں کہ انہیں اپنی اس پرسنل قسم کی گفتگو کی محویت میں شائد یہ بھی یاد نہیں کہ یہ ہل پارک کا کوئی گوشہ نہیں۔ بلکہ مجھ غریب کا بیڈ روم ہے اور مجھے ابھی بہت سے ضروری کام کرنے ہیں جن میں باتھ روم اور کپڑے بدلنا وغیرہ جیسی اہم ضروریات بھی شامل ہیں لہٰذا آپ مہربانی کر کے دونوں ہی یہاں سے ایک دو تین ہو جائیں تو بہتر ہے"

"بھئی چاند بی بی ــــــــــــــــ یہ تو بہت زیادتی ہے ــــ!"

اختر نے کہا

"جبھی تو میں کہتی ہوں کہ اس کی مہمان نوازی تمام برصغیر میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔"

"آؤٹ ـــ!"

چاند ہنستے ہوئے ان دونوں کو دھکیلتی ہوئی دروازے سے باہر تک لے گئی ـــ!

ناشتے کی میز پر سبھی موجود تھے

مسٹر اور مسز رحمٰن ـــــ خالہ ـــــ اختر ـــــ چاند اور زرین ـــــ مگر ظفر ابھی تک کمرہ سے باہر نہ نکلا تھا ـــــ

"ظفر صاحب کو بولو ـــــ کہ ناشتہ پر سب لوگ ان کے منتظر ہیں "

مسز رحمٰن نے خانساماں کو کہا

اور خانساماں مؤدبانہ طور پر آداب بجالاتے ہوئے وہاں سے چلا گیا

چند لمحوں بعد چاند نے دیکھا کہ سب کی نظریں بالائی سیڑھی کی جانب اٹھ گئی ہیں ـــــ!

شائد ظفر آ رہا تھا ـــــ!

وہ اسے اس لئے نہ دیکھ سکی کیونکہ اس کی پشت سیڑھیوں کی جانب تھی مگر زرین کی آنکھوں کی غیر معمولی چمک اس بات کی چغلی کھا رہی تھیں ـــــ!

ـــــ کہ آنے والا ظفر ہی تھا

"صبح بخیر ـــــ"

ایک گمبھیر سی آواز فضا میں گونجی ـــــ!

اور ظفر کھٹاک سے زرّین کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا ـ

حالانکہ ایک کرسی چاند کے بغل میں بھی خالی تھی

چاند خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مصروف رہی

مگر اس کی متحرک انگلیاں ـــــ اس کی باہیں ـــــ اس کے بدن کا ایک ایک حصّہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھا ـــــ کہ ظفر کی چھیدتی ہوئی نظریں اس کا طواف کر رہی ہیں ـــــ!

مگر وہ چاہتے ہوئے بھی اپنی نگاہیں اپنے سامنے رکھی ہوئی پلیٹ پر سے نہ اُٹھا سکی ـــ!

"رات کا پروگرام کیسا تھا ـــــ؟

اختر نے پوچھا

"ونڈر فل ـــــ کیوں زرّین ـــ؟

ظفر نے کہا ـ

زرّین کے نام پر چونک کر چاند نے اس کی جانب دیکھا ـــــ وہ کہہ رہی تھی ـــ!

"بہت اچھے ـــــ رات کی پکچر انتہائی دلچسپ تھی ـــ!"

"کونسی پکچر ـــ؟

چاند سے نہ رہا گیا

"Moment to Moment"

زرّین مسکراتے ہوئے بولی

اور چاند کا چہرہ اتر سا گیا

ـــــ تو رات زرّین ظفر کے ساتھ تھی ـــــ جب ہی صبح اتنی چہک رہی تھی ـــــ جیسے قارون کا خزانہ لے آئی ہو ـــــ"

وہ بجھ سی گئی

اُف اللہ ـــ

معاً اُسے خیال آیا

"شکر ہے جو آج صبح اس نے زرّین کو نام نہیں بتایا ـــ ورنہ اسے کتنی خفت اٹھانا پڑتی ـــ

اور یہ ظفر ـــ کیا ہو گیا ہے اسے ـــ!"

اُس نے نظر اٹھا کر ظفر کی جانب دیکھا

ظفر بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا

نیند کا خمار ابھی تک اس کی آنکھوں سے نمایاں طور پر جھلک رہا تھا

وہ کھوئی کھوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی
اور وہ بھی چند ثانیئے اسے ٹکٹکی باندھے تکتا رہا ۔۔۔ !
معاً اس کی نظر زرین کی جانب جا پڑی ۔۔۔ جو اسے گھور رہی تھی
ایک پریشان کن سی لہر اس کے تمام بدن میں دوڑتی چلی گئی ۔
اور

وہ بے دلی سے ناشتہ چھوڑ کر اٹھ بیٹھی
"کیا بات ہے بیٹی ۔۔۔ ناشتہ ٹھیک سے نہیں کیا ۔"
رحمٰن صاحب پوچھ رہے تھے
"بھوک نہیں ہے ڈیڈی ۔۔۔ !"
اور وہ اپنے کمرے کی جانب چل دی ۔۔۔ !

☆

آج وہ کئی دنوں کے بعد لکھنے بیٹھی تھی ــــ

خیالات تھے کہ اُلجھ اُلجھ کر بھٹک جاتے تھے ــــ اور بارہا کوشش کے

باوجود وہ کچھ بھی نہ لکھ سکی ــــ!

یہ مجھے کیا ہوگیا ہے ــ!

اس نے سوچا

پہلے تو وہ ایسی ہرگز نہ تھی ــــ

جب چاہا

جس وقت چاہا

اس نے اپنے آپ کو ہر سانچے میں ڈھال لیا ــــ

لکھنے بیٹھی تو صفحات کے صفحات کالے کر دیئے

باتوں میں مشغول ہوئی تو دنیا جہاں سے بے خبر اپنے آپ میں مگن ہوگئی

مگر ــــ!

اب تو اسے ہر چیز مختلف دکھائی دیتی

تھی اکر اپنا آپ بھی اجنبی اجنبی سا محسوس ہوتا ۔

وہ اپنا ہر روپ پہچانتی تھی

مگر

یہ روپ تو نرالا تھا ـــــ

انوکھا تھا ـــــ

نیا تھا ـــــ

اس کے تصورات اس کے اپنے نہ رہے تھے ـــ!

خیالات اپنے نہ رہے تھے

کوئی بری طرح بس گیا تھا اس کے خیالات میں ـــــ

ایک عجیب سی کسک ہر لمحہ اسے بے چین کئے دیتی ـــــ

یا اللہ

وہ کس مشکل میں گرفتار ہو گئی تھی

ایک ہستی جسے وہ عرصے سے جانتی تھی ـــ!

اور

جس کے لئے اس کے دل میں کوئی جگہ نہ تھی

آنا فاناً اسے ایکدم کیوں بھا گئی

کیوں اس کا صبر و قرار چھین کر لے گئی

ظفر

یہ تم نے مجھے کیا کر دیا ہے ۔
میں اپنے آپ میں نہ رہی ــــ
یہ تم نے کیسی کسک میرے دل میں پیدا کر دی ہے ۔!"
جس کی چبھن مجھ سے میرا صبر و قرار لے گئی ہے "
یہ کونسا انداز اختیار کیا ہے تم نے
کہ ــــ ہر وقت مجھے گھورتے بھی رہتے ہو
اور ــــ بات بھی نہیں کرتے
آنکھیں نہ جانے کیسے کیسے پیغام دیتی ہیں
مگر
لب ہیں کہ اُن پر تالے پڑے ہیں ــــ !"
اسے ایک دم سے اپنے پہ غصہ سا آ گیا ۔ !
آخر وہ اپنا مدّعا اس سے بیان کیوں نہیں کر دیتی ــ"
کیوں نہیں اُسے کہہ دیتی ــ
کہ وہ بے چین رہتی ہے ــ ہر اس لمحہ جب وہ اس سے دور ہوتا ہے ۔
اس کے کان ہر دم اس کے قدموں کی آہٹ سننے کے منتظر رہتے ہیں وہ کیوں
مزید اسے تڑپا رہا ہے
کیوں نہیں اس سے کہہ دیتا
ایک دفعہ پھر وہ سب کچھ کیوں نہیں کہہ دیتا ــ جو اس نے خط میں
لکھا تھا ــ !

مگر
!—

شائد وہ اس سے ناراض ہے —!

ہو سکتا ہے — متنفر بھی ہو — اس کے نازیبا سلوک سے متنفر —!

جبھی تو وہ زرّین کے ساتھ فلم دیکھنے چلا گیا تھا

اسے یہ بھی خیال نہ آیا کہ اس کے دل پر کیا گزریگی —!

مگر وہ اس کا کیوں خیال کرتا — جبکہ اس نے خود بھی اس کی محبت کا

جواب محبت سے نہیں دیا — ہمیشہ اس کی محبت کا تمسخر اُڑایا

اور اس زرّین کو کیا حق ہے کہ اسکی محبت پر ڈاکہ ڈالے —

وہ یقیناً جانتی ہے — کہ وہ ظفر سے محبت کرتی ہے — پھر بھی

وہ ظفر سے گھل مل کر رہتی ہے۔

— وہ اس کے جذبات سے کھیل رہی ہے —!

زرّین — تم کمبخت پہلے تو ایسی نہ تھیں —"

تم تو میری سہیلی تھیں —!

میری ہمراز —!

غم گسار —!

— پھر تم کیوں میرے احساسات کو مجروح کرنے پر تل گئی ہو

اور پھر اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا

بھلا زرّین بچاری کا کیا قصور

یہ آگ تو اس کی اپنی لگائی ہوئی تھی

— اور اسے خود ہی اس آگ میں جھلسنا تھا
اسے خود ظفر سے بات کرنی چاہیئے۔
مگر —
پھر ایک خیال اس کے ارادے کے آڑے آگیا
جس طرح وقت نے اسے بدل کر رکھ دیا — عین ممکن ہے کہ ظفر بھی
اب بدل گیا ہو — کہیں اب اعتراف محبت اس کی سبکی کا بہانہ نہ بن جائے
ظفر نے اپنے دل میں کسی اور کو نہ بسالیا ہو۔
منتشر خیالات کی اس دوڑ میں وہ تھک کر رہ گئی
اس کا جوڑ جوڑ دکھنے لگا — !
اور وہ اٹھ کر باتھ روم میں گھس گئی
ٹب میں اس نے گرم پانی کا نل کھول دیا —
پانی کی پھوار کی آواز اور گرم گرم بھاپ سے تمام غسلخانہ سیر ہو گیا
اس نے ببل باتھ کے سالٹ پانی میں ملا دیئے —
تمام ٹب جھاگ جھاگ ہو گیا
اور وہ کپڑے اُتار کر ٹب میں بیٹھ گئی
گرم پانی نے اس کے تھکے ہوئے اعصاب پر امرت کا سا اثر کیا —
اور اسے ایسا لگا —
— جیسے وہ سب کچھ بھول گئی ہو —
وقتی طور پر کوئی فکر دامن گیر نہ رہا ہو — !

اور اسی لمحہ گانے کی یہ دھن اس کے لبوں پر سرسرانے لگی
دو تین بار وہ یہ دھن گنگناتی رہی — !

اور پھر
اسے اپنے آپ پر بے اختیار ہنسی آگئی — !
اور وہ کھلکھلا کر زور زور سے ہنسنے لگی — !
وہ رگڑ رگڑ کر صابن اپنے جسم پر مل رہی تھی جیسے ظفر کی محبت کو بھی صابن
کے جھاگ میں بہا دینا چاہتی ہو
محبت —
جو یکطرفی ہو — !
جس کا جواب دینے والا سویا ہوا ہو
وہ بہا دینا چاہتی تھی ہر اس احساس کو جو اسے ہر پل بے کل کئے دیتا
تھا — !"

وہ —
اس امریکن لڑکی کی طرح بھول جانا چاہتی تھی — اس فرانسیسی کو —

جو —
— اس کے اعصاب پر تو چھا گیا تھا
مگر —
— اپنے ساتھ اپنا گھناؤنا ماضی بھی اس پر تھوپ رہا تھا
وہ بھی ظفر کی محبت کو بھلا دینا چاہتی تھی

جس کے اعتراف میں اس کی سُبکی کا اندیشہ تھا
جس کو پانے کی سعی میں اسے اپنی انا چکنا چور ہوتی نظر آرہی
تھی ——— !

نازو کی اَن تھک تیمار داری کی بدولت سلمان رو بصحت ہوتا چلا گیا۔
مگر کبھی کبھار کھانسی کا دَورہ جو اُٹھتا تو اُسے بے حال کر جاتا ــــ مگر اس نے
کبھی بھی کسی سپیشلسٹ کو کنسلٹنٹ کرنے کی تکلیف گوارہ نہ کی۔

نازو نے بارہا اصرار بھی کیا ــــ مگر سلمان یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ وہ اچھا بھلا
ہے ــــ اور پھر کون کسی بڑے شہر میں سپیشلسٹ کو کنسلٹ کرنے جائے۔

نازو کو سلمان کی اس علالت کا ایک فائدہ ضرور ہوا کہ اسے سلمان کے
قریب رہنے کا موقع میسر آ گیا ــــ وہ سلمان کے لئے ایک اچھا رفیق ثابت
ہوئی اور اس بات کا کم از کم دل میں سلمان بھی معترف تھا۔

وہ اکثر نازو اور چاند کا موازنہ کیا کرتا ــــ نازو کسی لحاظ سے بھی چاند
سے کمتر نہ تھی ــــ!

مگر چاند کی بات اور تھی ــــ
اس کا تصور اسے سپنوں کی دُنیا میں لے جاتا ــــ

اور

نازو کے لئے وہ اپنے دل میں محض ایک دوست سے زیادہ جگہ نہ پا سکا

وہ دیکھ رہا تھا — کہ نازو کس ڈگر پر چل رہی ہے اس نے بار ہا تہیہ

کیا کہ نازو کو صاف صاف الفاظ میں واضح کر دے کہ وہ ایک سائے کے پیچھے

بھاگ رہی ہے — !

— لیکن پھر وہ اپنے ارادے سے باز آجاتا

شائد ایک معصوم کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی اس میں ہمت نہ تھی۔

پہاڑ کا ماحول خشک سا ہوتا جا رہا تھا — سردی شروع ہو جانے کی

وجہ سے موسم گرما گزارنے والے لوگ تقریباً تقریباً جا چکے تھے۔

کلب کی شامیں بھی اپنے اندر وہ رنگینیاں لئے ہوئے نہ ہوتیں —

چند مستقل ممبر اکا دکا آجاتے — !

آج — !

نازو سلمان کو زبردستی کلب لے آئی تھی —

نازو نے بارہا یہ کوشش کی کہ وہ سلمان سے چاند کے بارے میں استفسار

کرے مگر سلمان ہمیشہ ہی ٹال جاتا —

اور نازو نے یہ بھی محسوس کیا کہ سلمان جب اس سے گفتگو کرتا ہے

تو اس کی آنکھوں میں ایسے کوئی جذبات نہ ہوتے جو ایک خوبصورت

عورت کو دیکھ کر ایک مرد کی آنکھوں میں نمایاں ہونے چاہئیں۔

اور نتیجتاً وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ عین ممکن ہے کہ وہ اسے ایک

دوست تو تصور کرتا ہو ــــ لیکن اسے اپنی شخصیت سے خاطر خواہ انداز میں متاثر کرنے میں وہ کامیاب نہ ہوئی ہو ــ!

اور یہی سوچ کر اس نے آج اپنے آپ کو اپنی عادت و معمول کے برعکس سنوارہ تھا ــ اس نے سلیویس شرٹ جس کا گلا خاصا کشادہ تھا ۔ پہنی تھی ــ جس میں اس کے مرمریں جسم کی نمائش نہ ہونا تقریبًا ناممکن تھا وہ زیادہ وقت بیٹھے برج کھیلتے رہے ۔

نازو کا دوپٹہ بار بار اس کے مرمریں سینے پر سے ڈھلک جاتا۔

مگر

شائد وہ ایک پتھر کے بت کے سامنے بیٹھی تھی ــ!

وہ جھنجلا اٹھتی ــــ لیکن پھر اسے سلمان کی سادگی پر پیار آجاتا اور وہ پھر سے ہنستے بولنے لگتی ــ!"

وہ برج کھیلتے کھیلتے بور ہوگئی

"میرے خیال میں اب چلیں "

اس نے کہا

"ہوں ــ"

سلمان نے چونک کر کہا

"اوہ ــ ہاں ــ چلیں ــ!"

اور وہ کلب سے باہر نکل آئے

باہر رات سرد ہو رہی تھی ــــ

نازو کی مرسیڈیز پارک وے میں کھڑی تھی

نازو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی اور سلمان اس کے ساتھ ــــ اور پھر چند لمحوں بعد گاڑی پہاڑ کی ٹیڑھی میڑھی سڑکوں پر دوڑنے لگی ـ !

سلمان آج کچھ معمول سے زیادہ سنجیدہ اور خاموش تھا ــــ گاڑی میں بھی وہ اک چُپ سی سادھے ہوئے تھا

آخر کار نازو نے سکوت سے گھبرا کر کہا

" سلمان صاحب ــ یہ پراسرار خاموشی ــــ کچھ بور کر رہی ہے ـ"

" ہوں ـ"

" صرف ـ" ہوں سے تو کام نہیں چلے گا ــــ کچھ باتیں کیجئے ـ !"

" کیا بات کروں ــ ؟"

" کچھ بھی ــ موسم کے بارے میں ــ اپنے بارے میں ــ میرے بارے میں ــ اور نہیں تو پھر میرے نئے لباس کے بارے میں ـ"

سلمان چند لمحوں کے لئے خاموش رہا ــ

وہ شائد اپنے الفاظ کو تول رہا تھا ــــ اور نازو ان الفاظ کو سُننے کیلئے بے تاب ہو رہی تھی ـ

بالآخر سلمان گویا ہوا ــــ

" میں سوچ رہا تھا کہ آپ سے کچھ کہوں ــ اور بہرحال اب آپ نے خود ہی تذکرہ کر دیا تو میں یہ کہوں گا ــ !

" کیا ــ ؟"

ــــ وہ جلدی سے بولی

"یہی ــ کہ یہ لباس آپ نے کیوں پہنا ہے ــ"

"کیوں ــ ؟"

"اس میں آپ وہ نہیں لگتیں جس کا تصوّر میرے دل میں ہے ــ"

"کیسا تصوّر ــ ؟"

نازو نے اشتیاق سے پوچھا

"ایک ایسا تصوّر جس میں آپ کو ایک دوست ــ ہمدرد ــ غمگسار اور نہ جانے کیا کیا سمجھتا ہوں ــ اور یہ لباس میری نظر میں آپ جیسی ہستی کیلئے عامیانہ ہے"۔

نازو کو یوں محسوس ہوا جیسے اسے اپنی کئی ہفتوں کی محنت کا ثمر مل گیا ہو ــ

وہ مسکرادی ــ اور آہستگی سے بولی

"میں تو سمجھی تھی کہ آپ ایک پتھر کے بُت ہیں ــ مگر آپ تو ــ"

"پتھر نہیں ہوں ــ!"

سلمان نے ہنس کر بات پوری کر دی ــ!

وہ گھبرا گئے تھے

سلمان اپنے گھر کے سامنے کار سے اُتر کر بولا

"اچھا ــ تو پھر اجازت ہے ــ!"

"آپ کی خوشی ــ مگر سُنا ہے کہ مہذب سوسائٹی میں ڈیٹ کے بعد لڑکے کا فرض ہوتا ہے کہ وہ لڑکی کو اس کے گھر پہنچائے ــ!"

نازو نے کہا ــ

" اوہ ـــ "

سلمان مسکرادیا ـــ !

" آپ بجا فرماتی ہیں ـــ مجھ سے واقعی بھول ہوئی ـــ چلئے آپ کو گھر تک چھوڑ آؤں ـــ "

" چلئے ـــ !

وہ موتیوں جیسے سفید دانت دکھاتے ہوئے بولی

سلمان پھر کار میں بیٹھ گیا ـــ نازو نے کار لے جا کر اپنی کوٹھی کے گیٹ کے سامنے روکی ـــ ہارن بجایا ـــ نوکر بھاگتا ہوا آیا ـــ اس نے دروازہ کھولا ـــ !

نازو نے گاڑی گیراج میں پارک کی ـــ پھر دونوں چلتے چلتے پورچ تک آ گئے ـــ !

" لیجئے مس شہناز ـــ آپ کا دولت خانہ آ گیا ـــ "

" ارے اتنی جلدی ـــ "

نازو مصنوعی حیرت سے بولی

" جی ہاں ـــ آپ ہماری ہمسائی جو ٹھہریں ـــ "

" آج تو دل چاہتا ہے کہ یہ کم بخت گھر کم از کم ایک سو میل دُور ہوتا ـــ ! "

" تو ہم آپ کو سو میل دُور بھی لے جاتے ـــ "

" سچ ـــ ! "

" بالکل سچ ـــ ! "

"تو چلئے آپ کو انعام کے طور پر ایک پیالہ کافی کا پلایا جائے"
"نہیں مس شہناز — اب دیر ہو رہی ہے — پھر کبھی سہی —!"
"انعام کا موڈ ہمارا روز روز نہیں ہو گا —!"
"یہ بات ہے —"
"جی — یہی بات ہے"
— اس نے ایک ادا سے کہا۔
"تو چلئے — آپ بھی کیا یاد کریں گی —!"

☆

یہ پہلی دفعہ تھی جو سلمان نازو کے گھر آیا تھا ۔۔۔ حالانکہ ان کے گھروں کے درمیان ایک دیوار حائل تھی ۔۔۔

۔۔۔ یہ ایک چھوٹی سی بنگلہ نما کوٹھی تھی ۔۔۔ باہر ایک خوبصورت نیم پلیٹ آویزاں تھی ۔۔۔ جس پر مسز ایس عزیز اللہ کندہ تھا ۔۔۔!

غالباً نازو کی والدہ ہوں گی ۔۔۔!

وہ بھی کتنا بیوقوف تھا ۔۔۔ اس نے کبھی نازو کے بارے میں دریافت کرنے کی ضرورت نہ محسوس کی تھی حالانکہ اسے نازو کا بے حد ممنون ہونا چاہیئے تھا جس نے شدید بیماری کی حالت میں اس کی تیمارداری کی تھی ۔۔۔ اور یہ نازو کی سادہ طبیعت ہی تھی ۔ جو وہ یوں اس سے گھل مل گیا تھا ۔۔۔ ورنہ لڑکیوں سے تو اسے خدا واسطے کا بیر تھا ۔۔۔!

مگر پھر چاند کے آجانے سے وہ اپنے عہد پر کاربند نہ رہ سکا تھا ۔

کتنا عرصہ گزرا اسے چاند اور ظفر کی کوئی اطلاع نہ ملی تھی ۔۔۔ اختر

کا خط بھی آئے عرصہ ہوا تھا۔

جانے ان میں کیسی گزر رہی ہو۔؟

ظفر کہیں چاند کو مرعوب نہ کرلے ۔۔۔ وہ کم بخت اسمارٹ بھی تو بہت ہے۔"

"کیا سوچ رہے ہیں۔"

وہ چونک گیا

اس نے دیکھا۔ کہ وہ نازو کے کشادہ ڈرائینگ روم میں بیٹھا کافی کا

پیالہ ہاتھ میں لئے اپنے خیالوں میں بھٹک رہا تھا۔!

"کچھ نہیں۔"

ایک اُداس سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر کھیل گئی۔!

ناز چند لمحے اس کی آنکھوں میں کچھ تلاش کرتی رہی۔۔۔ جیسے کوئی اُلجھی ہوئی

گتھی کو سلجھا رہی ہو۔!

وہ بھی کچھ دیر کھوئی کھوئی نظروں سے نازو کو تکتا رہا۔ مگر پھر شائد

رعب حسن سے اس کی آنکھیں سرنگوں ہوگئیں۔"

"سلمان صاحب۔ آپ کو سمجھنا۔۔۔ بہت دشوار ہے۔!"

"کیوں۔!"

"اس لئے کہ آپ ایک پہیلی سے کم واقع نہیں ہوئے۔"

"حالانکہ۔۔۔ بڑے بوڑھے پہیلی عورت کو گردانتے ہیں۔"

۔ اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔!

"کبھی آپ کو کسی نے بتایا ہے کہ آپ کی مسکراہٹ بڑی دلکش ہے۔"

نازو نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا
اور سلمان نے ایسا محسوس کیا جیسے وہ شرما رہا ہو — !
" یہ لڑکیاں — سب ایک جیسی ہوتی ہیں "
چاند بھی عجیب و غریب بات کہہ جایا کرتی تھی — !
اب وہ بھلا نازو کی اس بات کا کیا جواب دے — وہ کیسے نازو کو
کہے کہ تم پہلی لڑکی نہیں ہو جس نے یہ بات اسے کہی ہو — یہ بات اسے کہی ہو —
یہ بات تو رخشی نے بھی کہی تھی — مگر —
— وہ تو بے وفا نکلی — !
وہ الجھ گیا
" تذبذب اور پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی
" آپ بڑے عجیب ہیں — ! "
— نازو کہہ رہی تھی
" جی — ! "
وہ سٹپٹا گیا
اور نازو کھلکھلا کر ہنس پڑی
کھلکھلا کر ہنستے وقت یہ کتنی خوبصورت لگتی ہے "
— سلمان نے سوچا ۔
مگر — اس لمحے اس نے محسوس کیا جیسے نازو کے پیچھے — دور اس
کے تحت شعور کے پیچھے ایک ہستی گہری نظروں سے اس کی طرف گھور رہی ہو ۔

چاند ـــ!

وہ بیتاب ہوگیا

چاند ـــ میں تمہیں بھول بھی نہیں سکتا ـــ"

یہ کیسی آگ ہے ـــ جس کی آنچ مجھے جلائے دے رہی تھی ـــ مگر اس کی لو تم تک نہیں پہنچتی ـــ

تم نہ جانے کبھی مجھے یاد بھی کرتی ہو یا نہیں ـــ"

مگر

میں دن بدن تمہارا دیوانہ کیوں ہوا جا رہا ہوں ـــ"

وہ جھنجھلا گیا

اسے اپنے آپ پر غصّہ آنے لگا ـــ!

کیوں وہ اپنا آپ برباد کر رہا ہے ـــ!

نازو کہتی ہے کہ وہ شفایاب ہوگیا ہے

مگر وہ کیسے اسے بتائے کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ مریض ہے

اور اس کا مرض ـــ!

ـــ لا علاج ہے ـــ"

کینسر کے مرض کا تو یہ علاج ہے کہ کینسر زدہ حصّہ کو جسم سے کاٹ کر پھینک دیا جائے تو پھر وہ بھی کیوں نہ چاند کی یاد کو دل سے نکال کر پھینک دے۔!"

اور

اور

نازو

ہاں — نازو کیا بُری ہے

کیا بُرائی ہے اس میں

چاند سے کسی طرح کم ہے —!

کسی طرح بھی نہیں —"

تو وہ نازو کو کیوں نہ اپنا لے —!

" نازو —"

وہ بڑبڑایا

" جی —!"

نازو ہمہ تن گوش تھی

" آپ نے مجھے کبھی بھی اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا "

نازو کا کسی شاداب پھول ایسا چہرہ کھِل گیا

" آپ نے کبھی پوچھا ہی نہیں —"

وہ آہستہ سے آوازمیں بولی

" آپ کی امّی کہاں ہیں "

" جی وہ تو حیات نہیں ہیں —!"

" اچھا —!"

وہ حیرت سے بولا

" تو پھر آپ نے یہاں ان کا نام نیم پلیٹ پر کیوں کندہ کروایا ہے "

ایک بم تھا جو نازو پر پھٹا

"جی — وہ — وہ —!"

"مسز ایس عزیز اللہ کون ہیں — ؟"

"میں —!"

وہ آہستگی سے بولی

سلمان سکتے کے عالم میں نازو کو گھور رہا تھا

"اور آپ کے ہسبنڈ —!"

"وہ بھی حیات نہیں "

"اور وہ بچہ "

"ان کی پہلی بیوی سے ہے —!"

ساری بات سلمان کی سمجھ میں آگئی تھی

— تو نازو ایک بیوہ ہے —!"

خوبصورت — جوان — اور دولت مند —!"

جو اب تک اس سے کھیل رہی تھی —!

اس کے جذبات سے کھیل رہی تھی —!

عورت —!

اس کی روح چلا اٹھی —

مکاری تیرا شیوہ کیوں بن گئی ہے —!

"تو ہر قدم پر مجھے دھوکہ دیتی کیوں چلی آ رہی ہے -!"

نازو ــــ
سلمان کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر سہمی ہوئی تھی ــــ وہ سلمان کے دل کی کیفیت کا اندازہ بخوبی لگا سکتی تھی ــــ
اس کی رنگت تاریک ہوتی چلی گئی ــــ اور وہ ایک جھٹکے کے ساتھ اُٹھ بیٹھا ــــ!
اور پھر شاید اسے چکر سا آ رہا تھا ــــ
ــــ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے کھڑا تھا ــــ!
"سلمان ــــ صاحب ــــ!"
وہ بوکھلا کر اُٹھ کھڑی ہوئی
مگر دوسرے لمحہ سلمان دھڑام سے زمین پر گر چکا تھا
"سلمان ــــ سلمان ــــ!"
وہ اس سے لپٹ گئی
مگر وہ بیہوش ہو چکا تھا
اس نے جلدی سے نوکروں کو پکارا
بوڑھا مالی اور خانساماں دونوں دوڑے آئے اور پھر وہ اُن کی مدد سے سلمان کو اُٹھا کر اپنے بیڈ روم میں لے گئی ــــ
اس نے جلدی سے ڈاکٹر کو ٹیلیفون کیا ــــ اور جیسے ہی وہ بیڈ روم کی طرف لوٹی ــــ
سامنے نوید کھڑا اسے گھور رہا تھا ــــ!

"باجی — کیا ہوا ہے سلمان صاحب کو — !"

"وہ بیہوش ہو گئے ہیں — مگر تم ابھی تک کیوں جاگ رہے ہو —

جاؤ بیٹا — سو جاؤ — !"

اور نوید اپنے کمرہ میں چلا گیا

چند منٹوں کے بعد باہر کال بیل کی آواز آئی

یہ ڈاکٹر تھا — !

اس نے جلدی سے سلمان کا معائنہ کیا — اور انجکشن لگا دیا — !

مگر سلمان ہنوز بے ہوش تھا

"ڈاکٹر — ڈاکٹر صاحب —"

ناز دوسراسیمگی کے عالم میں بولی

"کیا ہوا ہے انہیں —"

"کچھ نہیں — ٹھیک ہو جائیں گے — !"

ڈاکٹر نے جواب دیا — !

"مگر یہ بیہوش کیوں ہیں —"

"ذہنی کشمکش کی بدولت نروس سسٹم اریگولر ہو گیا ہے — نقاہت

بھی عود کر آئی ہے — صبح تک ہوش آجانا چاہئے — انہیں مکمل آرام

کی ضرورت ہے — !

"ڈاکٹر نے کہا — !

"تو کیا — یہ یہیں رہیں — یا انہیں گھر لے جایا جائے — !"

نازو نے پوچھا — !

" میرے خیال میں آج کی رات تو یہیں رہ جائیں تو بہتر ہے — !

ڈاکٹر نے جواب دیا — !

اور پھر چند لمحوں بعد ڈاکٹر واپس جا چکا تھا — !

رات کے ڈھائی یا تین کا عالم تھا
پہاڑی سرد رات کتنی پُراسرار ہو سکتی ہے
اس کا اندازہ آج نازو کو پہلی دفعہ ہوا تھا ۔۔۔!
وہ اپنے کمرے میں کاؤچ پر پاؤں اکٹھے کئے سمٹی سمٹائی کمبل اوڑھے
غنودگی کے عالم میں بیٹھی ہوئی تھی
سلمان ابھی تک بیہوش پڑا تھا
اس نے اچھی طرح مخملی لحاف اس کے گرد لپیٹ دیا تھا
رات خاموش اور ویران تھی ۔۔۔ کسی بیوہ کی اجڑی ہوئی مانگ کی طرح'
کبھی کبھار آتشدان میں جلتی ہوئی خشک لکڑیوں کی چرچراہٹ رات کے
سناٹے کو درہم برہم کر دیتی تھی ۔۔!
" اوں ۔۔۔ اوں ۔۔!"
اس نے چونک کر دیکھا ۔۔۔

سلمان بے چینی کے عالم میں بڑبڑا رہا تھا
وہ لپک کر اس کے قریب پہونچ گئی ___!
اس غضب کی سرد رات میں بھی سلمان کا چہرہ پسینے سے شرابور ہو رہا تھا ___
"کون ہو تم ___؟"
وہ وحشت زدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا
"کیسی طبیعت ہے اب ___"
اس نے پیار سے بھرپور لہجے میں پوچھا
"کون ہو تم ___؟"
وہ تقریباً چلایا
نازو اس کے بدلے ہوئے لہجے اور تیور دیکھ کر سہم گئی
"میں ___ میں ہوں نازو ___!"
"نہیں ___ تم عورت ہو ___"
سلمان ہذیان کی کیفیت میں چلا رہا تھا ___
"مکار اور دغاباز عورت ہو ___ بھولے بھالے مردوں کو اپنے حسن کے جال میں پھانسنے والی ایک عورت ___ جس نے ہر بار میرا سکون لوٹا ہے!"
سلمان ___!"
"مت پکارو میرا نام ___ مجھے تم سے نفرت ہے ___ ازل سے نفرت ہے ___!"

"کیا کیا ہے میں نے —
— وہ بے بسی سے بولی
"کیا نہیں کیا ہے تم نے — تم مجھے صدیوں سے فریب دیتی چلی آئی ہو۔
تم میرے بیمار باپ کو چھوڑ کر چلی آئیں — وہ سینی ٹوریم میں سسک سسک
کر مر گیا — تمہیں پکارتا ہوا مر گیا —! مگر تمہیں ترس نہ آیا اپنے بچے پر بھی ترس
نہ آیا — میں تجھے پکارتا رہا — مگر تو مجھے روتا ہوا چھوڑ کر چلی گئی — صرف
اس لئے کہ میرا باپ دق کا مریض تھا اور تم ایک صحت مند عورت اور ایک امیر
خاندان کی باسی — تو نے ممتا کا گلا بھی گھونٹ دیا — عورت تو فریب
کی پتلی ہے — میں اب تیرے جال میں نہیں آؤں گا —!
تو کبھی رخشی بن کر آتی ہے —!
تو کبھی چاند بن کر میرا دوست مجھ سے جدا کرتی ہے —
کبھی بیوہ ہوتے ہوئے بھی ایک لڑکی کا روپ دھارتی ہے —!
" سلمان —!"

نازو رو دی —!

مت بہا یہ آنسو — مکار عورت — تو بھی اپنے بچے کو چھوڑ دے گی
— اپنی خوشیوں کی خاطر — اپنی جوان آرزوؤں کی خاطر — اپنے ارمانوں کی
خاطر — اور پھر
وہ بھی میری طرح تنہائیوں میں بھٹکتا رہے گا —!
زمانے بھر کی ٹھوکریں کھانے کے لئے

ازل سے محبت کا بھوکا رہے گا۔!

مگر سچی وفا اسے کبھی نہ میسر آئے گی ۔!

تیرے جیسی رنگ برنگی تتلیاں، اسے لبھانے کو چلی آئیں گی ۔!

مگر ــــ

سچا اور ابدی پیار اس سے کوسوں دور ہوگا ــــ!

کوسوں دُور ہوگا ــــ!

کوسوں دُور ہوگا ــــ!

اور سلمان پھر بیہوش ہوگیا ــــ نازو اس کے سرہانے بیٹھی زار و قطار

رو رہی تھی ــــ!

یہ کیسے آنسو تھے ــــ کس پر بہا رہی تھی وہ انہیں

اپنے محبوب کی تڑپ اور بے چینی پر

یا ــــ

اپنے جلے ہوئے نصیب پر ــــ

چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں اس کی سماعت میں ایک لطیف سی موسیقی

کا تاثر پیدا کر رہی تھیں ــــ

غنودگی کے عالم میں اس نے کروٹ بدلنے کی کوشش کی ــــ تو کوئی

کھردری سی چیز اس کے بدن سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہوئی ــــ

اس نے آنکھیں کھولیں — تو وہ کاؤچ کی ہتھی پر تقریباً اوندھی — گری تھی —

اس نے اپنے حواس کو یکجا کر کے اپنے گرد ماحول کا جائزہ لیا تو ہر بات اسکی سمجھ میں آگئی تھی — رات کا واقعہ اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا اس نے نظریں گھما کر بیڈ کی طرف دیکھا — تو بیڈ خالی تھا

سلمان کہاں گیا — ؟

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی

" خانساماں — مالی — ارے کوئی ہے — ؟"

وہ پکارتی ہوئی کمرے سے باہر نکل آئی

" جی — مالکن — "

سامنے خانساماں مؤدبانہ انداز میں کھڑا تھا

" وہ — سلمان صاحب — کہاں گئے — ؟"

" جی — وہ تو — "

— مالی بتا رہا تھا

" صبح ہی صبح باہر چلے گئے — !"

نازو کی تشویش سلمان کے بارے میں بڑھتی گئی — !

وہ جلدی سے اپنے گرد ایک گرم شال لپیٹے سلمان کے گھر کی طرف لپکی سامنے ہاتو کھڑا پودوں کو پانی دے رہا تھا —

" ہاتو — !

" سلام بی بی جی —"

ہاتو نے اسے دیکھ کر ہاتھ اپنی پیشانی تک لیجاتے ہوئے کہا

" ہاتو — سلمان صاحب کہاں ہیں —؟

" کیا بات ہے ہاتو — کون ہے؟"

— یہ سلمان کی آواز تھی — جو اس کی آواز سُن کر ہاتھ میں صبح کا اخبار لئے باہر نکل آیا تھا —!

" اوہ آپ —!"

نازو نے اطمینان کا سانس لیا

" آپ صبح ہی صبح بغیر اطلاع کے ہی چلے آئے — میں تو گھبرا ہی گئی تھی ۔"

" جی —"

سلمان نے کہا — پھر قدرے توقف کے بعد بولا

" آیئے تشریف لایئے —!"

اور نازو اس کا موازنہ رات والے سلمان سے کرتی ہوئی اس کے ساتھ اندر ہو لی —!

" صبح جب میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو آپ کے کمرہ میں پایا ۔ کیا ہوا تھا مجھے —؟"

سلمان نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا —!

وہ بھی اس کے سامنے والے کاؤچ پر بیٹھ گئی —!

" تو کیا — آپ کو کچھ بھی یاد نہیں —؟"

اس نے حیرت سے پوچھا

"بس اتنا یاد ہے کہ مجھے چکر سا آیا ــــ اور پھر صبح جب میری آنکھ کھلی تو ــــ میں آپ کو بتا ہی چکا ہوں "

"آپ سچ کہہ رہے ہیں ــ!"

ــ نازو نے اچنبھے سے پوچھا

"جھوٹ کہنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے ــ؟"

ــــ وہ انتہائی سنجیدگی سے بولا

"ہوں ــ!"

"آپ نے بتایا نہیں ــــ کہ میرے بیہوش ہونے کے بعد کیا ہوا "

"ہم نے آپکو بیڈ پر لے جا کر لٹا دیا "

"ہم نے ــ!"

"میں اور میرے ملازمین نے ــــ اور پھر ڈاکٹر آیا ــــ تمام رات آپ بیہوشی میں بڑے بے چین رہے ــــ پھر میری آنکھ لگ گئی ــ اور صبح آپ غائب تھے ــــ!

"اوہ ــ!"

"مگر ایکا ایکی آپ کو ہو کیا گیا تھا ــ؟"

"یہ تو مجھے بھی پتہ نہیں ــ!"

سلمان نے دھیمے سے لہجہ میں جواب دیا

"بس ایک چکر سا آیا ــــ اور پھر مجھے کچھ یاد نہیں "

"ایسا لگتا تھا — جیسے آپ کے ذہن پر کوئی بہت بڑا بوجھ ہے۔"

"کیا مطلب —؟"

— سلمان چونکا

"آپ رات بیہوشی کے عالم میں بہت پریشان نظر آرہے تھے۔"

اور

اور — نہ جانے کیا کیا کہہ رہے تھے —!

"کیا کہہ رہا تھا —!"

سلمان اسے بے بسی سے دیکھتا ہوا بولا

"کچھ سمجھ نہیں آیا —"

— وہ بات چھپا گئی

مگر سلمان اُلجھ کر رہ گیا

ہانو نے ناشتہ میز پہ لگا دیا تھا — اور وہ اُٹھ کر ڈائینگ روم کی طرف چل دیئے —!

٭

اتوار کے روز چاند کی دو سہیلیاں ایسٹ افریقہ سے آئی ہوئی تھیں

زرینہ اور نادرہ ــــ!

ــــ دونوں بہنیں تھیں ــــ اور وہاں کے ایک کروڑ پتی مسلمان بزنس

مین کی بیٹیاں ــــ ماں چھوٹی عمر میں ہی چھوڑ کر دوسرے جہاں کو رخصت ہوئی

تھیں ــــ لہٰذا انہیں باپ نے ہی دونوں رول ادا کرکے پالا تھا ــــ

نتیجتہً لاڈ پیار دونوں کو ورثہ میں ملا تھا ــــ

ٹھیک ٹھاک ناک نقشہ اور خوبصورت گدرائے ہوئے بدن پر ہلکی

سی نمکین کمپلیکشن اور اس پر طرّہ یہ کہ قد بھی بے حد موزوں ــــ!

دونوں کسی بھی نوجوان کا دل موہ لینے کے لئے کافی تھیں ــــ!

ایک لارج گروپ کی شکل میں تمام کی تمام پارٹی آج کلفٹن گئی ہوئی تھی۔

چھوٹے جمیل کے تو آج وارے نیارے تھے ــــ اسے سمجھ نہیں آرہی

تھی کہ وہ اپنا ننھا سا دل کس پر نچھاور کرے زرینہ پہ یا نادرہ پہ ــــ

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

—— دونوں ہی بہت سپورٹنگ تھی

زرینہ نے بیل باٹم میں پیلی اور سُرخ دھاریوں والا سوٹ زیب تن کیا تھا جو اس کے کافر بدن پر چپک کر رہ گیا تھا اور وہ ایک عجیب فتنی سے کم نظر نہیں آ رہی تھی ——

—— اور نادرہ نے گہرے نیلے سلیکس پر اسے شیپ کا اور پیچ کلر کا کرتہ زیب تن کئے ہوئے تھا —— جو کہ اس کے حسنِ لباس کے سلیقہ کا نادر نمونہ تھا!

چاند نے سفید سلیکس پر سفید ہی پیلے بوائے شرٹ پہنی ہوئی تھی جو اس کی شہابی رنگت پر خوب پھب رہی تھی —— اور زرین بھی بیل باٹم میں کوئی پھول دار قسم کی چیز سے آراستہ تھی ——

چاروں کا حُسن کسی کندن کی طرح دمک رہا تھا —— !

اسرار اور چھوٹا جمیل کامبینیشن میں تھے

اور ظفر نے پتلون پر براؤن کلر کی امپورٹڈ جرسی زیب تن کی ہوئی جو اس سے بہت سج رہی تھی —— !

زرینہ اور نادرہ دونوں ہی ظفر پر نچھاور ہوئی جا رہی تھیں اور ظفر اُن کو اُن ہی کے ممالک کے دلچسپ واقعات سُنا رہا تھا —— !

" ہاؤ ونڈر فل —— مسٹر ظفر آپ تو کمال ہیں —— آپ کس خوبصورتی سے ایسٹ افریقہ کے واقعات ہمیں ہی سُنا رہے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم خود وہاں کے لیئے ابھی تک اجنبی ہی رہے ہوں ——"

زرینہ کہہ رہی تھی ۔۔۔!

اور چھوٹے جمیل کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے جنگل کی کسی بنگال ٹائیگرس کی زبان میں صوفیہ لارن اپنے اٹیلین ایکسنٹ میں بول رہی ہو ۔۔۔!

یا پھر ایسو کمپنی کا وہ اشتہار ۔ جو ٹیلیویژن پر روز دکھایا جاتا ہے ۔

زرینہ نے چاند کو ٹہوکا دیتے ہوئے اس کی توجہ چھوٹے جمیل کی طرف مبذول کرائی ۔۔۔!

" اری ۔۔۔ ذرا دیکھ تو ۔۔۔ یہ تو گیا کام سے ۔"

چاند نے دیکھا کہ زرینہ تو ظفر سے محو گفتگو تھی اور چھوٹا دنیا جہاں سے بے خبر اپنے ہونٹوں پر ایک انتہائی مضحکہ خیز مسکراہٹ جمائے زرینہ میں کھویا ہوا تھا ۔۔۔

جیسے بھرے ہوئے کلفٹن میں دونوں تنہا رہ گئے ہوں ۔۔۔

" جمیل صاحب ۔۔۔!"

چاند بولی

" جی ۔۔۔ جی ۔۔۔!"

۔۔۔ چھوٹا ہڑبڑا کر بولا

" کیا ہو رہا ہے ۔۔۔؟"

۔۔۔ چاند نے بڑے رازدارانہ انداز میں سرگوشی کی

اور چھوٹا شرما گیا ۔۔۔ اور اختر اس کی اس ادا پہ بہت محظوظ ہوئے نادرہ بھی اٹھ کر ان کے قریب آ گئی ۔

"کیا ہو رہا ہے ۔۔۔ ؟"

۔۔۔ اس نے بھی آتے ہی یہ سوال کیا اور تمام محفل گلنار ہو گئی

چھوٹے کی خفت میں مزید اضافہ ہو گیا ۔۔۔ اور وہ مزید سُرخ نظر آنے لگا ۔۔۔ !

"جمیل صاحب ۔۔۔ کیا آپ کوئی میک اَپ استعمال کرتے ہیں"

نادرہ نے اس کی سُرخ و سفید رنگت سے متاثر ہوتے ہوئے کہا ۔۔۔ !

"جی نہیں ۔۔۔ !"

۔۔۔ وہ شرما گیا

"بالکل نہیں ۔۔۔ ؟"

۔۔۔ نادرہ نے حیرت سے دریافت کیا

"جی بالکل نہیں ۔۔۔ بالکل نہیں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ ہاں وہ کبھی کبھار پاؤنڈز کریم استعمال کر لیتا ہوں ۔۔۔ !"

۔۔۔ نادرہ نے ہنستے ہوئے کہا

"جی ہاں ۔۔۔ پاؤنڈز وینشنگ ۔۔۔ !"

چھوٹے نے اپنی جانب سے نہایت ہی مہذب جواب دیا تھا

۔۔۔ اور ہنسی کا فوارہ تمام محفل کو لالہ زار بنا گیا

نادرہ نے ہنستے ہوئے چھوٹے جمیل کی طرف دیکھا

"آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں ۔۔۔ !"

اور چھوٹے کو اپنا سانس سینے میں اٹکتا ہوا محسوس ہوا وہ نادرہ کی آنکھوں

کے کئی پیام پڑھ گیا

ہوئی ــــ ہوئی ــــ آخر ہوئی متاثر ــ

ــــ اس نے سوچا

" دلچسپ ــــ "

اختر بولا

" بیحد دلچسپ ــــ مس نادرہ کیا بتاؤں ــــ " چھوٹا بذات خود ایک عجوبہ ہے ــــ ابھی تو آپ ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتیں "

" اچھا ــــ ! "

" جی ہاں صرف یہ ہی میرے بارے میں جانتا ہے ــ "

ــــ چھوٹا جل کر بولا

ظفر اور زرینہ بھی آ کر ان میں شامل ہو گئے تھے ــ

" بھئی کیا ہو رہا ہے ــــ ! "

ــــ ظفر نے پوچھا

" آیئے ــــ آپ کی کسر باقی ہے ــ "

ــــ چھوٹا جلا بھنا بیٹھا تھا

" ارے بھئی میں نے کونسا تمہاری دم پر پاؤں رکھ دیا ہے ــ "

ظفر نے شکایتاً کہا

" نہیں ظفر اس جرم کا مرتکب تو میں ہوا ہوں ــــ کیوں چھوٹے ــــ ؟ "

ــــ اختر بولا

" بالکل —"

— لاشعوری طور پر چھوٹے جمیل کے منہ سے نکل گیا

— اور ہنس ہنس کر سب کا بُرا حال تھا — !

" چھوٹا بہت دلچسپ آدمی ہے — ایک دفعہ کا ذکر ہے —"

" ظفر — ظفر — سوچ سمجھ کے —"

— چھوٹے نے ظفر کی بات اُچک لی

" ایسا نہ ہو کہ تمہیں پچھتانا پڑے —"

" ورنہ تم کیا کر لو گے — ؟"

— اختر نے شہ دی

" میں اس کا وہ قصہ سناؤں گا — جب اس نے مجھ سے فراڈ کیا تھا — !"

" کون سا فراڈ — ؟"

— ظفر نے پوچھا

" وہی ریلوے ٹکٹ والا —"

— اور اختر ایک قہقہہ مار کر ہنسا

" لیڈیز اینڈ جنٹلمین — یہ دردناک قصہ میں آپ سب کو سناتا ہوں۔
اور بتاتا ہوں کہ ظالم ظفر کس طرح غریب چھوٹے کے دس روپے ہضم کر گیا تھا۔
کیوں چھوٹے بتاؤں سب کو — ؟"

" ہاں ہاں ضرور بتاؤ تاکہ پتہ چلے کہ یہ یار کم اور یار مار زیادہ ہے —"

" چھوٹے خدا کے واسطے ذلیل و خوار ہونے سے بچ جا —"

ظفر نے آخری وارننگ دی

مگر چھوٹا کہاں ماننے والا تھا۔ !

" بتاؤ نہ اختر ورنہ میں خود بتاتا ہوں ۔"

" بتاتا ہوں ۔ میں بتاتا ہوں ۔ ہاں تو صاحبو بہت دنوں کی بات ہے چھوٹا جمیل اور ظفر دونوں کالج میں اکٹھے پڑھا کرتے تھے کوئٹہ جیسے ننھے مُنّے سے شہر میں رہتے تھے ۔ دونوں نے مل مل کر پیسے جوڑے اور کراچی کی زیارت کی ٹھانی۔ بالآخر وہ دن بھی آن پہنچا کہ جب یہ دونوں بوریا بستر باندھے کراچی کے سفر کو روانہ ہوئے ۔

۔ چھوٹے نے ظفر کو اپنے ٹکٹ کے بھی پیسے دیئے اور دو عوامی ٹرین کے ٹکٹ خرید لایا۔ عوامی کا ٹکٹ غالباً پچیس روپے کا آتا تھا اور اُنھوں نے غلطی سے پینتیس وصول کر لئے ۔"

" دیکھو ۔ دیکھو ۔ تم ظفر کی حمایت کر رہے ہو ۔"

چھوٹے نے احتجاج کیا

" واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ۔ ظفر نے دھوکے سے پینتیس وصول کر لئے اب تمام راستہ ظفر کو یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ چھوٹے کے دس روپے اس کی جیب میں ہیں اگر کہیں چھوٹے کو پتہ چل گیا تو قیامت آ جائے گی لہٰذا اس نے دوران سفر چھوٹے کو کوئی پیسہ خرچ نہ کرنے دیا ۔ دونوں عزیز دوست خوش خوش کراچی آئے اور سیر و تفریح میں مگن ہو گئے ۔ !

مگر دوسرے ہی دن بے چارے چھوٹے کو ٹیلیگرام ملا کہ وہ فوراً واپس کوئٹہ

پہنچے — چار و ناچار بے چارہ چھوٹا — اپنا بوریا بستر باندھے کوئٹہ کے لئے روانہ ہوا — ہم دونوں اسے اسٹیشن چھوڑنے آئے — مگر ظفر سے بعید چوک ہوگئی — وہ یہ کہ اس دفعہ ٹکٹ لینے چھوٹا خود گیا — !

چھوٹا جب ٹکٹ لیکر آیا — تو اس کا رنگ کسی آبنوسی لکڑی کی طرح سیاہ ہو رہا تھا — غصہ سے اس کی آنکھیں شرارے برسا رہی تھیں اور قد بھی کچھ لمبا ہو رہا تھا — جو شائد اس کے اکڑ کر چلنے کی وجہ رہا ہو اس نے آتے ہی ظفر کو گریبان سے پکڑا — اور بولا

"تم کو شرم نہیں آتی —"

چھوٹے کی مہین آواز ناک سے نکلتی ہوئی تمام ریلوے اسٹیشن میں گونج گئی —

"کیوں — ؟"

ظفر نے گھبرا کر جواب دیا

"عوامی کا ٹکٹ کتنے کا آتا ہے —"

— چھوٹے کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا

ظفر بے چارہ سر سے پاؤں تک لرز گیا — مگر آفرین ہے اس پر کہ یہ فوراً سنبھل گیا — !

"کتنے کا آتا ہے — ؟"

ظفر نے الٹا سوال کر دیا — !

"پچیس کا — !"

"تمہارا دماغ خراب ہے —"

"دیکھ لو — !"

چھوٹے نے ٹکٹ دکھایا

"دیکھوں تمہارا سر — تمہیں اتنا بھی علم نہیں کہ کوئٹہ ساڑھے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے جہاں کے لئے ریلوے کے محکمہ کو تین انجن لگانے پڑتے ہیں اگر انہوں نے کراچی سے کوئٹہ کے لئے دس روپے زیادہ لے لئے تو کونسا آسمان سر پر گر پڑا —

ظفر یہ سب کہہ رہا تھا — اور میں دل ہی دل میں ظفر کو کوس رہا تھا کہ یہ کیا بکواس کر رہا ہے۔ ایک تو ریلوے کے کرائے میں فرق ہوتا ہی نہیں اور دوسرے اگر کرایہ زیادہ لگے بھی تو کراچی سے۔ نہ کہ کوئٹہ سے جہاں سے آتے وقت اترائی ہی اترائی ہوتی ہے — ! اور پھر چھوٹا اتنا بے وقوف ہرگز نہیں کہ ظفر کی اس بات میں آجائے —"

"مگر — !"

"مگر کیا — ؟"

سب نے یک زبان ہو کر پوچھا

چھوٹا کچھ دیر غصہ آور نگاہوں سے ظفر کو گھورتا رہا اور آخر ایک دل کش سی مسکراہٹ اس کے حسین لبوں پر کھیل گئی — اور یہ بولا

"مجھے معلوم تھا — میں تو یونہی تمہیں آزما رہا تھا — !"

تمام فضا قہقہوں سے گونج اٹھی — اور چھوٹا کوکا کولا کی بوتل اٹھا کر اختر کو مارنے دوڑا۔ اور اختر — اس سے بچتا — پھلا نگتا اُدھر اِدھر دوڑ رہا تھا — ! ❊

لوئی جی بھی پہونچ گیا تھا ـــ

پہلے تو سب جبیس پیلے ہاؤس میں چلے گئے ـــ وہاں کوئی ایک گھنٹہ اودھم مچانے کے بعد سب نے وہیں سیلف سروس ریسٹورنٹ میں ڈٹ کر کھانا کھایا۔ سب پے منٹ اختر نے کی ـــ اور پھر یہ تمام کا تمام قافلہ سمندر کے کنارے کی طرف چلا ـــ

کلفٹن کی اونچی اور لمبی سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ ساحل سمندر کی طرف گامزن تھے ـــ لوئی جی میڈی ٹرینین کے بارے میں بتاتا جا رہا تھا اور زرین اور چھوٹا بڑے انہماک سے اس کی باتیں سن رہے تھے

زرینہ اختر سے محو گفتگو تھی ـــ!

نادرہ ظفر کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی ـــ!

اور

چاند

ان سب سے الگ تھلگ چلی جا رہی تھی
اپنے آپ میں مگن
ظفر نظریں بچا کر اسے دیکھ رہا تھا
چاند کے چلنے کا انداز غضب کا تھا ــــ وہ ایسے چل رہی تھی جیسے ہوا
کے دوش پر اڑتی جا رہی ہو ــــ
یا پھر کسی شفاف جھیل میں بہتی چلی جا رہی ہو ــــ!
چاند الگ الگ رہنے لگی تھی ــــ ظفر نے محسوس کیا
کسی کے دل کی اندرونی کیفیت تو خدا جانے مگر
چاند اسے بدلی بدلی نظر آرہی تھی ــــ!
اس کا چلبلا پن ــــ ہنسی مذاق ــــ وہ نہیں رہا تھا
پہلے اس کی آنکھ کی ایک ایک جنبش کسی کو الجھانے کے لئے کافی تھی
مگر
اب ایسا لگتا تھا جیسے وہ خود الجھ گئی ہو۔
اس کی محنت شائد رائیگاں نہ جائے ــــ!
"ظفر ــــ"
ــــ اس نے دل میں کہا ــــ
"کچھ دیر اور دل پر جبر کر جا ــــ دیکھ شائد تیری قسمت کا آفتاب
جلد ہی طلوع ہو جائے ــــ"
اور وہ

—— آنے والے لمحات کے تصوّر میں مگن سیڑھیاں اُترتا رہا —!
چلتے چلتے ایک سیڑھی پر اس کا پاؤں اُلٹا پڑا —!
اور وہ لڑھکتے لڑھکتے بچا —— اگر نادرہ اس کا ہاتھ نہ تھام لیتی تو شائد
وہ لڑھک جاتا ——!
اور اسی لمحہ اس نے دیکھا
کہ چاندکی گھورتی ہوئی نظریں ان دونوں کو ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے
دیکھ رہی تھیں ——
ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی
اور اس نے نادرہ کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کر دی ——
نادرہ نے بھی ہولے سے اس کا ہاتھ دبا دیا اور اسے بڑے دلکش انداز
میں دیکھکر مسکرا اُٹھی ——!
ظفر نے کنکھیوں سے چاند کی طرف دیکھا —— تو وہ تلملا کر رہ گئی —!
وہ نظر نیچی کئے ہنستا ہوا کچھ گنگنانے لگا
—— اور چاند پاؤں ٹپکتی ہوئی دُور تک سیڑھیاں اُترتی چلی گئی —!
کلفٹن پر ساحل کے قریب ایک پُرانی وضع کی موٹی موٹی اینٹوں کی دیوار بنی
ہوئی تھی —— جو سمندر اور کلفٹن کو آپس میں منقطع کرتی تھی —— پاس ہی چند پیشہ ور
گھوڑوں والے موجود تھے ——!
"گھوڑ سواری کریں گی —— بی بی جی ——؟"
—— ایک گھوڑے والا آگے بڑھکر رزینہ سے مخاطب ہوا ——

" گھوڑ سواری ـــــ ضرور ـــــ "

اور پھر زرینہ ــــ لوئی جی ـــــ اور چھوٹا جمیل ــــ تینوں ایک ایک گھوڑا

لیکر اس پر سوار ہو گئے ــــ

زرینہ اور لوئی جی تو پھرتی سے گھوڑوں پر سوار ہو گئے مگر چھوٹے جمیل کو اپنے منحنی قد ہونے کی وجہ سے گھوڑے پر سوار ہوتے وقت دشواری پیش آئی لیکن جیسے تیسے کر کے وہ بھی بالآخر سوار ہو ہی گیا ـــــ

پھر اختر اور زرین دونوں نیچے سمندر کے کنارے کی جانب ہو لئے ظفر نے بھی ادھر کا رُخ کرنا چاہا مگر نادرہ نے اسے روک دیا ۔

" او سویٹ ظفر ـــــ یہیں پر سمندر کے دیو سے لطف اندوز ہوتے ہیں "

ظفر نے چاند کی طرف دیکھا ـــــ !

ـــــ مگر وہ ان کی طرف دیکھے بغیر اِک شانِ بے نیازی سے نیچے ساحل پر چلی گئی ۔

نادرہ ظفر کو ایسٹ افریقہ کا کوئی واقعہ سُنا رہی تھی

مگر

ظفر کی نگاہیں دور نیچے جاتی ہوئی چاند کا تعاقب کر رہی تھیں ـــــ ؟

آفتاب اپنے تین پہر پورے کر کے اپنی آخری منزل شام کی طرف گامزن تھا

کلفٹن کا تمام ماحول پُرہول پُراسرار حد تک رومان آلود ہو رہا تھا

سورج کی میٹھی میٹھی کرنوں کی سنہری چادر نیلے سمندر کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے بیتاب ہو رہی تھی ۔

اس ملگجے میں سفید سلیکس اور سفید ہی شرٹ میں وہ جاتی ہوئی چاند ایسے لگ رہی تھی ــــ !

جیسے

سنہرے بادلوں میں نور کی ایک کرن

اس کے مرمریں پیکر پر اس کے تراشے ہوئے سنہری بال جو ہوا کے لطیف جھونکوں کے بار سے اس کے کاندھوں پر آرٹے اُڑے جا رہے تھے ــــ !

وہ اس کے حسن و جمال پر فنا ہو کر رہ گیا ــــ !

کوئی اگر اس سے اس لمحہ پوچھتا کہ کائنات کی خوبصورت ترین چیز کیا ہے۔!"

تو لاشعوری طور پر اس کی زبان سے ایک ہی لفظ نکلتا ــــ !

چاند ــــ !

اس نے اپنی آنکھیں موند لیں تاکہ وہ اس سہانے اور دلفریب منظر کو مقید کر لے ــــ !

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ــــ !

"آپ کہاں کھوئے ہوئے ہیں ــــ ؟"

نادرہ اسے جھنجھوڑ رہی تھی

وہ چونک گیا ــــ اور پھر مسکرا کر بولا

"منظر بڑا دلفریب تھا ــــ !"

"اوہ یس ــــ ویری رومانٹک ــــ"

ــــ نادرہ اس کا بازو دباتے ہوئے بولی

اور وہ بس مسکرا کر رہ گیا
شائد نادرہ کی بے حیائی پر ۔۔۔"

چاند اپنے خیالوں میں مگن سمندر کے قریب دُور تک چلتی رہی اور پھر اسے سمندر کا نرم نرم پانی اپنے پاؤں سے ٹکراتا ہوا محسوس ہوا
اس لطیف سے لمس نے اسے بہت محظوظ کیا ۔۔۔!
وہ دور تک پانی میں چلتی گئی
پانی اب اس کے گھٹنے گھٹنے تک تھا ۔۔۔۔ ایک لہر آئی اور وہ تقریباً پانی میں نہا گئی ۔۔۔!
وہ مسکرا دی
مٹزی گینز پھر سے مشعلِ راہ بن کر اس کے سامنے آگئی تھی ۔۔۔!
پانی کے لمس سے اس کے جلتے ہوئے بدن کو قدرے سکون محسوس ہوا۔!
دور مٹیالے مٹیالے بادلوں میں سورج اپنا آپ چھپانے کی ناکام سعی کر رہا تھا۔
بالکل اسی طرح جس طرح وہ ظفر کے خیال کو اپنے دل سے نکالنے کی ناکام سعی کر رہی تھی ۔۔۔!
مگر ظفر کو کیا ہو گیا تھا
وہ اوچھی حرکات پر کیوں اتر آیا تھا ۔۔۔ وہ یقیناً اسے تنگ کر رہا ہے۔
مگر کیوں ۔۔۔؟

کیوں وہ اسے تنگ کرتا ہے۔
یہ تو وہ جانتی تھی کہ وہ اتنا گرا ہوا ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ کہ نادیدہ اور زرینہ
ایسی حیا سے عاری لڑکیوں سے یوں گھل مل جائے
کم از کم وہ پہلے تو ایسا کبھی نہ تھا
تو پھر وہ یہ سب کیوں کر رہا ہے۔
صرف اسے تنگ کرنے کے لئے۔
محض اسے ستانے کے لئے۔
اس نے اپنی آنکھیں موندلیں اور اپنا سر پیچھے کو جھٹک دیا۔
ہلکے ہلکے ہوا کے نم دار جھونکے اس کے کان کی سُرخ لَو اور شہابی رخساروں
سے کھیل رہے تھے۔
دل اور دُنیا کی اس کشمکش میں وہ اُلجھ گئی تھی۔!
دل سرکشی پر آمادہ تھا
تو
دُنیاوی شرم وحیا کے تقاضے اس کی آرزؤں کے مانع تھے
دل کہتا تھا اپنے محبوب کے قدموں سے لپٹ جا
تو
دُنیا سب کی نظروں سے گر جانے کا خوف دلا رہی تھی
ذہنی کشمکش کی اس رسّہ کشی میں وہ اپنے گرد و پیش سے بے خبر اپنی سوچ
میں غرق تھی۔ کہ کسی نے اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

اس نے چونک کر اپنی آنکھیں کھول دیں

سامنے ظفر کھڑا تھا ___!

وہ چند ثانیوں کے لئے بھیگی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی ـ!

ایک دلکش سی مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر سجائے وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا ___!

ان آنکھوں میں کیا جادو تھا

اس کا دل چاہا کہ وہ اس کے سینے سے لگ جائے ـ

اس دیوانگی میں اپنے دل کی آرزو پوری کرے۔

مگر

اس سے پہلے کہ وہ کسی ایسے عمل کی مرتکب ہوتی

ظفر کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی

" آپ بہت گہرائی میں چلی آئی ہیں ـ"

وہ اکھڑی اکھڑی سانسوں اور کھوئی کھوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی

" اگر پانی کی لہر بہالے جاتی تو ___؟"

___ وہ اپنائیت سے کہہ رہا تھا

چاندنے اس انداز سے ظفر کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہو

" تو کیا ہوتا ___؟"

" چلئے واپس چلیں ___ اختر آپ کے بارے میں پوچھ رہا تھا ـ"

وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے واپس لا رہا تھا ___!

اور

وہ

خاموش شرمائی لجائی چوکھٹی کی دلہن کی مانند اس کے ساتھ چلی آرہی تھی

چاند بی بی ۔۔۔ !

اختر نے اسے دور سے دیکھکر ہانک لگائی

" بھئی ۔۔۔ کہاں چلی گئی تھیں ۔۔۔؟"

" ڈوبنے کا ارادہ تو نہیں تھا ۔۔۔ !"

۔۔۔ زرّین نے گرہ لگائی ۔

" میرا بھی یہی قیاس تھا ۔۔۔ "

۔۔۔ ظفر نے ٹیپ کا بند لگا دیا

اور اس نے ایک زخمی سی نظر اس پر ڈالی ۔۔۔ ظفر اسے دیکھتا کا دیکھتا

رہ گیا ۔

وہ اپنے کمرہ میں اپنے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی آج کے گزرے

ہوئے واقعات پر غور کر رہی تھی ۔۔۔

ظفر کے حرارت سے بھرپور ہاتھوں کا لمس کسی چھاپ کی مانند اس کے

ہاتھوں پر چپک کر رہ گیا تھا ۔۔۔

وہ دیر تک اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی اور پھر جذبات سے مغلوب

ہوکر اس نے اُن پر اپنے پھولوں کی پتیوں ایسے لب رکھ دیئے۔
کسی کھٹکے سے دل کا چور بدک گیا ــــ اور اس نے خوفزدہ سی نظروں سے
اپنے چاروں طرف دیکھا ــــ
کوئی نہ تھا ــــ!
وہ اپنی اس دیوانگی پر مسکرا دی
سامنے آئینے میں اس کا عکس قمقمے کی روشنی میں مسکراتا ہوا اس سے اٹھکیلیاں
کر رہا تھا ــــ
اس کی آنکھیں خمار آلود ہوگئیں
آج وہ خوش تھی ــــ
بہت خوش ــــ
اس نے اپنے سراپے پر ایک نظر ڈالی ــــ اس کے سلیکس گرد آلود ہو
رہے تھے ــــ
اس نے ایک تو پر شکن انگڑائی لی ــــ
اور پھر کپڑے بدلنے میں مصروف ہوگئی ــــ!
رات کو وہ جی بھر کر سوئی ــــ
کتنے ہی عرصہ بعد اسے اتنی گہری نیند میسر آئی تھی ــــ صبح اٹھ کر معمول کے
مطابق ناشتے سے فراغت پا کر وہ لکھنے بیٹھ گئی ــــ اور کتنے ہی صفحات
لکھ ڈالے ــــ
وہ آج بڑے خوشگوار موڈ میں تھی

مسز رحمن ایک دو دفعہ اس کے کمرہ میں آئیں اور اسے شاد و شاداب دیکھ کر اس کی بلائیں لیتی ہوئی چلی گئیں ــــ

زرّین کا ٹیلیفون آیا ــــ مگر اس نے آج اسے بھی ٹال دیا ــــ

ــــ اس نے کہہ دیا تھا کہ آج وہ لکھنے کے موڈ میں ہے اور جب زرّین نے یہ دریافت کیا تھا کہ وہ کون سے پڑاؤ پر پہنچی ہے تو اس نے بتا دیا تھا کہ اس کے ناول کا ہیرو اس کی ہیروئن کے بہت قریب آ گیا تھا اور اس کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ بھی لایا تھا ــــ!

بادل آج گھٹا بن بن کر آسمان پر منڈلا رہے تھے ــــ مگر شاید ابھی تک انہوں نے برسنے کی نہ ٹھانی تھی ــــ

سہ پہر کے فوراً بعد ہی شام گہری ہو رہی تھی ــــ مگر وہ اپنے گرد و نواح سے بے خبر لکھ رہی تھی ــــ

اچانک کمرہ میں روشنی ہوئی ــــ

کسی نے لائٹ سوئچ آن کر دیا تھا

اس نے دیکھا سامنے ظفر کھڑا مسکرا رہا تھا

اس کے ہاتھ میں ایک پیکیٹ بھی پکڑا ہوا تھا

اس کے دل کی دھڑکن اپنی رفتار سے کئی گنا بڑھ گئی

"کمال ہے ــــ میں آپ کو ہر جگہ ڈھونڈتا رہا اور آپ ہیں کہ یہاں پر اندھیرے میں چھپی بیٹھی ہیں "

چاند کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اس کے کانوں میں شہد آگیں

رس گھول رہا ہو —
"آپ آج جلدی نہیں آ گئے —!"
— بالآخر وہ بولی
"کام جلدی ختم ہو گیا — جلدی آگیا"
— اس نے کندھوں کو جھٹکتے ہوئے کہا
"ہاں — یہ لیجئے —!"
"یہ کیا ہے —؟
اس نے ایک ادائے ناز سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا
"خود ہی دیکھ لیں"
چاند کو ایسا لگ رہا تھا — جیسے اس کا دل دھڑک دھڑک کر سینے سے باہر گر پڑے گا
"لیجئے نا"
— ظفر کہہ رہا تھا
اس نے بڑھ کر لرزتے ہاتھوں سے وہ پیکیٹ تھام لیا — اور پھر وہ پیکیٹ کھولنے میں مصروف ہو گئی —!
یہ ایک پہاڑی لباس تھا — جس پر شیشیوں اور رنگ برنگے دھاگوں سے ایمبرائیڈری کا کام ہوا ہوا تھا —
وہ ظفر کے حسنِ انتخاب پر مسکرا دی
"شکریہ —!

اس کی پلکیں بوجھل ہوتی جارہی تھیں

"شکریہ میرا نہیں سلمان کا ادا کریں ۔۔۔!"

۔۔۔ وہ بولا

"سلمان ۔۔۔!"

۔۔۔ اس نے حیرت سے کہا

"جی ہاں ۔۔۔ یہ پیکیٹ اس نے مجھے یہاں آنے سے پہلے دیا تھا مگر میں
آپ کو دینا بھول گیا تھا ۔۔۔!

ظفر نے کہا ۔۔۔!

ایک زلزلے کی سی کیفیت چاند پہ طاری تھی

۔۔۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے چاروں اطراف سینکڑوں عمارتیں
گر گئی ہوں اور وہ ان کے ٹن ہا ٹن ملبے کے نیچے دب گئی ہو ۔

وہ جھلا اٹھی ۔۔۔

ظفر ایک دفعہ پھر اسے بیوقوف بنا گیا تھا ۔۔۔!

پچھلے چند دنوں سے چاند کے معمول میں فرق آگیا تھا

نہ وہ پہلے سے بھڑکیلے لباس ـــ

نہ کوئی سیر و تفریح

اور

نہ ہی دوست واحباب سے ملاقاتیں ـــ

کلب گئے ہوئے بھی اسے ایک عرصہ ہوگیا تھا

زرینہ اور نادرہ واپس ایسٹ افریقہ جا چکی تھیں ـــ!

زرین کبھی کبھار چلی آتی اور پھر وہ بھی زیادہ دیر نہ ٹھہرتی ـــ!

شائد چاند کے اس رویے سے اُکتا کر لوٹ جاتی ہو

چاند کی زندگی میں ایک جمود سا طاری ہوگیا تھا ـــ!

کسی ہنگامے کو اس کی زندگی سے دُور کا واسطہ نہ رہا ـــ

وہ اپنا بیشتر وقت لکھنے پر صرف کرتی ـــــ اس کا ناول بھی اب اختتام

کو پہنچ رہا تھا۔ مگر ناول کے انجام کا وہ ابھی تک کوئی تعین نہ کر پائی تھی
الجھے الجھے خیال ہر وقت اسکو نڈھال کئے رہتے۔
وہ بچپن ہی سے بہت خودسر اور لاڈلی رہی تھی ۔
والدین اس کو پیار کرتے
ایک بھائی تھا وہ بھی اسے بیحد چاہتا تھا
وہ نو عمری میں ہمیشہ اسے تنگ کیا کرتی ۔ اس سے خواہ مخواہ رُوٹھ جاتی
اس کے کھلونے ہڑپ کر جاتی
مگر وہ ہمیشہ اس کی ہر بات کا خندہ پیشانی سے جواب دیتا
اسے مناتا ۔ اس کے لئے مٹھائیاں لاتا ۔ کھلونے لاتا۔
کبھی کبھار تو وہ جھنجھلا اُٹھتی ۔ بھائی کے اس یکطرفہ پیار پر ۔
وہ بار بار چاہتی ۔ کہ اختر اس کی پٹائی کرے اسے مارے جس طرح
اس کی کئی سہیلیوں کے بھائی اپنی بہنوں کو مارا کرتے تھے ۔ اور وہ بھی ان کی
طرح اپنی امّی یا ابّو کے سامنے جا کر منہ بسورتی ہوئی شکایت کرے ۔
مگر ۔ !
اختر تو کبھی بھی اس کو ایسا موقعہ نہ دیتا ۔ !
اس کی ہر خواہش کا احترام کرتا
اس کی ہر ضد کے آگے سرنگوں ہو جاتا
مگر ۔
جب سے وہ سنِ شعور کو پہونچی تھی ۔ وہ بھائی کی دل سے قدر دان

ہوگئی تھی ۔۔۔!

پھر وہ سنجیدہ سی رہنے لگی

اور کھلنڈرا اختر بہن کا یہ روپ دیکھ نہ سکا ۔۔۔!

اب وہ اسے اکثر تنگ کیا کرتا ۔۔۔ چھیڑتا

مگر ۔۔۔

وہ مسکرا کر یا زیادہ سے زیادہ ہنس کر اسے ٹال جاتی ۔۔۔!

اس کے اس طرح کے Brought up نے اس کے اندر ایک

قسم کی خود اعتمادی پیدا کر دی ۔۔۔!

اور وہ زندگی کا ہر زینہ کامیابی سے طے کرتی چلی آئی ۔۔۔!

عشق و محبت کے ثقیل فلسفے اسے ہمیشہ بور کرتے ۔۔۔

وہ مرد و زن سے خندہ پیشانی سے ملتی ۔۔۔ مگر کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی

یہ خیال اس کے دل میں نہ آیا تھا ۔۔۔ کہ وہ بھی کسی کو چاہے ۔۔۔ یا کوئی اسے

چاہے ۔۔۔!

لڑکے عموماً اس کے حسن و جمال سے بھرپور سراپے کو دیکھ کر بوکھلا جاتے

یا پھر الٹی پلٹی حرکات کرنے لگتے ۔۔۔ جن سے وہ اکثر لطف اندوز ہوتی ۔

نہ اس نے کبھی اپنے مستقبل کے بارے میں سوچا تھا ۔۔۔!

اور نہ ہی وہ اس کی فی الحال ضرورت محسوس کرتی تھی ۔۔۔!

مگر اس کے نہ چاہتے ہوئے بھی ظفر اس کی زندگی میں ایک سیلاب کی

مانند چلا آیا تھا ۔۔۔

حالانکہ کچھ عرصہ قبل اگر کوئی اسے جبرًا ظفر و سلمان میں سے کسی کو پسند کرنے کا حکم صادر کر دیتا — تو شائد وہ سلمان کو چنتی — !

مگر اب —
ظفر کی شخصیت دن بدن اس پر حاوی ہوتی چلی جارہی تھی
جانے کیوں ظفر کی ایک ایک ادا اسے بھاتی — !
اس کے لباس کا انتخاب —
— اس کے بال سنوارنے کا انداز
اس کا بات بات پر مسکرا کر مدمقابل کی آنکھوں میں جھانکنے کا انداز۔
سب ہی کچھ تو اسے پسند تھا
ظفر کا اس کے ساتھ لاتعلقی کا سا برتاؤ گوارا تو کھا ضرور تھا
مگر — !
شائد اس میں بھی ایک طرح کی لذت چھپی ہوئی تھی — !
لیکن یہ خیال کہ ظفر اس کی دسترس سے باہر ہے — اسے بے حال کر دیتا — !
وہ جھنجھلا اٹھتی — !
بارہا اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ دو لفظوں میں اس تمام قصہ کا قضیہ چکا دے — !
مگر — !
کس طرح — !

مشرقی عورت کتنی بھی مغرب زدہ کیوں نہ ہو ۔۔۔ !
کتنی ہی وارفتگی سے کسی کو کیوں نہ چاہے
کبھی بھی اپنے دل کی بات زبان تک نہیں لاتی ۔۔ !

ظفر ایک عجیب سی الجھن میں گرفتار رہا !
جس ڈگر پر وہ آنکھیں بند کئے چلا جا رہا تھا ۔۔۔ جانے وہ اسے کہاں لئے جا رہی تھی ۔۔
منزل سے تو وہ اپنی باخبر تھا ۔۔ مگر راستے کا تعین کرنے وقت اس نے ایک جوا ہی تو کھیلا تھا ۔۔ !
چاندنا اب یکسر ہی بدل گئی تھی ۔۔ !
نہ وہ پہلے سی شوخیاں نہ ہی وہ انداز تکلم ۔
پہلے تو وہ اسے دوست سمجھتی تھی ۔۔ مگر
اب ممکن ہے اس سے متنفر ہو گئی ہو ۔۔ !
مگر
اس شام کلفٹن پر جب اس نے اس کو کاندھوں سے پکڑ کر پکارا تھا تو وہ کیسی عجیب عجیب سی نظروں سے اسے تک رہی تھی ۔۔ !
وہ ایک لمحہ اس کی زندگی کا اہم ترین لمحہ بن کر رہ گیا تھا
اور وہ لمحہ جو پلک جھپکتے گزر گیا تھا
اور پھر جب دوسرے روز وہ اسے سلمان کا تحفہ دینے گیا تھا تو وہ

کس طرح خوش ہوگئی تھی ۔۔۔!

حیا کی شفق آلود سُرخی اس کے شہابی رخساروں سے کھیلنے لگی تھی۔

مگر

سلمان کے ذکر پر وہ بجھ سی گئی تھی

کیوں ۔۔۔ آخر کیوں ۔۔۔

ظفر ۔۔۔!

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے آپ سے دریافت کیا ۔۔۔!

کیا ایسا تو ممکن نہیں ۔۔۔ کہ وہ ۔۔۔ وہ اب پہلی سی چاند نہ رہی ہو ۔۔۔!

جو اسے محض ایک شرمیلا سا انسان سمجھتی تھی

تو ۔۔۔ کیا ۔۔۔ وہ سچ مچ ۔۔۔!

اور اس کے دل کی دھڑکن تیز تر ہوتی چلی گئی

تو اب مجھے کیا کرنا چاہیئے ۔۔۔ کیا کرنا چاہیئے ۔۔۔!"

اکھڑی اکھڑی سانسوں سے وہ اپنے آپ ہی سے مخاطب تھا

بول ظفر ۔۔۔ بول

۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے ۔۔۔ اور تو یادوں کے حسین تاثرات میں کھو یا رہ جائے ۔۔۔ وقت جو کبھی کسی کو معاف نہیں کرتا ۔۔۔ دیکھ حُسن۔ عشق کے آگے سر بسجود ہو رہا ہے ظفر ۔۔۔ وقت ضایع مت کر ۔۔۔ اور سوچ ۔۔۔ کچھ سوچ ۔۔۔!

"میں ۔۔۔ اس سے ملوں گا"

ـــــ وہ اُونچی آواز میں بولا

"اپنے دل کی بات صاف صاف لفظوں میں بیان کر دوں گا ـــ"

"تو ـــ وہ کیا کہے گی ـــ ؟"

ـــ اس نے خوش کن انداز میں سوچا ـــ !

"وہ کہے گی ـــ وہ کہے گی ـــ وہ الجھ گیا ـــ وہ کیا کہیگی ـــ ؟"

وہ افسردہ سا ہو گیا ـــ !

اور اسے اس کا پہلا جواب یاد آ گیا ـــ !

کتنے ارمانوں سے اس نے وہ خط اسے لکھا تھا ـــ ایک ایک لفظ کا موازنہ کیا تھا ـــ !

مگر

اس نے کیسا ٹکا سا جواب دیدیا تھا ـــ !

ایک بار خفت اُٹھانے کے بعد وہ اپنے اندر کوئی ایسا قدم اُٹھانے کا حوصلہ نہ پاتا ـــ جس سے ایک مبہم سی اُمید بھی دم توڑ جاتی جو اس کی آرزوں کی رہی سہی متاع تھی ـــ !

"میں کیا کروں ـــ کیا کروں ـــ !"

تحفہ ـــ !

اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آ گئی ـــ !

"ٹھیک ہے ـــ میں کوئی تحفہ چاند کے لئے لاؤں ـــ !"

چاند مغرب میں اتنے سال گزار کر آئی ہے اور سُنا ہے وہاں حال دل

کی عکاسی کا بہترین ذریعہ پھول ہی سمجھے جاتے ہیں ۔!
پھول ۔ جو خوشی اور غم دونوں کے تاثرات بہ آسانی گوش گزار کرتے ہیں۔

سفید پھول ۔ عقیدت کی نشانی
پیلے پھول ۔ خلوص و احترام کی نشانی
اور
اور سُرخ گلاب کے پھول ۔ محبّت کی نشانی
وہ جھوم اُٹھا ۔
۔ اپنے اس خیال پر جھوم اُٹھا
" ظفر ۔ یو آر گریٹ
وہ تقریباً دوڑتا ہوا اپنے کمرہ سے نکلا
اور سامنے آتی ہوئی چاند سے ٹکرا گیا ۔ چاند کے ہاتھوں میں پکڑا ہوا ناول کا مسودہ زمین پر گر گیا ۔!
" اُوف ۔ معاف فرمائیے گا ۔"
وہ ہنستے ہوئے بولا
۔ اور جلدی جلدی زمین پر بکھرے ہوئے کاغذ سمیٹنے لگا ۔
چاند اسے کھوئی کھوئی نظروں سے دیکھتی رہی ۔ اور آخرکار بولی
" بڑے خوش نظر آ رہے ہیں ۔"
" جی ہاں ۔ اور جانتی ہیں کیوں ۔"

"بتا دیجئے ـــ !"

وہ مسکرا دی ـــ !

ظفر اس کی دلفریب مسکراہٹ پر مرمٹا ـــ !

"بتایا نہیں ـــ ؟

ـــ چاند پوچھ رہی تھی

وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرایا ـــ !

"میں نے ـــ آج ـــ شائد مونٹ ایورسٹ فتح کر لی ہے ـــ !"

اور یہ کہتے ہوئے وہ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اس کی نظروں سے دُور ہو گیا اور وہ خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات لئے اسے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی ـــ !

دروازہ پر دستک کی آواز سے وہ چونک گئی ـــ وہ اپنے بالوں پر برش کر رہی تھی ـــ !

"کون ـــ ؟"

"میں ہوں ظفر ـــ ؟"

چاند کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی ـــ ایک حسین سی مسکراہٹ لبوں پر لاتے ہوئے اس نے جلدی جلدی اپنے بالوں کو آخری پیچ دیا اور لپک کر دروازے کی چٹخنی کھول ڈالی ـــ

سامنے ظفر ایک دلکش انداز سے مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا ـــ !

چاند کو اپنے سینے میں دل اچھلتا ہوا محسوس ہوا ـ

"آجائیے ـــــ!"

اس نے ایک طرف ہو کر اسے راستہ دے دیا

وہ دیکھ رہی تھی کہ ظفر اپنے دونوں ہاتھ پشت پر رکھے شائد کوئی چیز

اٹھا کر اندر چلا آ رہا تھا ـــــ!

"بیٹھیئے ـــــ!"

اس نے ملائمت سے کہا

ـــــ اور خود ایک کرسی پر بیٹھ گئی

مگر ظفر بیٹھا نہیں ـــــ بالکل اس کے مقابل آ کر کھڑا ہو گیا

وہ عجیب عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی ـــــ!

"چاند ـــــ"

ـــــ اس نے گھمبیر آواز میں اُسے مخاطب کیا

اور وہ تڑپ کر محض اسے دیکھتی رہ گئی ـــــ!

"آپکو بچپن والا ظفر یاد ہے ـــــ جو بڑا شریر تھا ـــــ اور آپ سے کھیلا

کرتا تھا ـــــ!"

"ہوں ـــــ!"

ـــــ وہ مسکرا دی

"اور یہ بھی یاد ہو گا ـــــ کہ وہ آپ کو آپ کہہ کر مخاطب نہیں کرتا تھا بلکہ تم

کہتا تھا ـــــ!"

"تو ـــــ!"

اور مسکرا کر اس نے نفی میں سر ہلا دیا ۔۔۔!

" تو چاند ۔۔۔ دیکھو میں تمہارے لئے کیا لے کر آیا ہوں ۔۔۔"

چاند نے اپنی جھکی ہوئی آنکھوں کو حرکت دی اور اب وہ ظفر کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے سرخ گلاب کے پھولوں کا گلدستہ صاف دیکھ رہی تھی ۔۔!

اور اسے ایک لمحہ کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی کیتھیڈرل میں سفید گاؤن پہنے کھڑی ہو ۔

اور ظفر کالے سوٹ میں ملبوس ہاتھوں میں سرخ گلاب کے پھولوں کا گلدستہ لئے کھڑا اسے اپنائیت کی نظر سے دیکھ رہا ہے ۔۔!

وہ مسکرا دی ۔۔!

اس کے شفاف موتیوں جیسے دانت چمکنے لگے ۔۔!

اس نے آہستگی سے ظفر کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے گلدستے پر اپنا مرمریں رکھ دیا ۔۔ ظفر کی انگلیاں اس کی مخروطی انگلیوں سے ٹکرا گئیں ۔۔۔ حیا کی سرخی سے اس کا رنگ گلنار ہو گیا ۔۔

اور

دوسرے لمحہ اس نے گلدستہ ظفر کے ہاتھ سے لیکر اپنا چہرہ اس میں چھپا لیا ۔

❖

تمام رات وہ سپنوں کی وادیوں میں گھومتی رہی
صبح جب نوکرانی اسے جگانے آئی تو وہ بڑے خوشگوار موڈ میں تھی
اس نے جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا ـــــ صبح کا لباس اہتمام سے زیب تن کیا ـــ!
اور پھر ناشتہ کی ٹیبل پر چلی گئی
جہاں گھر کے دوسرے افراد ناشتہ کر رہے تھے ـــ!
مگر
اس نے دیکھا ظفر وہاں نہ تھا ـــ!
اس نے چاہا کہ کسی دریافت کرے ـــ مگر پھر وہ کچھ سوچ کر خاموش ہی رہی ـــ!
"ظفر کیوں جا رہا ہے ـــ!"
رحمٰن صاحب اپنی بیگم سے پوچھ رہے تھے ـــ!

وہ چونک گئی ــ چھری اس کے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچی ۔!
بیگم رحمٰن کہہ رہی تھیں
" پتہ نہیں کہہ رہا تھا ــ کہ کافی عرصہ ہوا ہے اسے آئے ــ والدہ سے ملنے لاہور جا رہا ہے ــ!"
" شائد ایک ہفتہ کی چھٹی ہے ــ!"
" کب جا رہا ہے ــ؟"
" ابھی ابھی کمرہ میں جاتے وقت کہہ گیا ہے کہ اس کا پلین آدھے گھنٹے میں جا رہا ہے ــ!"
چاند پتہ نہیں کس کیفیت میں ناشتہ کر رہی تھی ایک ایک نوالہ اس پر بار ہو رہا تھا۔
اس کا بس چلتا تو ناشتہ چھوڑ بھاگ کر ظفر کے کمرہ میں چلی جاتی
مگر
سب لوگ کیا سوچتے
سب لوگ ناشتہ ختم کر کے اُٹھ گئے ــ وہ بھی جلدی جلدی اُٹھ کر ظفر کے کمرہ کی طرف چل دی ــ!
ظفر اپنا سوٹ کیس بند کر رہا تھا ــ!
" ظفر ــ!
ــ وہ پکاری
" چاند ــ!"

ــــ ظفر گھوم گیا

چاند کی نظریں جھک گئیں ــــ وہ اس کے نزدیک آ گیا

" میں لاہور جا رہا ہوں ــــ!"

" مجھے معلوم ہے ــــ!"

" جانتی ہو کیوں ــــ؟"

" اپنی امی کو ملنے ــــ!"

" نہیں ــــ"

ــــ وہ مسکرا دیا

" اپنی امی کو لینے ــــ!"

وہ حیران کن نظروں سے اسے دیکھنے لگی

" اور پھر تمہیں وہ تمہاری امی سے میرے لئے مانگ لیں گی ــــ!"

اور وہ کسی پھولوں کی ڈالی کی طرح لچک گئی ــــ!

سفید موتیوں ایسے دانت چمکنے لگے ــــ!

ظفر مسکرا دیا ــــ

" اچھا اب یہیں کھڑی رہو گی ــــ مجھے ایئر پورٹ تک سی آف نہ کرو گی ؟"

" چلئے ــــ!"

وہ زیر لب مسکراتے ہوئے گویا ہوئی ــــ!

وہ جب ایئر پورٹ پہنچے تو جہاز روانگی کے لئے تیار تھا ــــ ظفر

نے ایک نظر چاند کو دیکھا

" اچھا — تو ہم چلے —!"

" میں انتظار کرونگی —!"

— چاند نے دھیمے سے لہجہ میں کہا

" سچ —!"

— ظفر اس کا ہاتھ اپنے میں لے کر بولا

" ہوں —!"

وہ مسکرادی

" اچھا تو خدا حافظ —"

" خدا حافظ —"

اور ظفر اس کی نظروں کے سامنے تیز تیز قدم اٹھاتا — جہاز کی سمت روانہ ہوگیا —

اور وہ حسین یادیں لئے گھر لوٹ آئی —!

⁂

اختر کے خط نے سلمان کو پریشان کر دیا تھا

ظفر کی امی کراچی آئی ہوئی تھیں ۔۔۔ اور ظفر خود جا کر انہیں لیکر آیا تھا ۔!

اس کا کیا مطلب ہو سکتا تھا ۔؟

ضرور ظفر نے کوئی چال چلی ہے ۔۔!"

اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے ۔۔۔"

اور پھر وہ جلدی جلدی چھٹی کی درخواست لکھنے میں مشغول ہو گیا

"مسٹر سلمان آپ اپنے ہوش میں تو ہیں ۔"

درخواست پڑھکر باس جھنجھلا اٹھا ۔۔۔!

" آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ظفر کے جانے کے بعد اس کی جگہ بھی ابھی تک خالی پڑی ہے اور اس پر آپ کئی دن بیمار رہے ۔۔۔ چلئے بیماری پر کسی کا کیا زور ۔۔۔ مگر کام کا تو حرج ہوا ۔۔۔ اور اب اللہ اللہ کر کے آپ دفتر آئے ہیں ۔۔۔ تو یہ چھٹی کی درخواست چہ معنی دارد ۔"

"سر مجھے ایک ضروری کام سے کراچی جانا ہے ۔!"
"مگر میں آپ کو چھٹی نہیں دے سکتا ۔!"
"تو آپ میرا استعفیٰ قبول فرمائیں ۔"
"مسٹر سلمان ۔۔ آپ ہوش میں تو ہیں ۔!"
باس چلایا
"میرا جانا بہت ضروری ہے ۔!"
"آپ کا کیریئر تباہ ہو جائے گا ۔"
"پرواہ نہیں ۔"
"آخر آپ کو کیا کام ہے ۔؟"
"یہ میں آپ کو نہ بتا سکوں گا ۔"
"سلمان ۔۔ ابھی آپ نوجوان ہیں ۔۔ جذباتی فیصلے کبھی کبھار انسان کو تباہی کے راستے کی طرف لے جاتے ہیں ۔!"
باس جو ایک نیک دل انسان تھا سلمان کو سمجھاتے ہوئے بولا
مگر سلمان پر تو صرف ایک بھوت سوار تھا ۔!
اس کی چھٹی حس اسے متنبہ کر رہی تھی کہ اگر وہ اس وقت چوک گیا تو تمام عمر پچھتائے گا ۔!
وہ نوکری چھوڑ سکتا تھا
مگر چاند کو کسی قیمت پر اپنے ہاتھ سے جاتا نہ دیکھ سکتا تھا ۔
چاند اس کی زندگی کا مقصد بن چکی تھی ۔!

نوکری تو کیا وہ چاند پر اپنی زندگی بھی داؤ پر لگانے سے دریغ نہ کرتا
وہ
ان ہی سوچوں میں مگن گھر آ گیا ــــ اور جلد جلد اپنا سامان ٹھیک کرنے
لگا ــــ!
ہاتو کو اس نے ایک ماہ کی فاضل تنخواہ دیکر چلتا کر دیا ـ
ہاتو غریب روتا رہا ــــ ہر طرح منت کرتا رہا ــــ کہ سلمان اسے
بھی ساتھ لے چلے ــــ!
مگر ــــ!
سلمان شائد اس وقت ہوش و حواس میں نہ تھا ــــ اس نے ہاتو کو بُری
طرح ڈانٹ دیا ــ
ہاتو روتے روتے نازو کے گھر چلا گیا ــــ اور تمام معاملہ اسے بتایا ـ!
نازو پلک جھپکتے ہی سلمان کی طرف پہنچی
مگر
سلمان جا چکا تھا ــــ!
وہ دوڑتی ہوئی گھر آئی ــــ گیراج سے اپنی مرسیڈیز نکالی اور بس کے اڈے
کی طرف چل دی ـ
ــــ لیکن اس کے پہنچنے سے قبل ہی بس روانہ ہو چکی تھی
اس کے دل کو ایک چوٹ سی لگی
سلمان جاتے وقت اس سے مل کر بھی نہیں گیا تھا

وہ اسے ایک نظر دیکھ بھی نہ سکی

لیکن

عین اس لمحہ اس کی نظریں سلمان پر پڑیں جو ایک اڈے پر سراسیمگی کے عالم میں کھڑا تھا ــــ!

" سلمان صاحب ــــ!"

وہ گاڑی سے اُتر کر دوڑتی ہوئی اس کی جانب لپکی

" مس نازو ــــ بس نکل گئی ہے ــــ آپ برائے مہربانی مجھے لفٹ دیں تاکہ ہم بس کو پکڑ لیں ــــ"

وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے ــــ!

اور دوسرے ہی لمحہ گاڑی فراٹے بھرنے لگی

" سلمان صاحب ــــ!"

" ہوں ــــ!"

" آپ ایکا ایکی کہاں جا رہے ہیں ــــ"

" نازو ــــ میں نے نوکری چھوڑ دی ہے ــــ اور اب کراچی جا رہا ہوں"!

" کیوں ــــ؟

" پتہ نہیں کیوں ــــ؟

" یہ کیا بات ہوئی ــــ؟

ــــ نازو نے حیران ہو کر پوچھا

" وہ دیکھئے بس نظر آگئی ــــ!"

مگر نازو رکی نہیں ــــ بلکہ بس سے بھی آگے نکل گئی

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں ــــ!"

"میں آپ کو کراچی لے کر جا رہی ہوں ــــ"

"آپ اپنے حواس میں تو ہیں ــــ"

ــــ سلمان نے گھورا

"ہوش و حواس میں کبھی تھا ہی کون کمبخت ــــ"

نازو نے افسردگی سے کہا

"نازو ــــ گاڑی روکئے ــــ!"

"جی نہیں ــــ!"

"آپ کو کیا ہو گیا ہے ــــ!"

"وہی جو آپ کو ہوا ہے ــــ!"

"میں کہتا ہوں گاڑی روکئے ــــ"

ــــ سلمان سختی سے بولا

"گاڑی نہیں رکے گی ــــ!"

ــــ وہ بھی بضد تھی

"آخر کیوں ــــ؟"

"سلمان صاحب ــــ!

ــــ نازو بولی

"ــــ کیا میرا آپ پر اتنا حق بھی نہیں کہ ایک چھوٹی سی ضد اپنی بھی پوری

کرلوں۔"

"کیسی ضد ـــــ؟"

"کم از کم اس چھوٹے سے سفر میں تو آپ کی شریک رہوں ـــ"

"کیا دیوانگی ہے ـــ؟"

"دیوانگی ہی سہی ـــ!"

"پیچھے نوید کا کیا ہوگا ـــ؟"

"گھر میں نوکر چاکر ہیں ـــــ اور پھر یا تو کو بھی گھر چھوڑ آئی ہوں ـــ"

سلمان بے بسی سے اسے دیکھتا ہوا خاموش ہوگیا ـــ

❖

رحمٰن صاحب کی کوٹھی آج بقعۂ نور بنی ہوئی تھی ــــ ہر سمت برقی قمقموں کی رنگ برنگی روشنی کوٹھی کے در و دیوار کو زرنگار بنا رہی تھی ــــ سامنے کشادہ لان پر لمبے لمبے سرو کے بوٹوں میں پنہاں ننھے ننھے قمقمے بہت جاذب نظر لگ رہے تھے ــــ لان کے وسط میں نصب ایک خوبصورت سا فوارہ اس رنگ برنگی روشنی میں ایک قوس و قزح کا سا سماں باندھ رہا تھا ــــ مین گیٹ کو بھی انتہائی اہتمام سے سجایا گیا تھا ــــ ! اور اس پر نیون سائن سے جلی حروف میں ویلکم لکھا ہوا تھا ــــ

کوٹھی کے تقریباً ہر گوشے میں مہمان بکھرے ہوئے تھے ــــ زیادہ تعداد عورتوں کی تھی جو بھڑکیلے لباس پہنے گوٹے گہنوں میں لدی پھندی مرقع نمائش بنی ادھر ادھر گھوم رہی تھیں ۔

بچے بھی بنے سنورے ہر طرف منڈلاتے نظر آرہے تھے ــــ!

کل چاند اور ظفر کا بیاہ تھا

اور آج رات

چاند کی رسم مہندی

چاند اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں گھری کچھ جھینپی جھینپی سی بیٹھی ہوئی تھی ـــ!

لڑکیاں ـــ میک اَپ کی مشہور کمپنیوں کے چلتے پھرتے اشتہار دکھائی دے رہی تھیں ـــ

مگر زرّین نے تو آج کمال کر دیا تھا ـــ ہر کسی کی نظریں بے اختیار اس کے سراپے پر جا پڑتیں

"اگر کوئی باہر سے ناواقف آجائے تو یہی سمجھے کہ دلہن زرّین ہے۔!"

ـــ ایک لڑکی نے زرّین پر چوٹ کی ـــ

مگر زرّین بھی اپنے حلقہ میں برمحل جواب دینے میں اپنی مثال آپ تھی۔

"تو دیر کس بات کی ہے ـــ یہ لو میرا بیگ ـــ اندر ٹائیلٹ میں چلی جاؤ ـــ اور نکال لو اپنے دل کی بھڑاس ـــ!"

"لو ـــ میرا مطلب یہ تھوڑے ہی تھا ـــ"

وہ لڑکی زچ ہوتے ہوئے بولی

"تو کیا مطلب تھا ـــ؟"

"میرا تو صرف یہی مدعا تھا کہ تمہارے حسن کی تعریف کروں ـــ"

"تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا ـــ"

ـــ زرّین آنکھ میچتے ہوئے بولی

" ویسے بُری تم بھی نہیں ہو — !"

" اللہ — تم بڑی بے شرم ہو —"

— وہ جھینپتے ہوئے بولی

اور تمام سہیلیوں کی ہنسی کی جھنکار کمرہ میں گونج گئی — !

ظفر جب لاہور سے اپنی والدہ کو لیکر کراچی آیا تھا تو اس کی والدہ نے چاند کو ایک نظر دیکھتے ہی پسند کر لیا تھا —

— بات کچھ آگے بڑھی — اور رحمٰن صاحب اور اُن کی بیگم نے زرّین کے ذریعہ چاند کا عندیہ معلوم کیا اور چاند کے مثبت ردعمل پر یہ رشتہ فوراً طے پا گیا —

اگلے چاند کی پہلی تاریخ کو نکاح کی رسم ہونی قرار پائی — چونکہ ظفر کا اس دنیا میں اپنی والدہ کے سوا کوئی نہ تھا — اس لئے رحمٰن صاحب نے ایک شرط رکھی کہ وہ چاند اور ظفر کو گھر پر ہی رکھیں گے — ظفر نے ان کی اس شرط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا —

گو رحمٰن صاحب کے مجبور کرنے پر وہ صرف اس حد تک راضی ہوا کہ اپنی سروس کی کنفرمیشن تک وہ دونوں ان کے ہاں رہیں گے — لیکن اس کے فوراً بعد ہی وہ اپنا الگ انتظام کر لیں گے —

ہر دو فریقین کی شادی کی تمام رسوم رحمٰن صاحب کی کوٹھی میں ہی کی جانی قرار پائیں — !

ظفر اور اختر نے مل کر اپنے دوست واحباب عزیز و اقارب کی ایک لمبی فہرست مرتب کی اور سب کو شادی کے دعوت نامے ارسال کر دیئے گئے ۔

سلمان کے بارے میں اختر نے رائے دی کہ اُسے دعوت نامے کی بجائے بذریعہ تار مطلع کیا جائے ۔ تاکہ وہ فوراً کراچی پہونچ جائے ۔ اور ان دونوں کا امور شادی کی ذمہ داریوں میں خاطر خواہ ہاتھ بٹائے ۔ !

یہاں آکر ظفر کے دل کا چور ٹھٹک گیا ۔ وہ شادی سے قبل ہرگز سلمان کا سامنا نہ کرنا چاہتا تھا ۔ للہٰذا اس نے سلمان کو تار دینے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی ۔

۔ اور پھر جانتے بوجھتے ہوئے اسے نظر انداز کر گیا

اس کے باوجود ۔ وہ دل ہی دل میں ہراساں تھا کہ کہیں سلمان کو کسی اور وسیلے سے اطلاع نہ مل جائے ۔ اور وہ یہاں آنہ پہونچے ۔ !

وقت آہستہ آہستہ بیت رہا تھا ۔ اور وہ گھڑیاں گن گن کر اس لمحہ کا منتظر تھا ۔ جب ۔

۔ چاند اس کی ہو چکی ہوگی ۔

پھر ۔ !

دنیا کی کوئی طاقت ان کے درمیان حائل نہ ہو سکے گی

مگر جب تک وہ اک انجانے سے خوف سے دوچار تھا

آج کا دن بھی بیت گیا تھا ۔ بس ایک رات اور تھی ۔ اور پھر وہ اپنی منزل پالے گا ۔ !"

صرف ایک رات
پلک جھپکتے بیت جائے گی — !

"ظفر —"
اختر اس سے دریافت کر رہا تھا — !
"یار — سلمان نے حد کر دی ہے — نہ آنے کی اطلاع اور نہ ہی کوئی پیغام — مجھے اس سے کم از کم ایسی امید ہرگز نہ تھی — !"
"ہاں اسے آ تو جانا چاہیئے تھا — کیا پتہ رات کی ٹرین سے آجائے" — ظفر نے بات بنائی۔
اتنے میں ایک مرسیڈیز آکر ان کی کوٹھی کے سامنے رُکی — ظفر کو اپنے پیروں تلے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی
سامنے سلمان گاڑی سے نکل کر ایک خاتون کے ہمراہ کوٹھی میں داخل ہو رہا تھا —
اختر بھاگتا ہوا اس کی طرف ہو لیا —
— اور پھر دونوں دوست گلے مل رہے تھے — !
"آؤ سلمان — مگر تم اتنی دیر سے کیوں آئے —"
"دیر سے —"
— سلمان حیرت سے بولا
"میں سمجھا نہیں —"
"بھئی تمہیں تار جو دیا تھا کہ فوراً چلے آؤ — !"

" تار ـــــ !"

" ہاں تار ـــــ !"

مگر مجھے تو کوئی تار نہیں ملا ـــــ !"

ـــــ سلمان حیرت میں ڈوبا ہوا تھا

" تو تم اچانک کیسے آگئے ـــــ !"

" تمہارا خط ـــــ "

اس نے صرف اتنا ہی کہا ـــــ مگر کچھ سوچ کر بات وہیں دبا گیا

" میرا خط ـــــ "

" ہاں ہاں تمہارا خط ملا ـــــ تم مجھے بہت یاد آئے ـــــ سوچا کافی دیر ہوئی ہے ـــــ تم سے مل آؤں ـــــ !"

" نہیں ـــــ !"

اختر حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے بولا

" سچ ـــــ !"

" بھئی کمال ہے ـــــ پھر تو خوب وقت پر آئے ـــــ !"

" وہ کس طرح ـــــ "

ـــــ سلمان اپنے دل کے اندیشے کو دباتا ہوا بولا

" اور یہ سب اہتمام کیسا ہے ـــــ !"

" بھئی کل چاند کی شادی ہے اور آج رات اس کی رسم مہندی ہے !"

سلمان پر ایک بجلی سی گری ـــــ

شائد اختر قمقموں کی زرد روشنی میں اس کے چہرے پر غالب آتی ہوئی ویرانی نہ پڑھ پایا تھا ـــــ

ورنہ سلمان کا چہرہ ایسے ہو رہا تھا ـــــ جیسے اس میں زندگی کی حرارت نہ رہی ہو ـــــ!"

"حیا ـــ چاند کی شادی ہے ـــ مگر کس کے ساتھ ـــ!"

"بھئی اپنے ظفر کے ساتھ ـــ"

یہ سلمان کا دل ہی جانتا تھا ـــــ کہ وہ ان پیروں پر کیسے کھڑا تھا۔ ورنہ اس کی لرزتی ہوئی ٹانگیں کب کا جواب دے چکی ہوتیں ـــــ اگر وہ تھوڑی سی ہمت سے کام نہ لیتا ـــــ

عین اس لمحہ اُسے اختر کی گردن کے پیچھے ظفر کا چہرہ دکھائی دیا

وہ ایک ٹکٹکی باندھے ظفر کو گھور رہا تھا

"ہیلو سلمان ـــ!"

ظفر پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے آگے بڑھا

مگر وہ اسے گھورتا رہا ـــــ!

پیچھے سے اسے کسی نے ٹھوکا دیا ـــــ!

یہ نازو تھی ـــــ!

جو صورت حال کا اندازہ لگا چکی تھی ـــــ!

اس نے ایک نظر گھوم کر نازو کی طرف دیکھا

"آپ کے دوست آپکو وش کر رہے ہیں سلمان ـــ!"

— نازو نے سرگوشی کی

وہ چونک گیا —

اس نے دیکھا — اختر کسی اور مہمان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا اور ظفر اس کے سامنے مجرموں کی طرح کھڑا تھا — !

"ہیلو سلمان — !"

— اس نے ایک دفعہ پھر کہا

"ہیلو ظفر — !"

اس نے اسی لہجے میں جواب دیا — !

"سلمان بیٹے — !"

— یہ بیگم رحمٰن تھیں —

"بھئی تم کب آئے — !"

— سلمان نے بڑھ کر انہیں آداب کیا

"جی — ابھی ابھی آیا ہوں —

"تار وقت پر مل گیا تھا — !"

— وہ پوچھ رہی تھیں

"تار — !"

"ہاں تار — جو ظفر نے تمہیں دیا تھا"

سلمان نے تڑپ کر ظفر کی طرف دیکھا — مگر ظفر اس کی بےچین نظروں کی تاب نہ لا سکا اور اس کی نگاہیں جھک گئیں — !

"جی — آنٹی — مل گیا تھا — !"
— سلمان نے آہستگی سے کہا — !
"اور یہ کون ہیں — ؟"
— بیگم رحمٰن نے نازو کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا
"یہ میرے ساتھ ہیں"
— سلمان نے کہا
"اوہ — سمجھی — اچھا کبھی چلو اندر — چل کر منہ ہاتھ دھولو —
تھوڑی دیر بعد چاند کی رسم مہندی ہونے والی ہے — !"
"جی — اچھا — !"
اور یہ کہہ کر وہ نازو کو ساتھ لئے چاند اور اس کی سہیلیوں کے جھرمٹ
میں جا پہنچیں — !
سلمان دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا
سامنے چاند بیٹھی تھی — !
اس کی چاند — جس کی یاد کو سینے سے لگائے وہ زندہ تھا — !
جس کی وہ اب تک پرستش کرتا چلا آیا تھا
جو گلِ لالہ کی طرح حسین اور دلفریب تھی
حوریں اور پریاں جس کے بے داغ حُسن کو سلام کہتی تھیں
وہ سامنے بیٹھی تھی — !
ایک ایسے روپ میں جس میں اس نے اسے تصور میں بارہا دیکھا تھا

وہی رُوپ دھارے آج وہ حقیقت میں اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

اور

اب وہ

پرائی ہونے جارہی تھی ——!

کسی اور کی ہونے ——

"آداب —— سلمان صاحب ——"

وہ اس کی سُریلی آواز میں کھو گیا

اس کی جھکی جھکی نظریں —— کسی نئی نویلی دلہن کی طرح حیا بار ہورہی تھیں!

اسے پہاڑ کی وہ دُلہن یاد آگئی —— جسے دیکھ کر چاند کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی ——!

اور آج وہ خود وہی رُوپ دھارے اس کے سامنے تھی ——!

وہ اسے دیکھتا رہا ——

کھوئی کھوئی نظروں سے ——

اس کے لب ہلے —— پتہ نہیں اس نے کیا کہا —— شاید کوئی رسمی بات ——!

اسے اتنا یاد تھا —— کہ پھر نزہین آگے بڑھ کر نازو کا ہاتھ تھامے چاند کے قریب چلی گئی تھی ——!

نازو اور چاند ساتھ ساتھ بیٹھ گئیں

نہ جانے بیگم رحمٰن کیا کہہ رہی تھیں —— اُسے تو بس اتنا ہی پتہ

تھا ــــ!

کہ ــــ وہ لٹ گیا تھا ــــ!

ایک ایسے بھٹکے ہوئے انسان کی طرح جس کا مقصدِ حیات فوت ہو چکا ہو ــــ

وہ وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا

چاند کی رسم مہندی شروع ہو گئی ــــ!

تمام سہیلیاں ایک دائرے کی شکل میں کھڑی ہو گئیں اور چاند کو انہوں نے اپنے بیچوں بیچ کھڑا کر لیا ــــ!

چاند سمٹی سمٹائی آنکھیں نیچی کئے اُن میں گھری کھڑی تھی ــــ کوئی بھلا اس وقت یہ کہہ سکتا تھا ــــ کہ یہی لڑکی ولایت سے لوٹ کر آئی تھی۔

سات سہاگنیں ــــ مسکرائیں ــــ چہچلیں کرتیں آگے بڑھیں اور باری باری چاند کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر اپنی چھوٹی انگلیوں سے مہندی کے باریک نشان لگاتی ہوئی واپس پلٹتی گئیں ۔ نازو بھی مسکراتی ہوئی آگے بڑھی مگر دوسرے ہی لمحے اُسے اپنی بیوگی کا احساس ہو گیا اور وہ بجھے دل سے واپس پلٹ گئی ــــ!

ــــ کہ کہیں اس کی بدنصیبی کا سایہ چاند پر نہ جا پڑے ــــ

❁

سگریٹ کے مرغولے تمام کمرہ میں پھیلے ہوئے تھے — اور سلمان
بستر پر نیم دراز اپنے اُلجھے ہوئے خیالات میں جکڑا ہوا تھا
کمرہ میں دستک ہوئی — !
یہ ظفر تھا
" کھانے پر سب تمہارے منتظر ہیں "
— اس کی آنکھوں میں خلوص نمایاں تھا
سلمان آنکھیں موندے جوں کا توں لیٹا رہا — !
" سلمان — ! "
" ہوں — ! "
" کھانا نہیں کھاؤ گے — ! "
سلمان نے آنکھیں کھولیں — اور ایک جھٹکے سے اُٹھ کر بیٹھ بیٹھ گیا —

"میں نے ۔۔۔ !"

۔۔۔ ظفر ہچکچاتے ہوئے بولا

"تمہیں تار تو دیا تھا ۔۔۔ پتہ نہیں کیوں نہ ملا ۔۔۔ !"

سلمان نے تڑپ کر اسے چھپیدتی ہوئی نظروں سے دیکھا جس کا سامنا کرنا ظفر کے بس سے باہر تھا

"کیا بات ہے ۔۔۔ تمہاری صلاحیتیں زنگ آلود ہوتی جارہی ہیں۔"

سلمان سرد مہری سے بولا

"یعنی ۔۔"

"یعنی ۔۔۔ پہلے تو تم بڑی خوبصورتی سے جھوٹ بولا کرتے تھے لیکن اب تو صاف پکڑائی دے رہے ہو ۔۔"

"سلمان ۔۔۔ !"

۔۔۔ ظفر نے احتجاج کیا

"جی ۔۔۔ !"

۔۔۔ وہ اسے چھپیدتی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا

اور ظفر کچھ کبھی تو نہ کہہ سکا ۔۔۔

بالآخر اس نے ہمت کی اور بولا

"ٹھیک ہے میں نے تمہیں تار نہیں دیا تھا ۔۔"

"مگر کیوں ۔۔۔ ؟"

"کیوں ۔۔۔ شائد اس لئے کہ میں تمہارا سامنا کرنا نہیں چاہتا تھا ۔۔"

" وجہ ــــ ؟"

" وجہ ــــ تم سے چھپی ہوئی نہیں ہے ــــ وہ عہد جو ہم نے مل کر کیا تھا ــــ میں اس سے پھر گیا تھا ــــ"

" یہ تو میں تب ہی جانتا تھا ــــ جب تم وہاں سے تبادلہ کرا کر چلے آئے تھے " سلمان پھیکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لا کر بولا

" سلمان ــــ میں اب تمہیں کیا بتاؤں ــــ کہ چاند میری زندگی پر کس بُری طرح حادی ہو گئی تھی ــــ میں اس کے بغیر ایک پل زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ مجھے اس کے بغیر اپنا وجود کھوکھلا کھوکھلا سا محسوس ہوتا تھا اور اس کا صرف ایک ہی علاج تھا کہ میں چاند کو حاصل کروں ــــ"

" اور یہ سب تم نے کمالِ خوبصورتی سے کیا ــــ !"

ــــ سلمان کا لہجہ طنز کے تیر برسا رہا تھا ــــ !

" مگر سلمان ــــ چاند مجھے چاہتی ہے ــــ !"

" اگر تمہاری جگہ میں کراچی چلا آتا ــــ تو شائد چاند کے احساسات مختلف ہوتے ــــ"

" یہ محض تمہارا خیال ہے سلمان ــــ تم چاند کو نہیں سمجھتے ــــ"

" تو تم سمجھتے ہو ــــ !"

" ہاں میں سمجھتا ہوں ــــ !"

ــــ ظفر بولا

" اور میں بھی سمجھتا ہوں ــــــ کہ میرا ایک دوست ہے جو

ہمیشہ میرے حق پر ڈاکہ ڈالتا رہا ہے ــــ!"

جو زندگی کے ہر موڑ پر مجھے فریب دیتا چلا آیا ہے

اور ــــ جسے میں نے ایک بھائی کی طرح پیار کیا ــــ!

مگر

اس نے کبھی میری دوستی اور وفا کا پاس نہ رکھا

ــــ یہ کہتے ہوئے سلمان کی آواز بھرا گئی ــــ اور وہ کمرہ سے باہر نکل گیا ــــ!

اور ظفر

ساکت و جامد وہیں ایک بت کی مانند کھڑا تھا

سلمان کے آخری الفاظ اسے جھنجھلا کر رکھ گئے تھے ــــ!

ان الفاظ کی کڑواہٹ میں چھپی ہوئی حقیقت اسے خود اپنے ہی سامنے بے نقاب کر گئی تھی ــــ!

زندگی میں پہلی دفعہ اسے اپنے آپ سے نفرت سی ہونے لگی ــــ!

سلمان اس پر ایسا گھاؤ لگا گیا تھا ــــ جس کا علاج اس کے پاس کوئی نہ تھا ــــ!

واقعی وہ سلمان کے حق پر ڈاکہ ڈالتا چلا آیا تھا

اس کو وہ دن بھی یاد آ گئے جب وہ دونوں ساتھ ساتھ اسکول جایا کرتے تھے ــــ کلاس میں ان کی بے لوث دوستی کو سب رشک کی نظروں سے دیکھتے تھے۔

اور وہ دن بھی اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا ۔۔۔ !
جب حساب کی کلاس میں ماسٹر نے ایکا ایکی ان لڑکوں کو بنچ پر کھڑا کر کے سٹک سے مارنا شروع کر دیا تھا جو ہوم ورک کر کے نہیں لائے تھے۔ !
وہ بھی ہوم ورک کر کے نہ لایا تھا ۔۔۔ پھر اس کے زرد چہرے کو دیکھ کر سلمان نے اس کی کاپی اپنی کاپی سے بدل دی ۔۔۔ اور خود ماسٹر سے مار کھا لی ۔۔۔ !
اور وہ دن بھی جب سلمان سکالرشپ حاصل کرتے میں کامیاب ہوا اور وہ ناکام ہوا تھا ۔۔۔ ! تو سلمان نے بھی سکالرشپ نہ لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا ۔۔۔ کہ سلمان کے گھریلو حالات کتنے تنگ ہیں ۔۔۔ !

اور

وہ دونوں کالج چلے گئے ۔۔۔ !
اور پھر رخشی سلمان کی زندگی میں آ گئی ۔۔۔ !
تو ۔۔۔ خاموش طبع سلمان کتنا خوش رہنے لگا تھا
مگر ۔۔۔ !
۔۔۔ اُسے اس کی خوشی ایک آنکھ نہ بھائی ۔۔۔ !
اور اس نے رخشی پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے تھے ۔۔۔ !
اور رخشی اس سے یا شاید اس کی دولت سے مرعوب ہو کر اس کی طرف چلی آئی ۔۔۔

اور
سلمان زندگی میں پہلی بار اس سے روٹھا تھا
مگر
اس نے اسے منانے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی ـــ!
"ظرف ـــ"
ـــ اس کا ضمیر اسے جھنجھوڑ رہا تھا
تو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھا اور بتایا کہ سلمان کے ایثار تو نے
کیا دیا ـــ؟
تم نے تو عہد کیا تھا کہ عورت تمہاری زندگی میں نہیں آئے گی ـ!
اور یہ بھی دیکھ لیا ـــ کہ عورت کے وجود نے کیسے تمہیں تمہارے
دوست کی نظروں سے گرا دیا ـــ!
تو پھر اب میں کیا کروں ـــ؟
ـــ وہ بے بسی سے بولا
"صرف ایک ہی راستہ ہے ـــ"
"وہ کیا ـــ؟
ـــ اس نے پوچھا
"دوستی کی راہ پر قربان ہو جا ـــ چاند کو چھوڑ دے ـــ تو اسے
بتا دے کہ تم اس سے کیا ہوا عہد وفا نبھا سکو گے ـــ
مگر چاند کا دل ٹوٹ جائے گا ـــ آخر اس کا کیا قصور ـــ؟

یہی تیری سزا ہے کہ چاند تڑپے اور تم اس کی تڑپ کی کسک ہمیشہ اپنے دل پر محسوس کرتے رہو ـــ پاگل جو مزا کھونے میں ہے وہ پانے میں کہاں یہی وقت ہے دوستی کے امتحان میں پورا اترنے کا ـــ!

ـــ تم تو اچھی طرح جانتے ہو ـــ کہ سلمان بھی چاند کو چاہتا ہے اگر اس وقت تم نے چاند سے بیاہ رچا لیا تو تمام عمر اپنی نظروں میں آپ ہی گرے رہو گے ـــ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے ـــ!

" ٹھیک ہے میں یہاں سے بہت دور چلا جاؤں گا ـــ چاند کی دنیا سے دور سلمان کی نظروں سے دور جہاں ان کی یاد بھی مجھ تک نہ پہونچ سکے۔!

اور پھر ـــ!

وہ وہیں پر کاغذ قلم لیکر چاند کو آخری خط لکھنے بیٹھ گیا ـــ!

سلمان اختر کو پکارتا ہوا چاند کے کمرے کے سامنے سے گزرا تو اس کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا ــــ اور سامنے چاند مہندی لگے ہاتھوں میں کاغذ کا ایک پرچہ لئے خاموش بیٹھی خلا میں گھور رہی تھی ــ! سلمان ایک لمحہ کے لئے ٹھٹکا ــــ اور پھر وہ اس کے کمرہ میں آ گیا۔

" مس چاند ــــ میں ــــ آپ کو مبارکباد دینے کے لئے آیا ہوں "

" کس بات کی مبارکباد ــــ ؟"

ــــ وہ سرد لہجے میں بولی

" جی ــــ !"

ــــ سلمان حیرت زدہ ہو کر اسے تکنے لگا ــ

" میں پوچھتی ہوں ــــ کیا بگاڑا تھا میں نے آپ کا ــــ جو آپ میری دنیا کو درہم برہم کرنے چلے آئے ہیں ــــ "

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ــــ ؟"
ــــ وہ پریشان ہوکر بولا
"یہ میں نہیں ــــ یہ کاغذ کا ٹکڑا بول رہا ہے ــــ یقین نہیں آتا تو
اپنی آنکھوں سے پڑھ لیجئے ــــ !"
وہ خط اس کے ہاتھوں میں دیکر روتی ہوئی پلنگ پہ گرگئی
ــــ اور سلمان لرزتے ہاتھوں میں خط تھامے پڑھنے لگا

چاند
میری زندگی ــــ میری روح ــــ میری متاعِ حیات
میں زندگی کے ایک ایسے دوراہے پر آ کھڑا ہوا ہوں جہاں
دونوں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے ــــ اور میرے لئے راستے کا تعین کرنا
انتہائی دشوار ہو رہا ہے ــــ !
ایک طرف تمہارا پیار ہے جو میری دنیا ہے
تو
دوسری طرف سلمان کی آرزوؤں کا خون ــــ !
سلمان میرا دوست ہے جسے میں نے ہمیشہ بھائیوں کی طرح چاہا۔
مگر تمہارے حسن کے سحر نے مجھے اپنی دوستی کے آداب سے گمراہ
کردیا ــــ میں بھول گیا ــــ کہ سلمان کے مجھ پر کئی احسانات ہیں۔
میں یہ بھی بھول گیا ــــ کہ وہ بھی تمہیں اتنا ہی چاہتا ہے جتنا میں۔
ــــ میں نے ہمیشہ اس کے حق پہ ڈاکہ ڈالا ہے ــــ اور اب

ایک ہی صورت ہے ازالے کی ۔ کہ ۔ میں اس کے راستے سے ہٹ
جاؤں ۔ ایک طرف تمہارا خیال ہے ۔ تو دوسری طرف سلمان کا ۔ !
اگر تمہاری جانب جھکتا ہوں تو اس میں میری اپنی خوشی بھی شامل ہے ۔
۔ کون نہ کہے گا کہ میں نے تمہاری خوشی کی خاطر دوست کی دوستی کو چھوڑا ۔
ہر کوئی یہی سمجھے گا کہ اپنی خوشی پہ دوست کی محبت کو قربان کر دیا ۔ اور
میں یہ ندامت برداشت نہ کر سکوں گا ۔ !
اس لئے میں جا رہا ہوں ۔ کہاں ۔ مجھے خود بھی خبر نہیں بس ۔
۔ کہیں دور ۔ بہت دور ۔ جہاں تمہیں بھولنے کی کوشش میں
میں کامیاب ہو جاؤں ۔ !

چاند ۔ خدارا مجھے معاف کر دینا ۔

صرف تمہارا
بدنصیب ظفر

سلمان کے ہاتھوں سے پرچہ گر گیا ۔ !
چاندا بھی تک سسک رہی تھی ۔ !
سلمان ایک لمحہ ضائع کئے بغیر باہر نکلا ۔
اس نے ظفر کا پوچھا ۔ مگر ۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ کہاں
ہے ۔ !
تھوڑی تگ و دو کے بعد مالی نے بتایا کہ ظفر ٹیکسی پہ بیٹھ کر بڑی
سڑک کی طرف نکلا تھا

بڑی سڑک دو طرف کو جاتی تھی
ایک اور راستہ صدر کو جاتا تھا
اور
دوسرا راستہ ایئر پورٹ کی طرف
اس نے ناز کی گاڑی لی اور ایئر پورٹ کی جانب ہولیا ـــــ!
چند ہی منٹوں بعد وہ ایئر پورٹ پر پہنچ گیا
ایئر پورٹ پر آج بہت بھیڑ تھی ـــــ!
شائد کوئی میرج پارٹی جانے والی تھی
سلمان کی متلاشی نگاہیں ـــــ چاروں طرف ظفر کو تلاش کر رہی تھیں ـــــ!
اور آخر اسے ظفر نظر آگیا
"ظفر ـــــ"
ـــــ وہ بھاگتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا
"یہ کیا حماقت ہے ظفر ـــــ!"
"کیسی حماقت ـــــ!"
"میں نے تمہارا خط پڑھ لیا ہے ظفر ـــــ"
"تمہیں تو خوش ہونا چاہیئے تھا ـــــ پھر پریشان کیوں نظر آرہے ہو ـــــ؟"
ـــــ ظفر تلخی سے ہنسا

سلمان ایک لمحہ کے لئے اسے گھورتا رہا ــــ اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ کھیل گئی

ــــ وہ بڑھ کر ظفر کے گلے لگ گیا ــــ

ظفر نے بھی اسے شدت سے بھینچ لیا ــــ

" ظفر ــــ چلو گھر ــــ !"

" نہیں سلمان نہیں ــــ"

ظفر کی آواز بھرا گئی

" کیوں ــــ ؟

" میں تمہاری آرزوؤں کی لاش پر اپنی محبت کا تاج محل نہیں تعمیر کر سکتا سلمان ــــ" میں تم سے بہت شرمندہ ہوں ــــ"

" ہشت ــــ پاگل کہیں کے ــــ"

سلمان نے پیار سے اسے چپت لگاتے ہوئے کہا ــــ

" میں تو تمہیں خواہ مخواہ تنگ کر رہا تھا ــــ"

" وہ کیسے ــــ ؟"

" وہ اس طرح کہ تم نے شہناز کو دیکھا ہے ــــ"

" شہناز ــــ !"

" ہاں بھئی ــــ ناز ــــ"

" وہ جو تمہارے ساتھ آئی ہے ــــ"

" ہاں ــــ میں اس سے اگلے ہفتہ شادی کر رہا ہوں ــــ"

— سلمان نے بمشکل تمام یہ جھوٹ بولا
" سچ — "
— ظفر حیرت و مسرت کے ملے جلے تاثرات لئے ہوئے بولا
" بالکل سچ — "
سلمان اُداس تھا — !
" اوہ سلمان — ! "
— ظفر اس سے لپٹ گیا —
— اور سلمان کی آنکھوں میں دو آنسو چھلک آئے — !
مگر وہ کمال ضبط سے انہیں پی گیا — !

ظفر صاحب آ گئے ـــ!

نوکر بھاگتا ہوا چاند کے کمرے میں آ گیا

چاند ـــ نازو ـــ اور زرین تینوں بھاگی بھاگی کوٹھی کے بیرونی گیٹ پر پہنچ گئیں

سامنے سڑک پر ظفر آ رہا تھا ـــ

" ظفر ـــ!" ـــ چاند پکاری

چاند ـــ وہ لپکتا ہوا چاند کے قریب پہنچ گیا ـ اور اس کو دونوں ہاتھوں میں لے لیا ـ

" ظفر ـــ!" ـــ وہ رو دی

" مجھے معاف کر دو چاند ـــ دیکھو میں واپس آ گیا ہوں "

وہ اپنے رومال سے چاند کی بھیگی ہوئی آنکھیں پونچھتا ہوا بولا

" وہ تو ہمیں نظر آ رہا ہے کہ تم واپس آ گئے ہو "

ظفر نے چونک کر دیکھا ـــ

زرین مسکرا رہی تھی

" شرارت بی بی ـــ آپ بھی موجود ہیں ـــ اور آپ " وہ نازو کو دیکھ کر بولا ـ

" چھپی رستم نکلیں ـــ بھائی جان ـــ"

نازو کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا

" جی ـــ!"

" جی جناب ـــ معاملہ یہاں تک پہنچا ہوا ہے ـــ اور ہمیں خبر تک نہیں "

"کیسا معاملہ ــــ ؟"

ــــ چاند نے دریافت کیا

"چاند ہماری بھابی سے ملو ــــ اگلے ہفتہ ان کی اور سلمان کی شادی ہونے والی ہے ــــ"

"آپ کو کس نے کہا ــــ"

ــــ نازو حیرت میں ڈوبی ہوئی تھی ــــ

"سلمان نے مجھے خود کہا ہے ــــ"

ــــ ظفر ہنستے ہوئے بولا

اور نازو کو یوں محسوس ہوا جیسے دُنیا جہاں کے مندروں کی گھنٹیاں بج اُٹھی ہوں۔

"کیا ایسا ممکن ہوسکتا ہے ــــ

اوہ میرے معبود ــــ کیا ایسا ممکن ہے ــــ!

اور اس نے دیکھا

سلمان

اس کا سلمان سامنے سے گاڑی پارک کر کے آرہا ہے ــــ

اس کی آنکھوں میں دُنیا جہاں کا خمار چھلک آیا ــــ!

سلمان

وہ دل ہی دل میں پکار اٹھی

سلمان نے اسے دیکھا ــــ اور مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا ــــ

مگر ساتھ ہی نازو کی چیخ فضا میں گونج گئی ــــ!

آن کی آن میں ایک تیز رفتار موٹر نہ جانے کہاں سے نکل آئی اور سلمان کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہوئی دُور نکل گئی ۔۔۔ !

گاڑی کے پہیوں کی چرچراہٹ کی آواز سنسان سڑک پر دُور تک سنائی دی۔

اور سلمان ایک کٹی ہوئی پتنگ کی مانند دُور جا گرا

ظفر ۔ چاند ۔۔۔ زرّین اور نازو بھاگتے ہوئے سلمان کے قریب پہونچے ۔

سلمان کا سر پھٹ چکا تھا اور وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا

" سلمان ۔۔۔ !"

۔۔۔ نازو اس سے لپٹ گئی

" آنکھیں کھولو سلمان ۔۔۔ !"

سلمان نے کرب سے ڈوبی ہوئی نظروں سے نازو کو دیکھا

ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر دوڑ گئی

" سلمان ۔۔۔ !"

۔۔۔ ظفر اور چاند ایک ساتھ پکارے

سلمان نے دیکھا چاند بھیگی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی ۔ !

" چا ۔۔۔ چاند ۔۔۔ میں آپ کا ظفر ۔۔۔ لے آیا ہوں "

" سلمان ۔۔۔ !"

۔۔۔ چاند رو دی

" میں کبھی یہ گوارہ نہ کر سکتا تھا ۔۔۔ کہ آپ کو کبھی کوئی تکلیف ۔۔۔

میری وجہ ۔۔۔ سے ہو ۔۔۔ میں نے آپکو ۔۔۔ تکلیف دی ۔ جسکی سزا مجھے مل گئی "

"بس کیجئے ـــ خدارا بس کیجئے ـــ!"

ـــ چاند روتے ہوئے بولی

سلمان نے اپنی نظریں چاند اور ظفر سے ہٹا کر نازو کو دیکھا

" نازو ـــ"

" سلمان ـــ!"

" اچھا ـــ خدا حافظ ـــ"

ـــ ایک اداس اور وحشت زدہ سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر کھیل رہی تھی ـــ

" سلمان ـــ"

ـــ نازو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سینے سے لگا لیا

" اگر کہیں دوسرا جنم ہوتا ـــ تو میں تم سے ضروری وعدہ لیتی ـــ کہ تم صرف میرے ہو گے"

" مگر ـــ دوسرا جنم کہاں ہے ـــ!"

ـــ وہ حسرت بھرے لہجہ میں بولا

" اگر ہوتا ـــ" وہ بچوں کی طرح ضد کر بیٹھی

" تو ـــ تو ـــ میں ضرور وعدہ کر لیتا ـــ!"

اور اس کی گردن ڈھلک گئی

چاند اور ظفر سلمان کی لاش سے لپٹ گئے ـــ زرین بھی اشکبار تھی ـ

مگر ـــ نازو کی آنکھوں کی نمی تو جیسے سلمان اپنے ساتھ لے گیا تھا

اس کے محبوب کی لاش خون میں لت پت اس کے سامنے پڑی تھی

وہ وہیں بے حس و حرکت بیٹھی آن سب کو سلمان کی لاش اُٹھا کر لے جاتے دیکھ رہی تھی ۔۔۔ اور پھر پتہ نہیں کون اسے بھی اپنے بازؤں کا سہارا دیکر اندر لے گیا

سارے گھر میں کہرام مچا ہوا تھا ۔۔۔ !

بجلی کا سرکٹ اُڑ گیا ۔۔۔ !

اور تمام گھر اندھیرے کا مسکن بن کر رہ گیا

آسمان کالے کالے بادلوں سے اُٹا پڑا تھا

اماوس کی رات ۔۔۔ !

یہ رات بھی کتنی بدنصیب تھی ۔۔۔ اندھیرا کل کائنات پر راج کر رہا تھا ۔۔۔ ماحول اُداسی کا لبادہ اوڑھے سوگوار تھا ۔۔۔ شائد اس کے محبوب کی بے وقت موت پر سوگوار ہو ۔ ! یا پھر ایک اور قمری مہینہ گزر جانے کے غم میں ماتم کناں ہو ۔ !

نازو کی زندگی بھی ویرانیوں کی آماجگاہ بن گئی تھی

اور اس کے بجھے ہوئے دل پر بھی ایک ایسی ہی رات کا تاریک سایہ لہرا رہا تھا ۔۔۔ !

اماوس کی رات تو گزر جائے گی ۔۔۔ چاند کی پہلی رات کے لئے

مگر اس کی زخم خوردہ آرزؤں کی رات تو عمر بھر کی رات تھی

کیونکہ اب اس کو اپنی زندگی میں کسی چاند کی اُمید نہ تھی ۔۔۔ !

تاریکی اس کا مقدر بن گئی تھی

وہ اس اندھیرے ماحول سے گھبرا اُٹھی

اور وہاں سے باہر نکل آئی ــــ!

باہر اس کی موٹر کھڑی تھی ــــ وہ اپنی موٹر میں سوار ہوگئی

اور پھر مرسیڈیز بینز کشادہ سڑک پہ دوڑنے لگی

نازو ــــ!

سلگتے ہوئے ارمانوں کی ادھ جلی راکھ کی تپش اسے بھسم کئے جا رہی تھی۔

اسے اپنا وجود ایسا لگ رہا تھا ــ جس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہی ہو۔!

وہ چلی جا رہی تھی ــــ ایک نامعلوم منزل کی طرف

پھر ایک جھٹکے کے ساتھ گاڑی رک گئی ــــ اس نے دیکھا پٹرول کی سوئی

سرخ جھنڈی دکھا رہی تھی ــــ!

سوئے اتفاق سے پیٹرول پمپ بالکل نزدیک تھا

اس نے باہر نکل کر پیٹرول پمپ پر ملازم لڑکے کو بلایا جو گاڑی دھکیل کر

اسٹیشن پر لے گیا ــــ

"میم صاحب کتنا پیٹرول ڈالوں ــ"

"ٹینکی بھر دو ــــ!"

اور لڑکا پیٹرول بھر کر اس سے پیسے لیکر اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔!

اس نے گاڑی پھر اسٹارٹ کی

وہ ٹرن لے ہی رہی تھی کہ اس نے دیکھا ــــ کہ کھمبے کے ساتھ دو

نوجوان کھڑے اسے بڑی لوفرانہ نظروں سے گھور رہے تھے ــــ!

"باسٹرڈز ــــ!"

وہ بڑبڑائی ــــ اور گاڑی آگے بڑھانے لگی ــ کہ ان میں سے کسی نے کوئی
فحش سا جملہ کہہ دیا ــــ
نازو کے دماغ کی رگیں تن گئیں ــــ
ــــ غصے سے اس کا رنگ سرخ ہو گیا
عین اسی لمحہ ایک بھولا بسرا منظر اس کے ذہن میں کوند گیا
اور اس کے چہرے کا رنگ تاریک ہوتا گیا
اس نے گاڑی کو ریورس گیئر میں ڈالا ــــ اور گاڑی پہیوں کی چرچراہٹ
کے ساتھ ان دونوں کے بالکل قریب آکر رک گئی ــــ !
وہ دونوں معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ــــ !
اور نازو اپنے ہونٹوں پر جبراً ایک مسکراہٹ لا کر بولی
"آپ کو لفٹ چاہیئے ــــ ؟"
اندھے کو کیا چاہیئے ــــ دو آنکھیں ــــ !
ــــ ان دونوں نے اسے حیرت سے دیکھا ــ جیسے انہیں اپنے کانوں پر یقین
نہ آرہا ہو ــ مگر نازو کے ہونٹوں پر دلنواز مسکراہٹ ان کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی ــ
"جی ــــ جی ہاں ــــ !"
ــــ ایک نے کہا
اور نازو نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا
وہ دونوں لپک کر سیٹ پر بیٹھ گئے
"آپ کہاں جائیں گے ــــ ؟

— نازو نے پوچھا

"جہاں آپ لے چلیں — !"

— ان میں سے ایک نوفرانہ انداز میں ہنس کر بولا

اور دوسرا سگریٹ کا لمبا سا کش لیکر دھواں نازو کیطرف پھینکتے ہوئے مسکرا دیا —

وہ تلملا کر رہ گئی — کریہہ اور نفرت سے اسے گھن آنے لگی مگر وہ جبراً مسکراتے ہوئے بولی

"میں تو یہاں سے بہت دور رہتی ہوں — !"

"ہمیں بھی فرصت ہی فرصت ہے — !"

— ان میں سے ایک چہکا

"خوب — !"

نازو بولی

— اور پھر اس نے گاڑی کو فرسٹ گیئر میں ڈال کر حرکت دے دی

اس نے ایک نظر دونوں کو دیکھا

دونوں ہی قبول صورت تھے — اور عمریں بھی بیس بائیس کے لگ بھگ رہی ہوں گی —

بادل زور زور سے گڑگڑائے — اور موسلا دھار بارش برسنے لگی

"ونڈر فل — !"

— ایک بولا

" قسمت آج ہمارے ساتھ ہے ۔ موسم بھی حسین ہے ۔ اور ساتھی بھی خوبصورت ۔۔ !"

اور نازو نے ایکسلیٹر پر اپنا پاؤں دبا دیا ۔۔

گاڑی فراٹے بھرنے لگی

بارش کے قطرے ونڈ شیلڈ پر پڑ رہے تھے

نازو نے وائپرز آن کر دیئے ۔۔ !

گاڑی ۔۔ پچاس میل کی رفتار سے چل رہی تھی ۔۔ !

" خوب آپ گاڑی بہت اچھا چلاتی ہیں ۔۔ "

۔۔ ایک ہنسا

اس نے ایکسلیٹر پر اپنے پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا ۔۔

گاڑی ۔۔ ستر میل کی رفتار سے چل رہی تھی

" ارے باپ رے ۔۔ ہاؤ اکسائٹینگ ۔۔ "

دوسرا بولا

سپیڈو میٹر نوّے پر چل رہا تھا ۔۔

اُن میں سے ایک گھبرایا

" دیکھیئے اتنی ۔۔ تیز نہ چلائیں ۔۔ "

" کیوں ڈر گئے ۔۔ ؟

۔۔ نازو مسکرائی

" نہیں نہیں ۔۔ یہ بات تو نہیں ۔۔ ویسے احتیاط اچھی ہوتی ہے ۔ !"

نازو کے دل و دماغ میں ایک طوفان اٹھ رہا تھا

تقدیر اور تدبیر کی جنگ میں ـــــ وہ ہار چکی تھی۔

اپنا سب کچھ ہار چکی تھی

قدرت نے زندگی کے ہر موڑ پر اس کے ساتھ ایک نیا مذاق کیا تھا

اور اب ـــــ وہ ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح اپنا آخری سرمایۂ

حیات اپنی زندگی داؤ پر لگا رہی تھی۔!

فرق صرف اتنا تھا۔ کہ جواری کو ایک اُمید ہوتی ہے داؤ جیتنے کی۔!

اور یہاں اب کوئی تمنا نہ تھی ـــــ!

ـــــ کوئی آس نہ تھی

کوئی ایسی آرزو نہ تھی ـــــ جس کی خاطر وہ زندہ رہتی

رنگ و بو کی اس دُنیا میں اب اس کے لئے کوئی کشش نہ رہی تھی۔!

اور یہ بھی تو حالات کی ستم ظریفی تھی ـــــ

کہ ان دو لڑکوں کو بھی اس کے سامنے لا کھڑا کیا

ایک ایسے لمحہ پر

جب وہ موت و زندگی کا خونی کھیل کھیلنے جا رہی تھی

اور اب ـــــ وہ قدرت کے بنائے انسانوں کے ظلم و ستم کا بدلہ قدرت

کے ہی بنائے ہوئے دو انسانوں سے لے رہی تھی

وہ بھی تو دو انسان تھے

ـــــ جنہوں نے اس کی زندگی کو جہنم زار بنا کر رکھ دیا تھا

ایسے ہی یہ دونوں بھی ہیں ـــــ !
جو سرِ شام ـــــ اپنے گلے میں شرافت کے نیلام کا طوق پہن کر معصوم
عورت کے شکار کو نکلتے ہیں ـــــ
وہ تو اس دُنیا سے جا رہی ہے
تو کیوں نہ کم از کم دو خارش زدہ کتّوں سے اس دُنیا کے بوجھ میں کمی کر جائے !
تاکہ خدا اگر پوچھے ـــــ کہ تو نے دُنیا میں کونسا نیکی کا کام کیا ـــــ
تو وہ کم از کم یہ تو بتا سکے ـــــ کہ گناہ کی اس دُنیا میں سے اس نے دو جہنمی
تو کم کر دیئے ـــــ
نازو نے سپیڈو میٹر دیکھا
وہ ـــــ سو پر ہچکولے کھا رہا تھا
اور باہر آندھی اور طوفان شرط باندھ کر چل رہے تھے
بارش کی رفتار تیز تر ہو رہی تھی
اس نے وائپرز آف کر دیئے
بارش کے پانی کے زور سے تمام ونڈ شیلڈ بھر گئی
اور ـــــ سامنے بالکل اندھیرا چھا گیا
دونوں لڑکے چلا اُٹھے
"یہ آپ کیا کر رہی ہیں ـــــ !"
سلمان
میں آ رہی ہوں سلمان ـــــ

"گاڑی روکئے ___!"

___ وہ دونوں چلّا رہے تھے

مگر ___ وہ اپنا پاؤں ایکسلیٹر پر دباتی چلی گئی

سپیڈومیٹر ایک سو بیس پہ تھا

تمام کائنات گھومتی نظر آرہی تھی

باہر کی دنیا سے اب اس کا کوئی واسطہ نہ رہا تھا

وہ تو اپنی اس چھوٹی سی دنیا میں دو اجنبیوں کے ساتھ بیٹھی سفر آخرت کی طرف گامزن تھی

"ارے ___ اس کا دماغ خراب ہے ___ گاڑی رکواؤ ___ گاڑی رکواؤ ___!"

___ ایک نے دوسرے سے کہا

"گاڑی روکو ___ میں کہتا ہوں گاڑی روکو ___!"

سلمان میں آرہی ہوں

میں آرہی ہوں سلمان

ان دونوں میں سے ایک اُچک کر اگلی سیٹ پر آنے کی کوشش کرنے لگا ___

نازو چلّائی

"خبردار ___ جو آگے بڑھے ___ نہیں تو گاڑی کو سڑک سے نیچے پھینک دونگی"۔

وہ سہم کر پیچھے ہٹ گیا

"مگر آپ ___" وہ ہکلایا

"کیا کر رہی ہیں —"

"عیش نہیں کریں گے آپ —"

وہ ایک زہر آلود ہنسی ہنسی —!

"ہماری توبہ — خدا کے واسطے گاڑی روکئے — !

"آ گیا نا خدا یاد — ذلیل کمینہ — عورت کی کوکھ سے جنم لیتے ہو — اور عورت ہی کو سرعام رسوا کرتے ہو — کیا اس لئے مائیں تمہیں خونِ جگر پلا پلا کر بڑا کرتی ہیں — !"

"ہمیں معاف کر دیں — !"

— وہ ہاتھ جوڑ رہا تھا

"معاف تو اب تمہیں اوپر والا کرے گا —"

"خدا کے واسطے گاڑی روکیں — آپ شریف عورت ہیں — عزت دار ہیں — ہم بھی شریف ہیں — پتہ نہیں ہمیں کیا ہو گیا تھا — خدارا گاڑی روکئے — گھر میں میری جوان بہن میرا انتظار کر رہی ہو گی — اس کا اس دنیا میں میرے سوا کوئی نہیں ہے — ! بہن — گاڑی روکئے — !

"بہن — !

نازو کو یوں محسوس ہوا — جیسے چیختی چلاتی آندھی اور طوفان کی صدائیں یکلخت خاموش ہو گئی ہوں —

زندگی میں پہلی دفعہ کسی نے اسے بہن کہا تھا

اس نے گھوم کر دیکھا

خوف وہراس نے ان کے چہرے سے بدمعاشی کی نقاب اتار پھینکی تھی !
اور اب ـــــ وہ کسی معصوم بچے کی طرح سہما اور گھبرایا گھبرایا نظر آرہا تھا
ایک لمحے کے لئے نازو کو یوں لگا جیسے اس کی جگہ نوید بیٹھا اسے سہمی سہمی نظروں سے دیکھ رہا ہو ـــــ !

نوید

اور نازو کو ان دونوں پر ترس آگیا ـــ بے اختیار پیار سا آگیا

" اوہ میرے خدا میں کیا کر رہی ہوں "

پھر اس نے جلدی سے بریک پر اپنا پاؤں رکھا

اور چاہا ـــــ کہ اسے دبا دے

مگر

عین اسی لمحہ

ـــــ گاڑی ایک گہری کھائی میں اُلٹ چکی تھی ـــــ !

❖

سلمان کو سپردِ خاک کر دیا گیا

آج ظفر و چاند کی شادی کا دن تھا

مگر سلمان کی بے وقت موت نے تمام گھر کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔

ظفر نے چپ سادھ لی تھی چاند الگ کھوئی کھوئی سی تھی

—— اور اختر تو دہاڑیں مار کر رویا تھا

جتنا وہ ہنس مکھ تھا کھلنڈرا تھا —— اتنا ہی وہ حساس بھی تھا۔

خالہ بھی بین پر بین کئے جا رہی تھیں ——

گھر کا ہر فرد سوگوار تھا

دن تو جوں توں کر کے گزر گیا

مگر —— شام اپنے ساتھ اداسی سمیٹے چلی آئی

چاند ظفر کے لئے چائے کی ٹرے اس کے کمرے میں لے آئی —— !

ظفر نے کل سے کچھ نہ کھایا تھا

چاند خاموشی سے چائے بناتی رہی

اور پھر پیالی ظفر کی طرف بڑھا کر بولی

"ظفر —— !"

"ہوں —— !"

—— ظفر چونکا

"چائے پی لیں ——"

" دل نہیں چاہتا "

وہ اشکبار ہو رہا تھا

" غریب شادی کیلئے آیا تھا — کیا پتہ تھا — کہ موت اسکی منتظر کھڑی ہے

" ظفر — اپنا دل ہلکا نہ کریں — !" چاند بولی

" چاند — میں کیسے بھولوں اسے — اسکی کس کس بات کو بھلاؤں — زندگی کے ہر موڑ پر وہ شانہ بشانہ میرے ساتھ رہا ہے چاند — اس نے کبھی میرا دل نہ دکھایا — میں نے ہی ہمیشہ اس سے زیادتیاں کیں " ظفر کی آواز شدت غم سے بھرا گئی

چاند اٹھ کر ظفر کی کرسی کی پشت پر جا کھڑی ہوئی — اور اپنی انگلیوں سے اس کے بالوں کو سہلانے لگی — !

" ظفر — " — چاند بولی

" انسان چلے جاتے ہیں — اور اپنی یاد دلوں میں ہمیشہ کیلئے چھوڑ جاتے ہیں — سلمان اگر آج ہم میں نہیں تو کیا ہوا — اُن کا مسکراتا چہرہ ہمیشہ یاد رہیگا — وہ ایک عظیم انسان تھا — اور عظیم انسان مرتے نہیں — ہمیشہ زندہ و تابندہ رہتے ہیں —

" چاند — !"

ظفر اداس لہجہ میں مسکرا دیا

" ظفر " وہ بھی اپنے محبوب کے ہونٹوں کی مسکراہٹ دیکھ کر کھل گئی

" مگر — یہ نازو کہاں چلی گئی — ؟

" بچاری نازو — سلمان کے سوا اب کیا رکھا تھا یہاں اس کے لئے — شائد اپنے گھر چلی گئی ہو — !

∴

ختم شد